



یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں  
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by: Rana Jabir Abbas



۷۸۶  
۹۲۱۱۰  
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD  
Version

# لبیک یا حسینؑ

نذر عباس  
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

## اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad  
Sindh, Pakistan.

[www.sabelesakina.page.tl](http://www.sabelesakina.page.tl)

[sabelesakina@gmail.com](mailto:sabelesakina@gmail.com)

Contact : [jabir.abbas@yahoo.com](mailto:jabir.abbas@yahoo.com)

<http://fb.com/ranajabirabbas>

NOT FOR COMMERCIAL

[www.ziaraat.com](http://www.ziaraat.com)



۱

هَذَاكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقُّ

عَلَى وَلِيِّ اللَّهِ

مصنفہ

عبد الکریم مشتاق

فاضل  
ادیب

ناشر

رحمت اللہ یک ایجنسی ناشران و تاجران کتب

بمبئی بازار نزد خوجہ اشاعری مسجد کھارادر کراچی نمبر ۲  
قیمت روپے تیسرا ایڈیشن



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

## انتساب

علمائے حق کے نام :

جو وارثینِ علمِ حق ہیں۔ جنہیں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سند حاصل ہے کہ: ”میسری اُمت کے علماء (حقیقی) کا درجہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہے“ ان ہی ذواتِ بابرکات سے مذہب کی نشوونما اور تاسیس و تبلیغ ہوتی ہے۔ اور  
ان حسینی مجاہدین کے نام :

جنہوں نے سرگودھا، لاہور اور سیایریا بابت آباد کراچی کے مقامات پر حالیہ پیش آنے والے واقعات کا انتہائی پروتار عزم و استقلال سے مقابلہ کیا اور اسوۂ شبیرؐ کی اتباع کرتے ہوئے ناصبی و یزیدی معاندین پر ثابت کر دیا کہ :

ہے جان سے عزیز عزاداری حسین

رخنہ کریں گے اس میں گوارا کوئی نہ ہم (تاثیر نقوی)

کیونکہ عزاداری مظلوم علیہ السلام سے اسلام، انسانیت، اخوت، امن اور اخلاق کو زندگی ملتی ہے۔

# مکمل کلمہ ایمان

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَلِيفَةُ مَبْلَاغُصَانِ

قرآن مجید اور سنت رسول کی روشنی میں علمائے اہلسنت  
والجماعت کی تائید و تصدیق کے ساتھ ولایت امیر المؤمنین  
علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ثابت کیا گیا ہے۔ کلمہ شیعہ  
کے اثبات کتب غیر شیعہ سے پیش کئے گئے ہیں کسی ایک  
منقولہ و محولہ اقتباس کے غلط ثابت کرنے والے کو

پانچ ہزار روپیہ نقد انعام  
بصد شکر یہ پیش کیا جائے گا

مصنف

مکمل کلمہ  
حیدرآباد الخلیف آباد، پوسٹ نمبر ۸۰۱-۵۹

## عرض ناشر

ادارہ رحمت اللہ رب العالیٰ کتاب "علی ولی اللہ" کا تازہ ایڈیشن پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن طباعت و کتابت کی خامیوں کے سبب سے معیاری نہ تھا لہذا اس کا اغلاط نامہ شائع کرنا پڑا۔ اللہ کی توفیق اور استمدادِ علویہ کے باعث ایڈیشن ہذا میں گذشتہ طباعت کی خامیوں کو دور کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے اور کتاب کو قارئین کے مطلوبہ معیار پر مزین کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔ امید ہے کہ ہماری محنت مقبول ہوگی۔

کلمہ "علی ولی اللہ" کچھ عرصہ سے فریقین میں موضوع بحث ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں بحث کے تمام گوشوں کا بڑی کاوش سے جائزہ لے کر ثابت کیا ہے کہ اقرارِ ولایتِ علویہ کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا ہے۔ منکرِ ولایتِ علیؑ کو توحید و رسالت کا اقرار کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جیسا کہ کتب اہل سنت و شیعہ سے ثابت ہے کہ خود خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے اقرارِ ولایتِ علیؑ پر بیعت لی۔ چنانچہ امام اہلسنت حنفی عظمیٰ خواجہ سلیمان حنفی نقشبندی اپنی معرکتہ الآراء تصنیف میں نقل کرتے ہیں کہ:

"عقبن بن عامر جہنی صحابی روایت کرتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول خدا سے اس قول پر بیعت کی کہ سوائے خدائے وحدہ لا شریک کے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے نبی اور علیؑ اُن کے وصی ہیں۔ اگر ہم نے ان تین مشہداتوں میں سے کسی کو ترک کیا تو کفر کیا۔" (نیایع المودۃ ص ۲۴۸ طبع اول)

حضرت امیر المومنین علیؑ علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ "جس نے میری ولایت



کا اقرار نہ کیا اس کو نبوتِ محمدیہ کا اقرار کوئی نفع نہ دے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ  
یہ دونوں شہادتیں (رسالت و ولایت) لازم و ملزوم ہیں۔

(مقدمہ مشکوٰۃ الانوار و مرآۃ الاسرار ص ۱۱)

پس ایمان کو مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم خدا کی توحید، محمد کی  
رسالت اور علی کی ولایت کا اقرار کریں۔ یہی اس کتاب کا نفسِ مضمون ہے۔  
ہم ملک کے نامور آرٹسٹ سید اقتدار حسین صاحب نقوی کے تہ دل  
سے مضمون ہیں کہ انہوں نے کتاب کے ٹائٹل کا طیز اسن تہر کا تخلیق فرمایا اور  
تاریخین سے ملتمس ہیں کہ ان کے والد مرحوم حکیم سید انوار حسین صاحب نقوی  
امروہوی کے ایصالِ ثواب کی خاطر سورۃ فاتحہ کی تلاوت فرمائیں شکر یہ!

ناشرانہ

# فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ مولانا محمد علی بیگ لوی صاحب	۱	۱۷	اسلامی جواہر ریزے (جو علمائے	
۲	باعث تحسیر آنکھ	۶		سنی و شیعہ نے جمع فرمائے اور	
۳	آغاز	۱۱		ناصری سنگریزے (جو مستشرقین	
۴	تبصرہ (ناصری تحریریں)	۱۲		نے چین کرنا میلیوں پر احسان کیا)	
۵	وعدہ خداوندی	۱۵	۲۴	(ایک تقابلی جدول)	
۶	اطاعت رسول شرط ایمان	۱۷	۲۶	توفیم علی اور حضرت ابوبکر	
۷	شکر	۱۸	۲۷	مولانا مشک کشا اور عمر اعظم	
۸	موحد ابلیس کی توحید	۲۰		حضرت عثمان بن عفان اور	
۹	ابلیسی توحید و معاشرہ	۲۴	۲۸	ولایت علویہ	
۱۰	اتباع رسول اطاعت اللہ ہے	۲۸		ام المؤمنین عائشہ اور عبادت	
۱۱	منزلت ہارونی	۳۰	۲۸	دیدار امیر المؤمنین	
۱۲	ایک شبہ کا ازالہ	۳۱	۲۲	صحابی رسول ابو سعید خدری	
۱۳	زمانہ موسیٰ و ہارون کے		۲۹	اور ذکر علی	
	مسلم کا کلمہ	۳۲	۵۰	بتول رسول	
۱۴	اعلان ولایت اور قرآن	۳۳	۵۳	یار رسول اور احترام بتول	
۱۵	اکابرین اہلسنت و الجماعت	۳۵	۵۶	فاروق اہلسنت اور عظمت بتول	
	کا اقرار ولایت علی	۳۶	۵۶	رسول کے پھول	
۱۶	اطاعت علی اطاعت رسول اور خدا ہے	۴۱	۵۹	شیخین اور حسین	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۷	عربی زبان	۶۳	۴۲	علمائے اہلسنت کے نزدیک حدیث	
۲۸	تشریح ولایت	۸۵	۱۲۲	غدير صبح یکم متواتر ہے	
۲۹	ولایت کے قرآنی معنی	۸۶	۱۲۳	سنتی مولوی محمد صدق عالم کی رائے	
۳۰	فائدے	۹۰	۴۴	قطب اہلسنت رشید احمد گنگوہی	
۳۱	قرآنی خصوصیات ولایت	۱۰۵	۱۲۳	کا اعتراضات	
۳۲	معیارِ دینی	۱۰۶	۴۵	سنتی آئمہ حدیث کی طویل فہرست	
۳۳	ترجمہ آیت ولایت کا		۴۶	جنہوں نے تخریج حدیث غدير کی ہے	
	ایک اختلاف	۱۰۸	۴۷	مولائے کے معنی	
۳۴	ترید رشید گنگوہی	۱۰۹	۴۸	مولائے بمعنی ہمسایہ	
۳۵	آیت ولایت کا اگلی آیت	۱۱۰	۴۹	مولائے بمعنی آزاد کنندہ	
	اقبال اور غلبہ کی خوشخبری	۱۱۱	۵۰	مولائے بمعنی آزاد کردہ	
۳۶	اختلاف معنی اتفاق معنی	۱۱۱	۵۱	مولائے بمعنی ہم عہد	
۳۷	ولایت علی اور ثواب	۱۱۲	۵۲	مولائے بمعنی چچا زاد	
۳۸	خیر عقباء اور تولا سید علی	۱۱۵	۵۳	مولائے بمعنی لواحق اور وارث	
۳۹	تصديق ابوبکر	۱۱۵	۵۴	مولائے بمعنی یار دوست	
۴۰	ولایت علی کا اعلان عام		۵۵	مولائے بمعنی مددگار	
	حکم ولی - بزبان ولی	۱۱۶	۵۶	مولائے بمعنی مالک	
۴۱	اصحاب رسولؐ جو اس حدیث		۵۷	مولائے بمعنی سید المطاع	
	کے راوی ہیں	۱۱۸	۵۸	مولائے بمعنی اولیٰ	
				علمائے اہلسنت والجماعہ نے	



نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۹	"اولیٰ" مراد لی	۱۳۳	۴۲	اعتراضِ اول	۱۵۶
۶۰	رسم دستار بندی	۱۳۳	۴۲	اعتراضِ دوم	۱۵۷
۶۱	حضرت عمر اور دیگر اصحاب	۱۳۴	۴۴	اعتراضِ سوم	۱۵۸
	کی مبارکیادی	۱۳۵	۴۵	علیؑ ولی اللہ کا اقرار اتباعِ	
۶۲	امام غزالی اور مقام مولیٰ	۱۳۶		رسولؐ ہے	۱۵۹
۶۳	علامہ سبط ابن جوزی کا فیصلہ		۴۶	تحریف و اضافہ در کلمہ طیبہ	۱۶۲
	اقرار	۱۳۷		وہابی مقدمہ کا فیصلہ عدالت	
۶۴	قصیدہ خوانی	۱۳۸		محمدؐ میں	۱۶۷
۶۵	حضرت جبریل کا حضرت عمر			الہجریٹ علامہ ثواب صدیق حسن	
	سے مکالمہ	۱۴۰		کی زبانی	۱۶۷
۶۶	انکار ولایت اور عذاب		۷۷	ایمان ولایت تکمیل دین ہے	
	بزبانِ قرآن	۱۴۳		محمد رسول اللہؐ کا فیصلہ اللہ	
۶۷	منہ مانگا عذاب	۱۴۴		کی توثیق	۱۷۱
۶۸	حدیث ولایت کا بار بار		۷۸	تبصرہ ۷	۱۷۵
	ارشادِ رسولؐ		۷۹	تبصرہ ۹	۱۷۶
۶۹	کتب اہلسنت	۱۵۳	۸۰	تبصرہ ۱۱	۱۷۷
۷۰	اصحاب رسولؐ راویانِ حدیث	۱۵۴	۸۱	اثبات از کتب شیعہ	۱۸۰
۷۱	شاہ عبدالعزیز محدث کے		۸۲	تبصرہ ۱۲	۱۸۲
	اعتراضات اور مرزا آغا محمد		۸۳	تبصرہ ۱۳	۱۸۳
	سلطان کے جوابات	۱۵۴	۸۴	تبصرہ ۱۴	۱۸۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	جواب۔ نصاب میں شیعہ	۹۷	۱۸۵	تبصرہ ۱۵	۸۵
۲۳۸	دینیات کیوں گوارہ نہیں	۱۸۵		کلمہ طیبہ اور قرآن مجید	۸۶
۲۴۰	ا۔ توحید	۹۸		علامہ اقرار کلمہ عبوری	۸۷
۲۴۱	ب۔ عدل	۹۹	۱۸۷	بھی دلیل ایمان نہیں	
۲۴۱	ج۔ رسالت	۱۰۰		ایسے کلمہ گو خدا اور رسول کی	۸۸
۲۴۱	د۔ امامت	۱۰۱	۱۸۸	معفرت اور شفقت سے محروم ہیں	
۲۴۲	ر۔ قیامت	۱۰۲	۱۸۹	الکلمہ الطیب	۸۹
۲۴۲	س۔ قسآن	۱۰۳		علی ولی اللہ کی تکذیب کفر بھی	۹۰
۲۴۳	ص۔ حدیث	۱۰۴	۱۹۴	ہے اور موجب عذاب بھی	
۲۴۴	ط۔ حج	۱۰۵		علی ولی اللہ کلمہ کو طیب اور	۹۱
۲۴۴	ع۔ زکوٰۃ و خمس	۱۰۶	۱۹۸	افضل الذکر بناتا ہے	
۲۴۴	ف۔ روزہ	۱۰۷	۱۹۹	کلمہ طیبہ فوز عظیم ہے	۹۲
۲۴۴	ق۔ نماز	۱۰۸		اضافہ کے بارے میں شبہات	۹۳
۲۴۵	کہ۔ کلمہ	۱۰۹	۲۰۲	کا ازالہ	
۲۴۵	ل۔ قصہ مختصر	۱۱۰		مونوی دوست محمد قریشی کے	۹۴
۲۴۷	نتائج	۱۱۱	۲۱۰	اعتراضات	
۲۴۸	انتباہ	۱۱۲		مجلس تحفظ اہلسنت ملتان کی یادداشت	۹۵
"	"	۱۱۳		برائے ممبران قومی اسمبلی و سینٹ	
			۲۱۳	پر تبصرہ	
			۲۲۵	شیعہ سنی نصاب کے منفی اثرات اور	۹۶
				ہماری رائے	

سبیل یکینہ پاکستان  
حیدرآباد سندھ، پاکستان

## مقدمہ

بقلم جناب استاد محترم عزت مآب مولانا مولوی  
شیخ محمد علی پٹیلوی صاحب قبلہ۔

مناقب ابن مردویہ میں ابن ہارون عبیدی سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میری رائے اور اجتہاد خوارج کی رائے کی طرف حائل تھا یہاں تک کہ میں نے ابوسعید خدری سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے صیہات، صیہات۔ لوگ چھ فرضوں پر مامور ہونے لگے۔ پانچ پر تو عمل کیا اور ایک فرض کو جہالت سے ترک کر کے راہ ضلالت میں پڑ گئے۔ ایک شخص نے پوچھا وہ پانچ فرض کون سے ہیں؟ جواب دیا کلمہ طیبہ، نماز، زکوٰۃ، حج اور ماہ رمضان کے روزے۔ سائل نے پوچھا کہ وہ ایک فرض کون سا ہے جس کو لوگوں نے ترک کر دیا۔ ابوسعید خدری نے جواب دیا کہ ولایت علی ابن ابی طالب۔

(مناقب مرتضوی مولانا محمد صالح چشتی حنفی)

جس جہالت و ضلالت کا ذکر اس روایت میں صحابی رسول ابوسعید خدری نے کیا ہے اسی جہالت و ضلالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ولایت علی کے منکرناصبی کلمہ ”علی ولی اللہ“ کی شدید مخالفت کر رہے ہیں۔ اور اس مقدس دلیل ایمان کلمے کو نصاب تعلیم سے خارج کرانے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں۔ ایسے وقت پر ولایت علیؑ کے علمبرداروں کا دینی فریضہ ہے کہ وہ نواصب و خوارج کی اس فتنہ انگیز ایمان دشمن اور مفسدانہ کوشش کو ناکام بنانے کے لئے فکری عمل کریں۔

فخر قوم مصنف شہیر مبلغ ولایت علی جناب عبدالکریم مشتاق صاحب لائق تحسین و آفرین ہیں کہ انہوں نے نواصب و خوارج کی سرکوبی کے لئے



باطل کش قلم اٹھایا۔ اور اثبات کلمہ ولایت علی مرتضیٰ علیہ السلام میں کتاب ”علی ولی اللہ“ تحریر کر کے مذہب امامیہ کی شاندار خدمت سرانجام دی۔

یہ مقدمہ لکھتے ہوئے میں نواصب و خوارج سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جب آپ لوگ ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ قاتلان حسین شیعہ تھے تو اس بات کا فیصلہ کلمے ہی سے کیوں نہ کر لیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ شیعہ جو کلمہ پڑھتے ہیں اُس میں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے بعد علی ولی اللہ صلی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل کے الفاظ بھی ہیں۔ تو آپ اپنی ہی کسی مستند و معتبر کتاب سے یہ ثابت کریں کہ لشکرِ یزید کلمے میں شیعوں والے مذکورہ الفاظ پڑھتا تھا یا نہ پڑھتا تھا۔ تو ہمارا یہ کھلا اور واضح اعلان ہے کہ ہم آپ کا الزام تسلیم کر کے مذہب شیعہ چھوڑ دیں گے۔ اگر آپ یہ ثابت نہیں کر سکتے اس کا مطلب صاف صاف یہ ہو گا کہ قاتلان حسین صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی پڑھتے تھے۔ لہذا شیعہ نہیں تھے۔ پھر ان کا مذہب کیا تھا۔ کلمے کی مطابقت سے سمجھ لیں ہمارا کلمہ یزید اور یزیدیوں سے نہیں ملتا۔ کلمہ ”علی ولی اللہ“ کو شیعوں کا اضافہ کچھنے والے ابو سعید ہذری صحابی رسول کے قول پر غور کریں جس کی رو سے منکرین ولایت علی جاہل و گمراہ ہیں۔ اور اہلسنت کی کتاب فردوس الاخبار پڑھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ کلمہ علی ولی اللہ شیعوں کا خود ساختہ اور اضافہ کردہ نہیں۔ سرکار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے پڑھا ہے۔ ولایت علی علیہ السلام کے متعلق مولانا محمد سلیمان حنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ کی کتاب ”ینابیع المودۃ“ کے باب ۱۵ کی حدیث ۲۲۱ بھی قابلِ توجہ ہے کہ:

طلم بن زید امام جعفر صادق سے آپ اپنے اہل بیت طاہرین سے یہ حضرات امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب کسی نبی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ اس نبی کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں میں افضل ترین فرد کے متعلق وصیت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم اپنے چچا زاد بھائی علیؑ کے متعلق وصیت کرو۔ میں نے اس بات کو گزشتہ کتب (سماویہ) میں لکھ دیا ہے۔ اور میں نے اُن کتب میں تحریر کر دیا ہے کہ علیؑ تمہارے وصی ہیں۔ میں نے اس بات کا مخلوق سے اپنے انبیاء و رسولوں سے میثاق لیا ہے۔ اے محمدؐ میں نے ان تمام لوگوں سے اپنی ربوبیت تمہاری نبوت اور علی بن ابی طالب کی ولایت اور دعایت کا میثاق و عہد لیا ہے۔

کتاب مناقب مرتضوی کے باب اول میں منقبت ۳۷ کے ذیل میں مشہور حنفی عالم مولانا محمد صالح چشتی لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء نے شب معراج میں جناب رسول خدا سے کہا کہ ہم سب لالا الا اللہ کی شہادت پر، اور آپ کی نبوت پر اور علی ابن ابی طالب کی ولایت کے اقرار کرنے پر مبعوث ہوئے ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ تمام انبیاء نے لالا الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ علیؑ ولی اللہ کا کلمہ اقرار بھی پڑھا۔

یہ ائمہ حضرت علیؑ علیہ السلام مناقب مرتضوی کے باب سوم منقبت ۲۶ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا اور اس کے چاروں ارکان پر لکھا "لا الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ ولی اللہ وصیہ" طبقات زمین کو پیدا کیا تو اس کے اطراف میں کلمات مذکورہ بالا تحریر فرمائے۔ اس کے بعد لوح کو پیدا کیا اور اس کے حدود پر بھی "لا الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ ولی اللہ وصیہ" تحریر فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ علیؑ ولی اللہ وہ مقبول بارگاہ الہی کلمہ ہے کہ جو

خود اللہ نے اپنے عرشِ عظیم کے ارکان پر لوح کے حدود پر اور جنت کے دروازے پر خود تحریر فرمایا۔ اور اس کا اقرار تمام انبیاء سے لیا۔ پھر اس کلمہ کو شیعوں کا اضافہ کہنا جہالت و گمراہی نہیں تو اور کیا ہے ؟

آخر میں منکرین کلمہ علیٰ ولی اللہ سے ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کچھ الفاظ کہنا ناجائز ہے آپ کا اپنا خیال ہے جو شریعت نہیں بن سکتا۔ اگر کچھ علمی دم خم ہے اور آپ کے پاس اپنے مذکورہ بالا قول کا کوئی شرعی جواز ہے تو قرآن مجید کی کسی آیت میں یا سرکار محمد مصطفیٰ کی کسی حدیث میں یہ دکھائی کہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے ساتھ کچھ اور بڑھنا حرام یا ناجائز ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ نواصب و خوارج تا قیامت ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ صرف بغضِ علی کی وجہ سے اقرارِ ولایت علی کی مخالفت کر رہے ہیں اور ملک میں انتشار پیدا کر کے حکومت کو پریشان کر کے اپنے خود غرضانہ تحزبی سیاسی مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں لیکن سنی و شیعہ دونوں مسلمان بھائی اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ نواصب و خوارج شرع ہی سے پاکستان کے مخالف اور ہندو کانگریس کے طرفدار رہے ہیں۔ اسی لئے وہ ملک میں فساد و افراتفری پیدا کر کے پاکستان کو تباہ کرنے کے ناپاک منصوبے پر عمل کر رہے ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ شیعہ و سنی بھائی متحد رہ کر ملک کے دشمنوں کے منصوبے کو خاک میں ملا دیں گے۔

پاکستان زندہ باد

والسلام

محمد علی ص ۱۲



# باعث تحریک آنک

بندہ عاجز برادران اسلام سے گزارش کرتا ہے کہ شیعہ دوستی پاکستان کے دو بڑے ستون ہیں۔ پاکستان دشمن عناصر ان کو کمزور کرنے کی ریشہ دوانیوں میں مصروف عمل ہے۔ زمانے کا رنگ تبدیل ہو رہا ہے اتحاد بین المسلمین مخالفین کی آنکھوں کا شہتیر بن چکا ہے۔ آتشِ تفریق کو ہوا دی جا رہی ہے۔ ملت اسلامیہ کے شیرازہ کو بجھانے کی مذموم سازشیں جاری رہیں۔ ایک طرف حکومتی سطح پر اسلامی اخوت اور عالمگیر اسلامی بھائی چارے کے مظاہرے داڑی تختین حاصل کر رہے ہیں تو دوسری طرف چند متعصب اور تنگ نظر افراد فسادات کا بیج بونے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اور ایسے مفسد و دشمنِ وطن گروہ کو نادان ملاوٹوں نے کافر گری کی مشین بھی مہیا کر رکھی ہے۔

قوم کو اتحادِ تنظیم اور یقینِ حکم کے اسباق کی بجائے نفاقِ بد نظمی اور بدظنی کی مذموم تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ان ناپاک مقاصد کے لئے مساجد خداوندی کو بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ مقصدِ اجتماعات کے نام پر عوام الناس کو مدعو کر کے بھائی کو بھائی کے خلاف سمڑ کا یا جا رہا ہے۔ اور قوم میں اشتعال انگیزی پیدا کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا جا رہا ہے۔

قانون کی بالادستی، تحفظ امن عامہ اور ہر اندرونی انتشار کی سد کو بی حکومت کے فرائض میں شامل ہے اور ہمیں امید ہے کہ انتظامیہ اپنے ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہے۔ چنانچہ حکومت کا خیال ہے کہ "مخالفت سیاسی پارٹیاں فرقہ وارانہ منافرت پھیلا رہی ہیں۔"

پینلز پارٹی نے پنجاب کے صوبائی کمیٹی کے میرے اظہار تشویش  
 لاہور ۱۹ مارچ - پاکستان پینلز پارٹی کی صوبائی کمیٹی کے اجلاس میں آج  
 اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ بعض سیاسی پارٹیاں اور وطن دشمن  
 عناصر فرقہ وارانہ منافرت پھیلا کر پاکستان میں انتشار پھیلانے کی سازش  
 کر رہے ہیں۔ کمیٹی نے عوام کو خبردار کیا ہے کہ وہ پاکستان کے مخالف عناصر  
 سے خبردار رہیں۔ جو چار قومیتوں کے نعرے اور اسلام کے پاکیزہ نام کو  
 انقلاب کے راستے میں رکاوٹ بنانے کے بعد ایسے حربوں پر اتر آئے ہیں  
 کمیٹی کا اجلاس آج پنجاب پینلز پارٹی کے چیئرمین اور وفاقی وزیر سماجی  
 بہبود دیہی ترقی ملک معراج خالد کی زیر صدارت ہوا۔

(روزنامہ مشرق لاہور - ۲۰ مارچ ۱۹۶۶ء)

پنچانچہ اب دیکھنا یہ ہے کہ حکومت اپنے فرائض سے کس طرح  
 عہدہ برابہر ہوتی ہے !

اسلام کا روپ دھار کر مسلمانوں کی پشت پر چھرا گھونپنا منافقین کی  
 پرانی عادت ہے۔ اب عوام اور حکومت دونوں پر حفظ مانتقدم لازم ہے۔  
 اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ ہمارے رسول تمام جہانوں کے لئے رحمت  
 ہیں اور اُمت محمدیہ کے افراد اس سایہ رحمت میں منزل مقصود پاسکتے ہیں۔  
 اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے بھتام لینے ہی میں نجات پاسکتے ہیں۔ لیکن  
 فرنگی ذہنیت کے پرستار اب واعصموا بحبل اللہ جھجھکاٹ کی بجائے  
 مساجد میں یہ عمل کر رہے ہیں کہ ”تفرقة دالہ اور راج کرو۔“

سیرت کے اجلاس، محافل میلاد اور اجتماعات جمعہ میں ناعاقبت  
 اندیش خطیب امن عامہ کے محافل کے خلاف بدزبانی کر رہے ہیں اور اپنے  
 مسموم، کج فہمانہ، خلاف عقل و دانش نظریات کو جن کا اسلام سے دور کا

بھی واسطہ نہیں، بڑی دیدہ دلیری سے پھیلا رہے ہیں اور ہر ممکن ذرائع سے اُن کی تشہیر بھی کی جا رہی ہے۔ چشم پوشی اور سکوت نے ان کے حوصلے اس قدر بلند کر دیئے ہیں کہ انہوں نے ”ولایتِ علیؑ“ کے دامن تک اپنے ناپاک ہاتھ پہنچانے کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے ہیں۔ شاید اس لئے کہ جب سانپ کی موت آتی ہے تو راہ پر بیٹھ جاتا ہے۔ معلوم نہیں اس خیالِ ناپاک سے پہلے انہوں نے اپنے گریبان میں کیوں نہ جھانک لیا؟

ہر محبتِ علیؑ ولایتِ علیؑ کا متوالا ہے۔ ناصبیوں اور خارجیوں کے سوا آج تک کسی مسلمان نے حضرت علیؑ کے ولی ہونے کا انکار نہیں کیا کیونکہ ہر مسلم یہ جانتا ہے کہ ایسا تصور ہی اُسے خارجی بنادے گا۔ لہٰذا یہی امر ثابت کرنا اس تالیف کا باعث تحریر ہے کہ منکر ولایتِ علیؑ علیہ السلام کا مسلک اہل سنت اور مذہبِ امامیہ دونوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ہم نے قرآن مجید اور سنتِ رسولِ کریمؐ سے ”علیؑ ولی اللہ“ کو دونوں فرقوں کے کتبِ معبرہ سے ثابت کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہمارے پیش کردہ محولہ اور منقولہ اقتباسات کو غلط ثابت کر دے گا تو اُسے پانچ ہزار (۵۰۰۰) نقدِ انعام دیا جائے گا۔

باوجودیکہ اکابرینِ ملتِ جعفریہ کی جانب سے ”ولایتِ علیؑ“ کے بارے میں متعدد شبہکار بدیرِ ناظرین کئے جا چکے ہیں لیکن نواصب و خوارج نے ”میں نہ مانوں“ کی رٹ جاری رکھی۔ تاریخِ اسلام کا انکار کیا۔ حدیثِ رسولؐ کے منکر بن گئے۔

تفسیرِ بالائے کا عصا تھا مآمعاً وہ ریزید کو اعزازات سے نواز کر خوشامد کی مگر تمام حربے اکارت ہوئے اور اقرار ”ولایتِ علیؑ“ کے جوافہ سے انکار کا ثبوت حاصل نہ ہو سکا۔ کیونکہ یہ نورِ حق شمعِ الہی کو بجھا سکتا ہے کون؟ جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

میں نے کوشش کی ہے کہ یہ کتاب بالکل غیر جانبدارانہ طریقے سے لکھوں۔  
 تعصب، تنگ نظری، اور غیر مہذب طرزِ تحریر سے اجتناب کیا ہے۔ مجھے نہ ہی  
 کسی کی توہین مقصود ہے اور نہ ہی اپنی رائے مسلط کرنے کا خواہشمند ہوں۔ میں  
 نے اعلیٰ کلمۃ الحق اور اظہارِ امرِ صحیح میں کسی چالپوسی سے کام نہیں لیا۔ دیگر  
 بندگان کا ذکر مہذب پیرائے میں کیا ہے اور نا صبیوں کی طرح چرب زبانی  
 نہیں کی۔ دوسروں کے جذبات کا احساس رکھتے ہوئے اپنا مقصد آداب  
 تحریر کے عین مطابق بیان کیا ہے۔

اکثر مقامات پر نا صبی مؤلفین کی عبارات نقل کی ہیں جن کے مطالعہ  
 سے ان کی درشتگی، بد زبانی، دل آزاری اور ناگوار طرزِ تحریر کا اندازہ  
 بخوبی ہو جاتا ہے۔ لیکن میں نے بدلہ اتارنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ  
 حکمِ خدا ہے کہ لا اکراہ فی الدین لہذا انتہائی معقول رواداری  
 سے پُرادر احسن طریق سے دعوتِ غور و فکر قارئین کے گوش گزار کی ہے۔  
 البتہ تحریکِ فواہب و خوارج پر تنقید کرتے ہوئے بعض مقامات پر ایمان کا  
 اظہار کرنا پڑا ہے۔

چونکہ اس کتاب کا موضوع ”علیؑ و ولیہٗ السلام“ ہے لہذا کوشش  
 کی ہے کہ بحث موضوع سے جدائی اختیار نہ کرنے پائے۔ امید ہے کہ ناظرین  
 قدر شناس کتاب ہذا کے محاسن و نقائص سے مطلع فرما کر ہدیہٴ تشکر کا  
 موقع بخشیں گے۔

طالبہٴ دعا

عبدالکریم مشتاق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## آغاز

الحمد للہ رب العالمین کہ جس نے پیدا کیا تمام ارواح کو اور اُن کو اپنے نزدیک پھیلایا اور اُن سے دریافت کیا کہ تمہارا رب کون ہے ؟  
 و ردو سلام ہے مخلوق اول، غایت کائنات، فخر موجودات، سرچشمہ ہدایت، رسول کائنات رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پسر شاہ ولایت، شاہکار رسالت، معدن نبوت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب پر اور ائمہ اطہار و معصومین پر کہ جو اُن کی اولاد میں ہیں کہ ان سب نے بیک وقت گواہی دی کہ اے اللہ تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔  
 پس ذات حق نے اس سچی گواہی پر خوش ہو کر گواہوں پر اپنا انعام و اکرام فرمایا اور اپنا علم (جس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے) اور دین اُن میں سمودیا۔ اور اس عطا کردہ اعزاز کا اعلان ملائکہ میں کیا کہ اے فرشتو! یہ ہیں میرے علم اور دین کے حامل اور میری مخلوقات



میں میسر امین۔ پس میسر علوم کے حصول کے لئے اُن کی جانب رجوع کیا جائے۔

پھر ولادِ آدم سے کہا کہ خدا کی ربوبیت اور اس جماعت (حاملانِ علم و دینِ الہی) کی فرمانبرداری، محبت اور ولایت کا اقرار کرو۔ تب سب نے جواباً عرض کیا بیشک اے خداوند ہم نے اقرار کیا اُس نے فرشتوں سے فرمایا کہ اے فرشتگان تم سب اس (اقرار) کے گواہ رہنا۔ ملائکہ نے عرض کی کہ ہم سب گواہ ہوئے تاکہ یہ آئندہ نہ کہیں کہ ہم اس سے غافل تھے۔

سلام ہو پیغمبران و ہادیانِ برحق پر کہ جن پر میثاق میں روزِ است ولایت کی تاکید کر دی گئی۔

اور سلام ہو اُن تمام وعدہ و فاءِ و احوال پر جنہوں نے ایفاءِ عہد کی سعادت حاصل کی اور باوجود حوادثِ زمانہ کے اپنے وعدے سے منحرف نہ ہوئے۔

اما بعدہ ارشاد خداوندی کتابِ صادق میں یوں بیان ہوا ہے کہ  
 اَلْمَاوَلِیْکُمْ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالتَّیْمٰنُ اَمْتُوْا اِلَیْہِ  
 یَقْبَلُوْنَ اَلصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ اَلزَّکٰوۃَ وَہُمْ سٰکِنُوْنَ  
 یعنی سوائے اس کے نہیں کہ بس اللہ تھا ماولی ہے، اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو مومن ہیں نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس حالت میں کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔ (سورہ مائدہ)  
 آیت منقولہ سے صاف ظاہر ہے خداوندِ حکیم نے اپنی ذات اپنے رسول

و مومنین (جو نماز قائم کریں اور حالت سجدہ کو غم میں زکوٰۃ ادا کریں) کو امانت کا ”ولی“ مقرر فرمایا ہے۔ لہذا ولایت سے انکار حکم خداوندی سے مرتبائی ہوگا۔ اور قرآن مجید کی آیت کا منکر جمہور امانت کے نزدیک مسلمان کہلاتا ہے مستحق نہیں ہے۔ اب قبل اس کے کہ ہم کوئی مزید گزارش کریں ایک ناصبی کی ہرزہ گوئی ملاحظہ فرمائیے۔

”ہم نئی روشنی کے مسلمانوں کا اسلام تو کلمہ توحید اور قرآن کے ترجمے پر منحصر ہے۔ اور یہی کافی ہے جو بتلاتا ہے کہ ”الدین لیسر“ یعنی دین بے حد آسان نظام زندگی کا نام ہے۔ جس میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔ جو کام نیک نیتی سے کیا جائے ثواب ہے۔ محنت فردوسی کرنا اور بچے پالنا بھی دین کا جزو ہے۔ ہمارا اسلام کہتا ہے۔

لا اکسالا فی الدین۔ یعنی مذہب میں زبردستی نہیں۔ بندہ جس طرح چاہے زندگی بسر کرے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کے احسانوں کو نہ سمجھو لے اور یہ دین رسول اللہ کی زندگی میں پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تھا۔ اس میں نہ امامت کو دخل تھا نہ خلافت کو۔ جی ہاں نہ ولیوں کا کوئی مقام تھا نہ مرشدوں کا۔ نہ پیروں فقیروں کی پوجا جائز تھی نہ مزاروں تخریوں علموں اور تابوتوں کی پرستش یعنی جو کام رسول نے دین کے نام سے نہ کیا تھا اس کا کرنا بدعت و شرک ہے بلکہ کفر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف اسی تسلیم کو اسلام بتایا ہے جو رسول کو دی گئی تھی۔ (سبائی سنن باغ از عزیر احمد صدیقی صفحہ ۱۹)

(واضح ہو کہ نا صبی مولف نے یزید اور معاویہ پر (رح، رض) کی نشانی دینا ضروری سمجھا ہے۔ لیکن رسولؐ پر ۱۲ نہیں لکھا)

تبصرہ :- نا صبی عزیر احمد صدیقی صاحب فرماتے ہیں کہ اُن کی نئی روشنی والے اسلام کا انحصار کلمہ توحید اور ترجمہ قرآن پر ہے۔

جس کے معنی یہ ہوئے کہ رسالت اور متن قرآن کا اُن کے نزدیک کوئی مقام نہیں ہے۔ حالانکہ توحید بغیر رسالت کے تسلیم ہی نہیں کی

جاسکتی اور قرآن کے تراجم میں غلطیوں کا قوی امکان موجود ہے پس ان بے بنیاد اساسوں پر دعویٰ اسلام کیا حیثیت رکھیں گا۔ ؟

اب انکار رسالت و متن قرآن کے بعد اگر آپ کے ایمان کا انحصار ترجمہ قرآن پر ہے تو آیت قرآن میں ذکرِ ولایت موجود ہے اور خدا نے رسولؐ و مومنین خاص کو ”ولی“ قرار دیا ہے پھر آپ اس کا انکار کیسے بنیاد پر کرتے ہیں کہ کہتے ہیں ”جی ہاں نہ ولیوں کا کوئی مقام تھا اور نہ مرشدوں کا۔“

کیا آیت قرآن تعلیم رسولؐ نہیں ہے ؟ یہ سند کافی نہیں۔ ؟ کیا یہ اعلانِ آیت حضورؐ نے نہیں فرمایا۔ ؟ اب اگر اس تعلیم قرآن کو بدعت کہہ کر شرک و کفر کہیں تو یہ آپ کا نہیں بلکہ آپ کے ایمان کا قصور ہے۔

ملائے تنگ نظر نے مجھے کافر جانا  
(آقبال) کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

شیعہ سنی عقائد کا اختلاف صدیوں پرانا ہے۔ اور اب ان اختلافی مسائل کو ہوا دیکر وحدتِ اسلامی کو منتشر کرنا ہر محبت و وطن کے لئے سوہانِ روح ہے۔ لہذا ہم ملک کی سالمیت و بقا کی خاطر انتشار پسند طبقے کے عزائم خاک میں ملانا چاہتے ہیں۔ اس لئے مکابرہ و مناظرہ الی گوم جوٹی سے اجتناب کرتے ہیں۔

شیعہ سنی اختلافات کے باوجود ”ولایت علی“ وہ عقیدہ ہے جس پر ہر فریق متفق ہے۔ آج تک کسی رائج العقیدہ سنی بھائی نے ”ولایت علی“ سے انکار نہیں کیا ہے۔ زمانہ رسولؐ سے تادم تحریر حضرت علی علیہ السلام کو ”ولی“ تسلیم کیا جا رہا ہے۔ بعض سنی متاخرین نے ”ولی“ کے معنی میں تو اختلاف کیا ہے لیکن یہ گستاخی کوئی نہیں کر سکا کہ اس نے حضرت امیر کو ”ولی“ نہ مانا ہو۔ البتہ خوارج و لو اصب نے تو معاذ اللہ اپنے زعمِ باطل میں حضرت امیرؓ کو دائرہ اسلام ہی سے خارج سمجھا ہے۔ لیکن آج کے دور میں ایسے لوگوں نے اہلسنت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ تاکہ امت میں فساد برپا کر کے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر سکیں۔ لیکن آج کل مسلمان خوابیدہ نہیں ہیں خوارج و لو اصب کی چالوں سے بخوبی واقف ہے۔ لہذا ان دشمنانِ دین و ملک کو اپنے مذموم انادوں میں عبرتناک شکست ہوگی۔

## وعدہ خداوندی

اللہ تبارک تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوئی اس حسن کا ذکر کرے گا وہ بھی

اُس کا ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ جن ہستیوں نے اس کا ذکر کیا یقیناً اُن کا ذکر حسب وعدہ خدا نے بھی کیا۔ کچھ حضرات نے اس انداز سے ذکر خدا کا کیا کہ قدرت نے انہیں ذکر بسم قرادے دیا جیسا ارشاد کیا :-  
 قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا سَمُوْا لَیْسَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ اَیَّاتُ اللّٰهِ  
 الخ (۲۱)

یعنی بے شک اللہ نے تمہاری طرف ذکر کو نازل کیا جو رسولؐ کے تم پر خدا کی آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ تاکہ ان آیات کی سند سے ایمان والوں اور صالحین کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ خداوندِ کریم اپنے حبیبؐ کے اندازِ ذکر سے اس طرح راضی ہوا کہ اُسے اپنے ذکر کے ساتھ بلند کرنے کا ذمہ لے لیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

”قَدْ اَفْخَا لَکَ ذِکْرًا“ اور ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کیا۔  
 (سورہ السہد نثر)

یعنی دوسرے الفاظ میں خود خداوندِ وعدہ لا شریک لہ نے اپنے رسولؐ کو اپنی صفت کا مظہر بنا دیا اور ہر مقام پر اپنے ذکر کے ساتھ ذکر رسولؐ کو لازم قرار دیا۔ مثلاً کلمہ طیبہ میں جہاں تو حیدِ خداوندی کا اقرار ضروری ہے وہاں ذکرِ رسالت بھی لازمی ہے۔ اذان و اقامت میں جس طرح یہ گواہی دو دفعہ دینا پڑتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی طرح یہ شہادت بھی دو ہی دفعہ دہرانا پڑتی ہے کہ محمد رسول اللہ

ہیں۔ نماز کے تشہد میں بھی اللہ نے اپنے ذکر کے ساتھ اپنے رسولؐ کا ذکر ضروری قرار دیا ہے۔ پس خدا نے اپنی مرضی سے ذکر رسولؐ کو بلند فرمایا ہے اور اس ذکر سے عداوت رکھنا براہِ راست مخالفتِ خداوندی ہے جس طرح رب العزت نے اپنے ذکر کے ساتھ اپنے حبیب کا ذکر بلند فرمایا۔ اسی طرح اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسولؐ کی اطاعت کو لازم قرار دیا۔ نبی کو اُمت پر اولیٰ قرار دیا۔ ہر صاحبِ ایمان کے لئے اطاعتِ رسولؐ شرطِ ایمان بنا دی بلکہ رسولؐ کی اطاعت ہی کو اپنی اطاعت کہہ کر اپنی صفت کا مظہر بنا لیا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا کہ:-

”مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ ۝“

یعنی جس نے رسولؐ کی اطاعت کی دراصل اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔

لہذا اس سے ثابت ہوا کہ خدا اور رسولؐ کی اطاعت ایک ہے۔ کوئی شخص رسولؐ کی اطاعت کے بغیر خدا کی اطاعت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ پس خدا نے خود ہی اپنے براہِ راست تعلق کا دروازہ بند کر دیا۔ اس لئے رسولؐ کو چھوڑ کر توحید کی آڑ میں اللہ سے براہِ راست رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔ اور رسالت کے بغیر عقیدہ توحید کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

اطاعتِ رسولؐ شرطِ ایمان ہے | سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-



”کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور رسول کوئی فیصلہ کریں تو پھر اُس مومن مرد یا عورت کو اپنے امر کا کوئی اختیار رہ جائے اور جو شخص خدا اور رسول کی حکم عدولی کرے گا وہ گمراہ ترین ہوگا۔“  
(اس آیت میں بھی خدا نے فیصلہ کرنے کا اختیار اپنے رسول کو دیا ہے اور اتباع و اطاعت کو ہدایت قرار دیا ہے۔)

ایسا ہی حکم مزید وضاحت کے ساتھ سورہ فہر میں پائے الفاظ ہے ”پس نہیں ہونگے آپ کے رب کی قسم (لوگ) نہیں ایمان والے ہونگے جب تک وہ اپنے باہمی مہنگڑوں میں آپ کو حکم نہ تسلیم کریں (پھر یہ بھی ضروری ہے کہ) آپ جو فیصلہ کریں اس سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس کئے بغیر اُسے پوری طرح (دل سے) تسلیم کر لیں۔“

اس آیت میں اللہ نے جناب رسول خدا کو حکم قرار دیا ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ تابع فرمانی رسول نہ صرف عملاً ضروری ہے بلکہ نیتاً بھی لازمی ہے کہ جس دل میں نفاق ہو اس دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوتا۔ پس جبکہ خود خُلائے قدوس نے اپنے نبی کی اطاعت کلی ہر صاحب ایمان پر واجب قرار دے دی ہے تو دعویدار ایمان کے لئے ضروری ہے کہ رسول کے ہر حکم کو خلوص دل سے قبول کرے ورنہ وہ ہرگز مومن نہیں ہے۔

## شَرک

خداوند کریم وحدہ لا شریک کی ذات کے ساتھ

کسی دوسری شے کو شریک کرنا، اُسے خدا یا خدا کا شریک سمجھ کر تعظیم دینا شرک ہے۔ لیکن کسی مخلوق یعنی غیر اللہ کو جسکے خدا کے مطابق واجب احترام ماننا خدا کی عطا کردہ قوتوں کے باعث اس کے فضائل کا اقرار کرنا اللہ کو خدا کی نشانی سمجھ کر تعظیم دینا اور خدا کی تعظیم کے مطابق اس کے اُن صفات سے مستفید ہونا جو منجانب خدا سے حاصل ہیں کبھی شرک نہیں ہو سکتا

لیکن نام نہاد تو حید پرست ناصبی مسٹر عزیز احمد لکھتے ہیں۔  
 ”پہلی بنیاد تو یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔  
 یہ کسی مخلوق مجملہ انسان جووان یا پتھر لکڑی دھات کے محبوس کو بزرگی دی جاے کہ قابل پرستش بن جائیں۔ نہ اُن سے دعا منت یا سفارش کی التجا کی جائے اور اُن سے گناہ بخشوانے یا ثواب دلانے کی امید رکھی جائے۔ نہ اُن کو داتا مشکل کشا یا دستگیر سمجھا جائے کہ یہ سب باتیں اسلام میں شرک کے مترادف ہیں۔ اور شرک کفر سے بدتر ہے۔“

کسی ناصبی کو جس کے ایمان کا انحصار نہ ہی قرآن مجید پر ہو نہ ہی سنت رسول پر۔ اسلام کی باتیں کرنا زیب نہیں دیتا۔ کیوں کہ اسلام تو قرآن و حدیث کے مجموعہ کا نام ہے جن دونوں سے نواصب نے لاطعلقی اختیار کر رکھی ہے۔ لیکن ناصبی مذہب کے بچے ادھیڑ نے کا یہ موقع نہیں ہے۔ کیوں کہ موضوع کتاب ”ولایت“ ہے۔ البتہ ان کی زیر افشاں زبان کو ہم دلائل کی چھڑی سے کاٹیں گے اور ان کے مجسمہ مذہب کو ضربت حیدری سے

ریزہ دیزہ کریں گے، اور ان باطل پرستوں کے چھوٹے دلائل کی دھجیاں اڑائیں گے اور ایسے باطل کش جواب دیں گے کہ جن سے خارجیت دم توڑ دے گی اور ان کی آئندہ نسلیں بھی حق کے مقابلہ پر آنے کا خیال نہ کر سکیں گی

لیکن اس وقت ہمارا خطاب اپنے مسلمان بھائیوں سے ہے جو بفضلِ تعالیٰ توحید کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ رسالت کے پروانے ہیں اور قرآن کی شیعہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔ جن کا ایمان ہے کہ اللہ ہی لائقِ عبادت ہے۔ اور اقتدارِ اعلیٰ اُسی کا ہے۔ کسی مخلوق کو یہ سزاوار نہیں ہے کہ معبودِ حقیقی کے علاوہ کسی دوسری مخلوق کو خدا سمجھے یا اُس کی پرستش و پوجا کرے۔ لیکن مخلوق کو یہ بھی حق نہیں ہے کہ خالق کے احکام کو اپنے زعمِ باطل سے پس پشت ڈال دے اور معبودِ حقیقی جیسے معظم و محترم قرار دے اُسے توحید کی آڑ لیکر معاذ اللہ ناقابلِ احترام جانے۔ اور طرح واضح حکمِ خداوندی کی اعلانیہ مخالفت کرتے ہوئے بھی دعویِٰ ارتوحید ہونے پر فخر کرے۔

خوارِ ج و نوا صیب و معبود ارتوحید تجوہیں

موحدِ ابلیس کی توحید

ابلیس سے بڑھ کر تو نہیں، اللہ کی توحید

ماننے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا۔ لیکن اُس نے آدم کو سجدہ نہ کیا۔ ابوالبشر کو واجبِ التعظیم نہ تسلیم کیا۔ لیکن اُس کی وہ خالی توحید پرستی اس کے راندہ درگاہ ہونے کا سبب ہوئی۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ

غالی توحید پرستی شیطان کی تعلیم کردہ ہے۔ اور بارگاہِ ایزدی میں ناقابل قبول بلکہ لائق تعزیر دوم ہے۔ پس ایک مسلمان کیسے شیطان کی اتباع کر سکتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ یہ راستہ سیدھا جہنم کو جائے گا۔ خواہ اس راہ پر توحید کی رنگ برنگی جھنڈیاں خوب سجادی گئی ہوں۔ تاکہ راہ گیر انہیں سنگ میل سمجھ کر دھوکا کھا جائیں۔ مسلمان جن کا ایمان ہے کہ توحید بغیر رسالت کے بالکل بیکار ہے وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عادل و غنی ہے وہ ہر نیکی کا اجر انعام کرتا ہے۔ اس کی ذات میں بے مروتی، بخل، ہٹ دھرمی اور کارہائے نمایاں سے چشم پوشی جیسے عیوب کبھی نہیں ہو سکتے۔ وہ رحیم و کریم، مستار و غفار اور عطا کرنے والا رب ہے۔ ایک عمل صالح کے بدلے دس درجے ادا کرتا ہے۔ پس جس شے نے بھی اُس سے نسبت قائم کر لی اُس نے اُسے غالی ہاتھ نہ لوٹا یا بلکہ جھولیاں بھر دیں کیوں کہ اُس کے خزانے میں کبھی کمی نہیں ہے۔

جس جس انسان نے اس سے جیسا تعلق رکھا اُسے ویسا انعام دیا۔  
۱۔ وہ مسجود ہے۔ آدم پر خوش ہوا کہ وہ علم کے معیار پر پورے اترے لہذا فرشتوں جیسی معصوم مخلوق کو ان کے آگے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا۔

۲۔ وہ خالق ہے۔ عیسیٰؑ پر نظر کرم فرمائی۔ اور جس طرح اپنی ذات کے لئے فرمایا ”۱۰۰ خالق بشراً مت طیناً بالکل اسی طرح عیسیٰ کو قدرت بخشی اور ان سے کہلوا یا۔ انی اخلقکم من طیناً“

۳۔ وہ موت کو حیات میں بدلتا ہے۔ پس مسیح ابن مریم پر عنایت ہوئی

لہذا ان سے کہلویا۔ "واضحی الموی" ۱۳

اب بتائیے کیا حضرت آدمؑ کو مسجود ملائکہ تسلیم کر لینے اور حضرت مسیحؑ کو حکم خدا خالق طیر اور صاحب امر اعیان مان لیتے تو حید میں کوئی فرق آئیگا؟ برگز نہیں اگر کچھ لوگ خدا کی سچی باتوں کو جھٹلاتے اس کے احکام کی تکذیب کریں اور پھر اس شرارت کو غلام توحید میں چھپائیں تو بھلا اسلام سے ان کا کیا واسطہ؟

بات پھر آگئی کہ جو کوئی ایمان و خلوص سے اللہ کی جانب ایک قدم بڑھاتا ہے تو خدا رحمت کے دس قدم بڑھا کر اس پر انعام کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دراصل وہ تمام طاقتوں و صفات حسنہ کا مالک ہے اور اپنے برگزیدہ بندگان پر کھلے ہاتھوں انعامات کی بارش کرتا ہے۔ اگرچہ وہ بندگان مخلوق ہوتے ہیں۔ لیکن عطائے ربانی کے سبب اور اپنے تفضل سے وہ ان کو اپنی صفات کے مظہر بنا دیتا ہے۔

یہ فضل و انعام نہ صرف انسانوں پر کیا گیا ہے بلکہ چھپر بھی شرف یاب ہوئے مثلاً حجر اسود اور عمارتِ خانہ کعبہ وغیرہ۔ چنانچہ خداوندی ہے کہ لا عظمت الا للہ اور العظمت للہ یعنی عظمت صرف اللہ کے لئے ہے۔ لیکن خدا نے اپنی بے جان مخلوق اشیاء کو عظمت دی ہے جیسا کہ ارشاد ہے "جو شعائر اللہ کی تعظیم بجا لا پس وہ دل کی پرہیزگاری سے ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ مالکِ عظمت اللہ

نے اپنے اس فرمان سے شعائر اللہ کی تعظیم کو اپنی عظمت و تعظیم قرار دیا ہے۔ پس اگر کوئی مسلمان مولد کو غیر اللہ سمجھ کر تعظیم کے لائق نہ سمجھے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ لہذا کوئی صاحب ایمان یہ حرکات نہیں کر سکتا کہ شعائر اللہ کو غیر اللہ مانتے ہوئے بھی ان کے احترام و تعظیم سے انکار کر بھیجے اور جو کوئی ایسا کرے وہ مسلمان نہیں خواہ وہ توحید کی راسخ العقیدتی کی وجہ ہی سے کیوں نہ ایسا کرے۔ اور پھر یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ شعائر اللہ کسی سے منسوب ہو کر شعائر اللہ ہیں۔ اور یہ شرف نسبت محترم کی وجہ سے ان کو حاصل ہے۔

پس تعلیم قرآن یہ ہوئی کہ خاصانِ خدا کی نشانیوں کا احترام تقوا نے قلبی کی دلیل ہے۔ تو پھر تبرکات، زیارات و عزارات کا احترام از خود ثابت ہو گیا اور اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ”چودہ مسئلے میں تحریر کر دی ہوئی ہے۔ المختصر ناصبی تحریر خلافت قرآن مجید ہے کہ مخلوق کو برتری نہ دی جا۔ بلکہ اگر ان کی اس توضیح کو تسلیم کر لیا جائے تو توہینِ خداوندی کا ارتکاب ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ محاذ اللہ ایسا بخیل ہے کہ وہ کسی قربانی و ایثار پر بیعت جو نہیں کرتا یہ بہت بھیانک تصور ہے۔

اسی طرح شانِ خداوندی ہے کہ ”ہل من ولی غیر اللہ“ یعنی کیا خدا کے سوا کوئی اور ولی ہے۔ یا ”لا ولی الا اللہ“ کہ ہرگز کوئی ولی نہیں ہے مگر اللہ۔



۲۴

ان جملوں کے مطابق جو کوئی غیر اللہ کو "ولی" ماننے وہ مسلم نہیں رہتا۔ لیکن آئت عنوان میں خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ "سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول ہے۔ اور وہ مومنین جو قائم کرتے ہیں نماز کو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں حالت رکوع میں" (المائدہ)

اس حکم میں خداوند عالم نے اُمت محمدی کے لئے خود اپنی ذات اور اپنے رسول اور مومنین کے خاص گروہ کو ولی قرار دیا ہے۔

یہاں بھی وہی طریقہ ہے کہ خدا نے اپنی صفت، ولایت، مظہر اپنے رسول کو اور اس گروہ مومنین کو بنایا ہے جو کہ زکوٰۃ دیتے ہیں درآنحالیکہ رکوع میں ہوتے ہیں۔ لہذا رسول اور مذکورہ مومنین کو "ولی" ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ رسول خدا اور رکوع میں زکوٰۃ دینے والے مومنین کو اپنا ولی ماننا (جو خدا نہیں ہیں) واجب ہے اور محض ان کو مخلوق سمجھ کر "ولی" نہ تسلیم کرنا امر اللہ کی مخالفت کرنا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ رسول اور مومنین مذکورہ کی ولایت کا انکار دراصل خدا کی ولایت کا انکار ہے۔

## ابلیسی توحید اور معاشرہ

مبینہ صورت توحید اگر معاشرہ پر مسلط کر دی جائے کہ جو صفات باری تعالیٰ ہیں ان کا مظہر کوئی مخلوق نہیں ہو سکتا خواہ وہ

و دینیت و کرامت فرمودہ ہی کیوں نہ ہو تو ایک طرف تو عجزِ خدا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ خدا میں وہ قدرت نہیں ہے کہ جسے چاہے عطا کرے اور دوسری طرف عام نظام حیات پُری طرح متاثر ہوتا ہے۔ "تعظیم و احترام صرف اللہ کے لئے جبکہ ہرگز و حکام و اہل باغیر اللہ ہیں اس لئے اُن کی عزت و توقیر شرک ہے۔ پس نہ کسی بوڑھے بڑے کا لحاظ ہے اور نہ ہی افسر و حاکم کی عزت۔ جو جی میں آئے کریں۔

خون صرف خدا کے لئے ہے لہذا ماں باپ اور استاد چونکہ خدا نہیں ہیں اس لئے اُن سے کاہے کا ڈر۔

شافی ذاتِ خداوندی ہے۔ شفا اسی کے ہاتھ میں ہے اب طبییٹ ڈاکٹر کی کیا احتیاج اور علاج کی ضرورت کیسی؟ کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے۔

گاڑی رُک گئی ہے۔ کسی سے مدد مانگنا گناہ ہے۔ اسے یہیں چھوڑ دیں۔ دھکا لگوانے کے لئے غیر اللہ کی امداد کی ضرورت ہے۔ جو شرک ہے۔ اللہ رازق ہے۔ اس نے اپنے کو رزاق کہا ہے۔ وہ سب کو رزق دیتا۔ محنت مزدوری کرنے، نوکری تلاش کرنے اور کسی غیر خدا سے مال و دولت حاصل کر کے نان و نفقہ کا انتظام کرنا شرک ہے۔ تو حیدرِ رخصت ہوتی ہے۔ اب کیا کریں۔ ٹھنڈا پانی پی مریں؟ اس قسم کی توحید پرستی جہلِ مرکب ہے۔

الغرض تمام شعبہ ہائے زندگی میں اس قدر پیچیدہ مباحث پیدا ہوں گے کہ کارخانہ ہستی کا نظام بغیر تسلطِ قیامت از خود نیست و نابود ہو جائیگا۔

یہی دُجہ سبق ہے جو ناصبی حضرات ہمیں پیش کر رہے ہیں اور خود مختار کتاب کو اپنے مشلول ہاتھوں سے لکھ کر توحید کا ٹاٹل جما کر دامِ فریب پھیلا رہے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ شرکارِ شرکاری سے کہیں زیادہ آزمودہ کار اور ہوشیار ہے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور زندگی کے ہر شعبہ سے عادلانہ مربوط ہے۔ اگر اس کی اصل اول ہی کے نتائج اس قدر ہولناک نظر آئیں گے تو پھر باقی تسلیم کیسی ہوگی۔ لہذا ہم مسلمانوں سے درست گزاریش کرتے ہیں کہ اس ناپاک فتنے کو سراٹھانے سے پہلے ہی کچل دیں۔ اسلام دیگر اقوام کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے اور وہ شروع ہی سے اس کے خلاف اعلانیہ و خفیہ نبرد آزما ہیں۔ پس اگر اس قسم کی توحید کی اشاعت اس زمانہ سائنس و فن میں پھیلی تو اُن کے عزائم مذمومہ کو تازہ کمک مل جائے گی۔ ناموسِ اسلام کا تحفظ ہر کلمہ گو پر واجب ہے۔ اس لئے فرض شناسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے دشمن کی اس شاطرانہ چال کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

عوام الناس میں مذہب سے کنارہ کشی کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے، اسلام کے خلاف غیر مسلم قومیں دل کھول کر تنقید کر رہی ہیں۔ شانِ رسالت میں گستاخی کے واقعات آئے دن اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں۔ لیکن اب منافقانہ طرز پر ہمارے ملک پاکستان میں بھی جس کا مطلب ہی لا الہ الا اللہ ہے۔ کچھ معاندین نے اسلام ہی کا

لبادہ اڈھ کر اور نام نہاد توحید کی جباہین کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد  
تیار کرنا شروع کر دی ہے۔ اور یہ کہہ کر کہ مسلمانوں کا فلاں گروہ پلید  
ہے اتحاد اسلام کا شیرازہ کبیر نے کی ناپاک سازش میں مصروف  
ہیں ایسا خود ساختہ مذہب پھیلا رہے ہیں۔ جو نہ ہی عقل و دانش کے  
تقاضا جات پورے کرتا اور نہ ہی اسے کوئی قرآن و حدیث سے تعلق ہے۔  
در اصل اس مذہب پر چار سے (وہ اسلام کا روپ دھار کر) تعلیمات  
اسلامیہ کی صورت مسخ کر رہے ہیں تاکہ اسلام کا یہ دعویٰ کہ یہ دین اکمل  
و جامع ہے بیکار ثابت ہو جائے خود ہی انصاف کیجئے۔ کہ احادیثِ رسول  
سے انکار کر کے، تاویل و تفسیر قرآن سے منکر ہو کر، تقدسِ انبیاء و اولیاء  
کو پامال کر کے، شعائر اللہ کی بے حرمتی کر کے، محمد و آل محمد علیہم السلام  
کی عظمت کی نفی کر کے، یزید و ولید و مروان کی حمایت کر کے، حسن و حسین  
کی گستاخی کر کے، خلفاءِ مسلمین کی تکذیب کر کے، رسالتِ محمدؐ سے  
کنارہ کش ہو کر، ولایتِ خدا سے دور رہ کر، علیؑ و اولادِ علیؑ سے بغض  
رکھ کر حُنفیت کی مخالفت کر کے، یزیدیت کی حمایت کر کے، خلافت کو مودود  
قرار دے کر، امامت سے بے زاری اختیار کر کے ملوکیت کی تائید کر کے  
ملتِ مسلمہ میں فتنہ و فساد برپا کرنے والے نامیہ لوگ کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں۔ ۹  
اس ہی فتنہ پرور گروہ نے حضرت علیؑ کو حکم خدا و رسولؐ کے برخلاف  
اجماعِ امتِ مسلمہ کے برعکس یہ کہا ہے کہ "حضرت علیؑ" اللہ کے ولی  
نہیں ہیں۔ حالانکہ ابتدا سے یہ امر تنفیق بین الفرقین ہے کہ علی اللہ کے

دلی ہیں۔ لہذا ہم یہ سعادت حاصل کرتے ہیں کہ عوام الناس کو حقیقت ولایت علویہ سے روشناس کروائیں اور قرآن و احادیث رسولؐ کے آئینے میں علمائے اہلسنت کے ارشادات نقل کریں تاکہ نا صبیوں کے جھوٹ کی تلخی کھل جائے۔

## اتباع رسولؐ اطاعت اللہ ہے

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اطاعت رسولؐ ہی دراصل اطاعت خدا ہے۔ اور خدا کی براہ راست اطاعت کا دعویٰ قطعی دلیل و بنیاد ہے۔ رسولؐ کی اطاعت کلی پر فرض ہے اور یہ ضروری ہے کہ ہر فیصلہ میں حضورؐ کو حکم تسلیم کیا جائے اور آپ کے ہر حکم کو دل سے تسلیم کیا جائے۔ حیل و حجت اور نفاق دل کا نتیجہ نجات دایمان سے محروم ہے۔

بلکہ مطیع و متبع رسولؐ ہی سے خدا محبت کرتا ہے اور اس کو مغفرت کی ضمانت دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی بحببکم الله و یخفہ لکم ذلوبکم ۳ یعنی اے رسولؐ کہہ دو کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ تو خدا تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

آیہ کریمہ میں خدا نے اپنی محبت کو اطاعت رسولؐ خدا سے

والسنة ومنسك فرما دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ جس قدر کوئی اتباعِ رسولؐ کرے گا اسی قدر خدا اُس سے محبت کرے گا۔ اور اگر رسولؐ محبوب کو چھوڑ کر اکیلی توحید کے براہِ راست خدا سے عشق لگانے کی جسارت کرے گا تو اُسے مایوسی و نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا، لہذا واضح ہو گیا کہ محبتِ خدا مطیعِ رسولؐ خدا سے جدا ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پس جو خدا کی محبت کو متبعِ رسولؐ خدا سے علیحدہ کرے وہ مسلمان ہی نہیں رہتا کہ اتباعِ رسولؐ کا نام ہی دینِ اسلام ہے۔

لہذا نام نہاد توحید پرستی والے دین کے متعلق علامہ اقبال نے خوب کہا ہے کہ

دینِ مُلا فی سبیل التلافی

واضح ہو کہ اطاعتِ رسولؐ مبینِ شفع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ سعادت ہے جس کے عوض خدا نے تمام گناہ بخش دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ پھر حضورؐ کو شفع یعنی شفاعت کرنے والا رسولؐ نہ تسلیم کرنا بھی انکارِ قرآن ہے۔ لہذا حضورؐ کی شفاعت پر اعتراض کرنا ازدوئے قرآن درست نہیں اور قرآن کی ایک آیت کا منکر بھی اسی طرح کا نر ہے جس طرح پورے قرآن کا منکر۔

پس نجات کی راہ یہی ہے کہ اطاعتِ رسولؐ کی پابندی کی جائے کہ یہی دینِ دُنیا اور آخرت کے لئے زاہدِ راہ ہے۔



اب رسول اگر کسی شخص کے لئے اعلان فرمائے کہ وہ میرے بعد نبی ہے تو ہر امتی پر واجب ہے کہ اس حکم کو بلا حیل و حجت تسلیم کر لے کیونکہ رسول کے فیصلہ کے بعد کسی بھی فردِ امت کو یہ حق نہیں ہے کہ اس پر کوئی حرف گیری کرے یا نکتہ چینی کرنے کی جسارت کا مرتکب ہو کیوں کہ ایسا کرنا بروئے قرآن اُسے گمراہی میں پھینک دے گا۔ اور شخص حکمِ رسول کو دل سے تسلیم نہ کرے گا بلکہ محض زبانی کلامی مانے گا تو وہ بے ایمان ثابت ہو جائے گا۔ پس گمراہی اور بے ایمانی سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہی ہے کہ رسول خدا کی اطاعت کشادہ روی اور فرمانبرداری سے بجالائی جائے۔

## منزلتِ ہارونی

فرمانِ رسولؐ یہ ہے کہ :-

”اے علیؑ تیری منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

(یہ حدیث متفق بین الفرقین ہے)

ملاحظہ ہوں کتب حضراتِ اہل سنت والجماعۃ :-

۱۔ صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد ۷ باب فضائل

اصحابِ نبی مناقب علی حدیث ۹۳

۲۔ صحیح مسلم مطبوعہ مصر الجزء السابع باب من فضائل علیؑ

۳۔ جامع الترمذی مطبوعہ نول کشور باب مناقب علیؑ ص ۱۸۵

۴۔ مشکوٰۃ جلد ۳ باب مناقب علیؑ حدیث ۵۸۲۶

۵۔ مسند احمد حنبلی مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۴۹ وغیرہ۔

رسولؐ کریم نے اپنے فرمانِ وحی بیان میں صرت نبوت کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ”اَلَا اِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِی“ اور مسند احمد حنبلی مطبوعہ مصر جلد اول (مسند ابی اسحق سعد بن ابی وقاص) ص ۲۶ تا ۳۳ اس حدیث کی روایت بالمعنی موجود ہے اور وہاں ”اَلَا النُّبُوَّةُ“ کے الفاظ ہیں لہذا صرت نبوت مستثنیٰ ہوئی تو پھر نبوت کو چھوڑ کر حضرت ہارونؑ کی ہر منزلت جو انہیں حضرت موسیٰؑ سے حاصل تھی حضرت علیؑ کو سب کا رسالت مآبؑ سے حاصل ہوئی۔ از روئے قرآن حضرت ہارونؑ ہی حضرت موسیٰؑ کے وزیر و خلیفہ بلا فصل تھے لہذا ارشادِ پیغمبرؐ کی رو سے یہی منزلت حضرت علیؑ کو حاصل ہوئی اور حضرت رسولؐ خدا کے خلیفہ بلا فصل قرار پائے۔ کیونکہ رسولؐ مقبول نے نبوت کا استثنیٰ فرمایا نہ کہ اولیتِ خلافت کا۔

**ایک مشبہ کا ازالہ** | بعض معتزین کا خیال ہے کہ سفرِ تبرک پر تشریف لے جاتے وقت

یہ شرف عارضی طور پر حضرت علیؑ کو دیا گیا۔ حالانکہ قابلِ غور امر ہے کہ اُس وقت مدینہ میں وقتی طور پر خلیفہ چھوڑ جانا کوئی ضروری نہ تھا۔ جب کہ حضورؐ نے کسی سفر یا جنگ پر تشریف لے جاتے وقت

اس سے قبل کبھی بھی کسی کو خلیفہ مقرر نہ فرمایا تھا۔ بلکہ منشاء رسولؐ یہی ہے کہ آپؐ کے خلیفہ برحق کا علم امت کو ہو جائے اور پھر فرمانِ وحی کے بیان میں لفظ ”بعد ہی“ یعنی ”میسر بعد“ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مولا علیؑ کی منزلت ہارونی وقتی یا عارضی نہ تھی بلکہ رسولؐ کے بعد ہمیشہ علیؑ اسی منزلت پر رہیں گے۔

اس تقرر کے موقع پر حضورؐ کی موجودگی میں چند لوگوں نے ایسا اعتراض وارد کیا اور کہا کہ علیؑ کو عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بنایا گیا ہے۔ (جس طرح کہا کہ اقربین میں بنایا ہے) اس پر حضرت علیؑ نے خدمتِ رسولؐ میں عرض کیا کہ لوگ ایسے ایسے کہتے ہیں چنانچہ آپؐ نے حدیثِ منزلت ارشاد فرما کر اس شبہ کو خود ہی دور کر دیا کہ علیؑ میرے خلیفہ و قائم مقام ہیں میرے بعد۔

نیز معتبر کتاب اہل سنت والجماعۃ حبیب السیر مطبوعہ ممبئی جلد ۱ ص ۴۷ پر مرقوم ہے کہ سورۃ برات کی تبلیغ کے موقع پر حضورؐ نے فرمایا ”علیؑ مجھ سے ہے، اور وہ میرا بھائی ہے، میرا وصی، میرا وارث“

اور میرا خلیفہ ہے۔ میرے اہلبیت اور میری امت میں میرے بعد۔

پس یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ حضرت رسولؐ اکرم نے جناب امیرؑ کو ہارونِ امت وقتی طور پر نہ بنایا بلکہ آپؐ کے بعد وہ ہمیشہ اس منزلت پر فائز ہیں۔

**زمانہ موسیٰؑ و ہارونؑ کے مسلم کا کلمہ**  
اب ذرا زمانہ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے

طرف رجوع فرمائیں کہ اس وقت جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تھا تو اُسے اللہ کے علاوہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ دونوں پر ایمان لانا ضروری تھا۔ چنانچہ ارشادِ قرآن کے مطابق اس زمانے کا مسلمان یہ اقرار کرتا تھا۔

قَالُوا مَتَّابِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ہاں موسیٰ و ہارونؑ

یعنی پکار اُٹھے ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو رب ہے موسیٰ کا اور ہارونؑ کا۔

(سورہ اعراف، ۱۲۱، ۱۲۲)

پس چونکہ حضرت امیر علیہ السلام کی منزلت اُمتِ محمدؐ یہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی سی اس لئے ضروری ہے ہر مسلمان ولایتِ علیؑ کا اقرار کرے۔ کیونکہ اس سے انکار نافرمانیِ رسولؐ اور ناراضگیِ ربِ رسولؐ ہے۔

## اعلانِ ولایت اور قرآن مجید

قرآن مجید پارہ ۷۷ سورۃ المائدہ کی آیتِ ولایت ہم نے آیہ عنوان قرار دی۔ اس کا ترجمہ اور شانِ نزول ہم دورِ حاضر کے مشہور خطیب جناب علامہ مولوی محمد شفیع اوکاڑوی صاحب سابق ممبر قومی اسمبلی نمائندہ جماعتِ اہلسنت کی کتاب ”سفینۃ نوحؑ“ سے

نقل کر کے ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ تاکہ سنی حضرات کا ایمان ولایت تازہ ہو اور نصیبیوں کے زخم پر نمک افشانی ہو جائے۔

”ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سائل نے انکو سوال کیا۔ آپ نے بحالت رکوع انکو کھٹی سائل کو صدقہ عطا فرمادی۔ وہ انکو کھٹی انگشت شہادت میں ڈھیلی تھی۔ بے عمل کثیر کے نکل گئی۔ جب آپ نے انکو کھٹی سائل کو دے دی تو اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ نازل فرمائی۔  
**اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ...** الخ سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا مددگار (دلی) تو اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں دہاں حالے کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔“  
 (تفسیر خازن و مدارک ص ۴۴۴ و تفسیر کبیر ص ۴۳۱)

## اکابرین اہل سنت و الجماعت کا اقرار ولایت علی

اکابرین اہل سنت و الجماعت اور علمائے کلام اس امر پر اتفاق کرتے ہیں کہ آیہ ولایت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا ان کے اقرار ولایت علویہ کا ثبوت مندرجہ ذیل کتب اہل سنت و الجماعت میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ تفسیر جامع البیان ابن جریر طبری مطبوعہ دار المعارف مصر جلد ۱۱

ص ۲۲۵ اور ص ۲۲۶

- ۲۔ تفسیر حافظ ابن کثیر دمشقی مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۲۹
  - ۳۔ تفسیر خازن مطبوعہ مصر جلد اول ص ۵۰
  - ۴۔ تفسیر درمثور جلال الدین سیوطی مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۹۳ تا ۲۹۴
  - ۵۔ تفسیر حسینی (فارسی) مطبوعہ نول کشور لکھنؤ جلد اول ص ۱۵۱ و ۱۵۲
  - ۶۔ تفسیر قادری مطبوعہ مکتبہ مصطفائی کشمیری بازار لاہور جلد اول ص ۲۲۵  
(تفسیر حسینی کا اردو ترجمہ ہے)
- ۷۔ منتخب کنز العمال بر حاشیہ سند خلیل مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۳۸ وغیرہ
- چنانچہ ان شواہد کے بعد یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی مستثنیٰ دلائل علیٰ سے انکار کرے۔ لیکن دشمنان رسالت و خاندان رسالت جن کا اسلام سے کوئی رشتہ ہی ہمیں ہے جو محدثین و مفسرین کی بے لوث خدمات جو انہوں نے خالص دینی جذبہ کے تحت لاتعداد مشکلات اور بے شمار مصائب کا مقابلہ کرتے ہوئے سرانجام دیں کو "ذخیرہ خرافات" کہتے ہیں یقیناً مسکرین ولایت ہیں۔ اسی لئے انہوں نے غیر مسلم قلم کاروں کی اتباع کرنے کو اطاعت رسول خدا پر فوقیت دی ہے مستشرقین کے احسان مند ہیں اور رسول مستشرقین اور ان کے خاندان کے احسانوں کا بدلہ ان کی توہین و تکفیر کے بڑی دھوم دھام سے اُٹا رہے ہیں۔ چنانچہ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

"مستشرقین کا بے شک ہم پر احسان ہے جنہوں نے آپ کے اسی "ذخیرہ خرافات" یعنی ابوحنیفہ و طبری و یعقوبی و مسعودی کی



کتابوں سے کچھ جواہر پزیرے چُن کر فراہم کر دئے ہیں۔ جن سے مسلمان کا جھکا ہوا سر ایک بار اٹھنے کے قابل ہو سکا ہے۔ ورنہ آپ کی تاریخ جس میں خلافت کے لئے صحابہ ایک دوسرے سے دست و گریباں دکھائے گئے ہیں کہ ہر غیور مسلمان کے لئے شرمناک اور اندوہناک ہے۔

(سبائی سنہ باغ ۱۲۷ مؤلفہ عزیز مداح صدیقی)

اے ناصبی صاحب! آپ کو خداوند کریم و حکیم نے بصیرت و بصارت جیسے نعمات سے محروم کر رکھا ہے۔ سنو یہ قہرِ خدا ہے کہ ایک جانب تمہاری ظاہری و باطنی بنیائی سلب کر لی گئی ہے اور دوسری طرف خود تمہارے ہاتھوں تمہارے مصنوعی مذہب کے ڈھول کا پول کھل رہا ہے الحمد للہ کہ جو باطل کو اُسی کے دستِ شکستہ سے فنا کرتا ہے۔ قبل اس کے میں تمہاری یادہ کوئی پر تبصرہ کروں پہلے میں تمہاری ملاقات مولوی محمد شفیع صاحب علامہ اہلسنت سے کرانا چاہتا ہوں کہ آپ نے اپنی کتاب ”سفینہ نوح“ کے لئے پر ایک روایت نقل کی ہے جواب بھی تمہاری عبرت کے لئے کافی ہے۔ ہو سکتا ہے جو عتاب بغضِ علیؑ اور تکذیب و لائنت کے باعث تمہاری نظر بد بخت پر مستط ہے اس میں کمی آجائے اور تمہاری عاقبت اندیشی کا سبب بن جائے۔ تو سنو مولوی محمد شفیع صاحب کہتے ہیں کہ۔

”حضرت علی بن ناذان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ نے ایک حدیث بیان فرمائی تو ایک شخص (جو غالباً تمہارا ناصبی بھائی بند ہوگا)

نے اس کی تذبذب کی آپ نے فرمایا اگر تو سچا ہے تو میں تیرے لئے بددعا کروں ؟ اس نے کہا ہاں !  
آپ نے اس پر بددعا فرمائی پس وہ ہاں سے نہیں پھرا تھا کہ اس کی بیانی جاتی رہی۔

الریاض النضرہ ۲۹۲ و تاریخ الخلفاء سیوطی

تمہارے استاد ناصی عباسی کا حشر بوقت آخر جو ہوا ذرا تھوڑی دیر اکیلے بیٹھ کر اس پر غور کر لینا۔ حارث فہری کا واقعہ، انس بن مالک کا مبروص ہونا اور پھر تمہاری اپنی نگاہِ نارسا کا موقوف

ہونا اس امر کے شواہد ہیں کہ علیؑ دشمنی دونوں جہانوں میں باعثِ آزار و محرومی ہے۔ پس اگر تم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو نا صیت سے تائب ہو جاؤ۔ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ ورنہ یہ فتنہ جو تم اور

تمہاری جماعت پیدا کر رہی ہے اس کا عذاب تا قیامت تمہاری روح کو ہوتا رہے گا اور بالآخر ملعون امت قرار پاتے ہوئے جہنم رسید ہو جاؤ گے کیونکہ جنت تو اہلبیتؑ رسولؐ کے حب داروں کے لئے ہے نہ کہ تم ایسے

بے ادب و گستاخ شیاطین کے لئے کہ جو آداب تحریر سے بھی واقف نہیں۔ تم نے اپنے بزرگوں کے بزرگ یزید ملعون پر ہر جگہ دُعا یہ جملہ لکھا ہے لیکن علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور دیگر ائمہ اہلبیتؑ کے اسماء مبارکہ کے ساتھ ضمنی نشانِ احترام بھی لگانا گوارہ نہیں کیا۔ بلکہ ایسی بازاری

زبان میں ان مقدس افراد کا تذکرہ کیا ہے کہ اُسے نقل کرنے سے قلم نحر کرنے  
انکار کر دیا ہے۔ خیر، نقل کفر کفر نہا شد، اس بحث کا یہ مقام  
نہیں ہے۔ مناسب وقت پر زلزلہ انگن منہ توڑ اور دندان شکن جواب  
دیا جائے گا۔ فی الحال ہم تہیں یہی نصیحت کریں گے کہ تعصب کے  
عینک اُمار دو اور خالوادہ رسول سے دشمنی ختم کر دو۔ ورنہ دونوں  
جہانوں میں قابلِ لعنت بن جاؤ گے۔

آئندہ مطلب عوام کو اندازہ ہو گیا کہ گروہِ نوا صوب کی  
ہدایت کامرکز نہ تو قرآن ہے نہ ہی حدیث بلکہ ”مُتَشَرِّقین“ ہیں۔  
جو اذروئے قرآن مسلمان کے کبھی دوست نہیں ہو سکتے۔ پس اب تو  
مدعی نے خود ہی اقرار کر لیا کہ وہ اہل یہود و نصاریٰ کا مٹون و احسان  
مند ہے۔ اُن کے جمع کردہ ”جواہرِ نیروں“ پر اُن کے سارے مذہب  
کی بنیاد ہے۔ کیوں کہ مسلمان علماء کا علمی سرمایہ نوا صوب کے  
نزدیک ”ذخیرہ خرافات“ ہے۔

لطیفہ یہ ہے کہ علومِ اسلامیہ سے کنارہ کشی کر لینے اور غیر  
مسلموں کے نظریات و خیالات کو اپنا لینے کو نوا صوبی نے ”مسلمان  
کے جھکے ہوئے سر کو اٹھایا ہے“۔ لکھ کر مسلمانوں کی توہین کی ہے۔  
نظر کے ساتھ عقل و دانش سے بھی اندھے ایہ کیا طوفانِ  
بد تمیزی ہے کہ ہم مسلمان تو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے علومِ اسلامیہ  
کے طفیلِ متشرِّقین نے ترقی کی ہے اے تم یہ کہہ رہے ہو کہ ہم نے

اپنے علوم کو چھوڑ کر جو انہوں نے ہمیں دیا ہے اس سے ہمارے جھگڑے سر بلند ہو گئے۔ کیا کوئی مسلمان ایسی توہین برداشت کر سکتا ہے۔؟ ایک طرف تم شیعوں کو کہتے ہو کہ یہ سبائی ہیں۔ ابنِ بسا یہودی کی تسلیم پر چلتے ہیں۔ حالانکہ کوئی ایک شیعہ بھی تمہاری اس بے ہودہ بات کو ماننے پر تیار نہیں مگر خود اپنے قلم سے یہ شائع کر رہے ہو کہ ہم مستشرقین کے احسان مند ہیں۔ یعنی تمہارے مذہب کی اساس ہی یہودی و نصاریٰ کے جمع کردہ ”جواہر ریزوں“ پر ہے۔ کیا میں نے پوچھ سکتا ہوں کہ ان جواہر ریزوں کی حفاظت و فروخت کا عوضانہ مستشرقین سے کیا ملا ہے؟

کیوں کہ ملا پر تم نے ”سبائی سبز باغ“ میں یہ بھی کہا ہے کہ ”بندہ جس طرح چاہے زندگی بسر کرے“ اور اس سے پہلے لکھا ہے محنت مزدوری کرنا اور بچے پالنا بھی دین کا جزو ہے۔ تمہارے نا صبی مذہب میں یہ جائز ہو سکتا ہے بابا! کہ جیسے مرضی زندگی بسر کرو۔ مگر مسلمان کی زندگی تو خدا و رسولؐ کے تعلیمات و اسوئہٴ حسنہ سے منسلک ہوتی ہے اسے اپنی مرضی کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اسلامی تعلیم کے مطابق رزق حلال کمانا شرط ہے۔ حرام محنت مزدوری کر کے بچوں کو پالنا اسلامی معاشرت میں گناہ کبیرا ہے۔ خیر ہم کس جھنجھٹ میں پڑ گئے۔ نا صبی سرسبز باغ تو سبائی سبز باغوں سے بھی پرکشش ہیں۔ خوب زندگی بسر کرو۔ نکتہ فساد پھیلاؤ۔ پھوٹ ڈالو اور اپنے ہادیوں (مستشرقین) کو اتنا

اسلام کی جڑیں کھوکھلی کر کے حکومت کر کے کیلے بلالو، تاکہ احسان کا بدلہ بھی اُتر جائے اور خلعت فاخرہ و مسند جلیلہ بھی ہاتھ لگ جائے۔ مسلمان محدثین و مورخین نے جس دیانت و خلوص سے اپنی خدمات انجام دی ہیں۔ اُن کے معترف تمہارے آقا متشرقیں بھی ہیں۔ مگر چونکہ اس کا تذکرہ خارج از موضوع ہے اس لئے اسے موقوف کرتے ہیں۔ ہمیں تو صرف بغل میں چھری کا انکشاف کرنا تھا۔ تاکہ مسلمان بھائی تمہاری اللہ اللہ کے دھوکہ میں آکر کہیں اللہ اکبر ہی نہ ہو جائیں۔ اور بخوبی جان لیں کہ بغل میں چھری منہ میں رام رام کی چلتی پھرتی اندھی لاش کی مثال ہمارے گرد گھومتی رہتی ہے۔

میرے سنی و شیعہ بھائی مجھ کو خدا و لائٹ سے انکار نہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ کتب اہلسنت و الجماعت میں درج ہے کہ رسول مقبول نے حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد پیغمبر ہے۔

”۲۰ عَلِیُّ صَاحِبِی وَ اَنَا مِنْہُ

وہو ولی کل مومن بعدی“

یعنی علیؑ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ ہر مومن کا ولی ہے۔ میرے بعد“

ملاحظہ فرمائیے کتب اہلسنت :-

- ۱۔ جامع الترمذی مطبوعہ نول کشور باب مناقب علی ابن ابی طالب <sup>ص ۶۱۶</sup>
- ۲۔ خصائص نسائی مطبوعہ محمدی لاہور <sup>ص ۵۲ تا ۵۳</sup>
- ۳۔ کنز العمال ملائقی بن حسام الدین مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد <sup>۱۵۲</sup>
- ۴۔ صواعق محرقة ابن حجر مکی مطبوعہ مصر <sup>ص ۴</sup>
- ۵۔ اصحابہ فی تميز الصحابة ابن حجر عسقلانی ترجمہ و سبب بن عمرہ <sup>۳۳۵</sup> وغیرہ
- ۶۔ مشکوٰۃ المصابیح <sup>ص ۵۶</sup>
- ۷۔ سفینہ نوح مولفہ محمد شفیع اوکاڑوی <sup>ص ۴</sup> نقل حدیث میں الفاظ "من بعدی" حذف ہیں

## اطاعت علیؑ اور خدا ہے | حضرت اہلسنت

والجماعت نہ صرف حضرت علیؑ کو "ولی اللہ" تسلیم کرتے ہیں بلکہ جناب امیرؑ کی اتباع کو اطاعت رسولؐ و رب رسولؐ مانتے ہیں۔ جیسا کہ مولوی محمد شفیع صاحب جماعت اہلسنت نے "سفینہ نوح" کے <sup>ص ۲۶</sup> پر مقدمہ ذیل حدیث رسولؐ کو درست تسلیم کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے

علی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(المستدرک حاکم ص ۱۲۱ الریاض النضرہ ص ۲۲) “  
پس اہلسنت بھائی اور شیخان اہلبیت دونوں کا اہل پر  
مکمل اتفاق ہے کہ اطاعت رسولؐ جو دراصل اطاعت خدا ہے اس  
امر کی تقاضی ہے کہ ہر مومن حضرت ”علیؑ“ کو ”ولی اللہ“ مانے  
اور دل و زبان دونوں طرح سے اس حکم کو تسلیم کرے کسی ایک  
سُنی نے بھی ایسی جرات نہیں کی کہ حضرت علیؑ کو ”ولی اللہ“ ماننے  
سے انکار کیا ہو۔ پس شیعہ و سُنی دونوں گروہ ”علی ولی اللہ“ کے  
قائل ہیں۔ البتہ دشمنان علیؑ جو جہ لبغض علیؑ اپنی عاقبت گنہا کر  
بھی سستی شہرت و سیاسی منفعت کی خاطر انکا ردائیت علیؑ کا پرچار  
کر رہے ہیں اور اس کی وجہ وہی سنگ دین ہے ہیں جن کو نوا صرب نے  
جواہر دینے بنا کر ”ساختم یورپ کا لیبل چسپاں کر کے عوام الناس  
کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ حالانکہ آج کا مسلمان تو یہ بخوبی  
سمجھتا ہے کہ گھر کے حالات گھروالے ہی بہتر جانتے ہیں غیروں کو کیا  
علم۔ لہذا اپنے علماء کی دیانتداری پر حملہ کر کے دشمنان اسلام کی تعلیمات  
کو فروغ دینا اور انہیں بحسن اسلام ماننا مخالفت قرآن حکیم ہے جو  
کسی اہل قرآن کو بھی گوارہ نہیں ہو سکتی۔ قرآن بار بار یہود و  
نصارے کو دشمن اسلام ٹھہراتا ہے اور ان کی ریشہ دوانیوں سے



خبردار کرتا ہے لیکن ناصبی اُن کو عسین اسلام جان کر بھی دعویٰ اسلام کرتے ہیں اور طرہ یہ کہ اپنے آپ کو اکثریتی گروہ ظاہر کر کے دنیا والوں کو اسلام کے نام پر غلط اور من گھڑت نظریات بتا کر دھوکہ دیتے ہیں تاکہ معاذ اللہ دین حقہ کی صورت مستح کریں اور اپنے مستشرقین آقاؤں سے داد تحسین حاصل کریں۔ ذرا ناصبی لاف ملا خطہ فرمائیے۔ (ناصبی اپنی اکثریت پر اتراتے ہوئے لکھتا ہے)

”پھر کتنے بڑے ظلم کی بات ہے کہ اصلی اسلام ایک آٹھ فیصد اقلیت والے فرقے کے قبضے میں رہے اور بالو ۹۲ فیصد والی اکثریت اس سے نابدل رکھی جائے۔ اُسے دوزخ کا نوالہ بننے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ ہم یہ ظلم ہرگز برداشت نہیں کر سکتے محض آپ کی نجات کے لئے لنگوٹ باندھ کر اس چوہے میں کود رہے ہیں۔ دیکھیں اس کی تہ میں کیا چھپا ہے“

(سبائی منبر باغ ص ۲۱)

اے ناصبی! اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہو گا کہ ایک ذرہ آفتاب روشن ہونے کا دعویٰ کر دے اور ایک گیدڑ شیر کی موجودگی میں جنگل کی بادشاہی کا اعلان کر دے۔ چنانچہ ناصبی نے بھی ایسا ہی دعویٰ کیا ہے کہ مسلمانوں کی ۹۲ فیصد آبادی کا مذہب ”مستشرقین کے جواہر ریزوں کا احسان مند ہے اور اسلاف کی تقسیمات معاذ اللہ خرافات کا ذخیرہ“ ہیں۔ اب ہم ایک جدول پیش کرتے ہیں جس سے

دونوں نظریات کا تقابل ہوگا اور ناصبی صورت بے نقاب ہو جائے گی

## ناصری سنگریزے

(جو تشریف لے چکے ناصیب پڑھا کیا)

مذہب نواصب کلمہ توحید اور ترجمہ قرآن پر منحصر ہے (سبائی سبب باغ واد)

یعنی ناصبی رسالت محمدیہ کو

ضروری نہیں سمجھتے۔ اتباع رسولؐ

کا کوئی مقام تسلیم نہیں کرتے۔

حدیث سے انکار کرتے ہیں سنتِ

نبویؐ کو چھوڑ کر ۹۹ فیصد حصہ

آبادی کے دعویدار ہیں۔ تاویل

و تفسیر کے قائل نہیں۔ بلکہ ان کا

ایمان یہ ہے کہ متن قرآن بھی کوئی

اہمیت نہیں رکھتا صرف ترجمہ کافی

ہے خواہ وہ ترجمہ غلط ہی

کیوں نہ ہو جامعین احادیث

علمائے مفسرین اور اکابرین عظام

کسی مدح کے قابل نہیں بلکہ

## اسلامی جواہر ریزے

(جو علمائے سنی و شیعہ نے جمع فرمائے)

۱۔ شیعہ و سنی دونوں فرقوں کا اتفاق

ہے کہ توحید کے ساتھ رسالت

امت ضروری ہے۔ کتاب اللہ کے

ساتھ سنت رسولؐ کا اتباع واجب

ہے اور دراصل اتباع رسولؐ ہی

اطاعتِ خداوندی ہے۔ سنت

سے مراد اسوۂ رسولؐ ہے جو احادیث

نبویؐ سے اخذ ہوتا ہے لہذا

انکارِ حدیث مخالفتِ رسولؐ ہے۔

محدثین و مفسرین نے جس بیانِ

سے ذخائرِ علوم جمع فرمائے اور

ان کی حفاظت فرمائی لا اوتے

تحسین ہے اور علمائے متقدمین

قابلِ ستائش ہیں۔ جس طرح

توحید کے لئے رسالت ضروری ہے۔

اسی طرح قرآن کے ساتھ حدیث ضروری ہے۔

۲۔ شیعہ و سنی مسلمان اولاد رسول سے عقیدت رکھتے ہیں۔

۳۔ سنی و شیعہ دونوں گروہوں کا اتفاق ہے کہ علیؑ حضرت رسولؐ کریم اور خدا کو محبوب تھے۔ اور حکم رسولؐ ہے کہ علیؑ سے محبت رکھو اُسے بُرا نہ کہو۔ چنانچہ مولوی محمد شفیع اوکاڑی صاحب نقل کرتے ہیں۔

”اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے علیؑ کو بُرا کہا اُس نے گویا مجھ کو بُرا کہا۔“

داحمہ مشکوٰۃ ص ۵۶۵ (سینہ نوح)

قابلِ مذمت ہیں کہ انہوں نے خرافات کا ذخیرہ جمع کیا یعنی احادیث و تواریخ کو خرافات کہہ کر بھی ۹۲ فیصد پرناز ہے۔ قرآن مجید کی واضح تفسیر کہ یہود و نصاریٰ، کفار و مشرکین اعدائے اسلام ہیں کے باوجود مستشرقین کی تعلیمات کو اسلام پر احسان مانتے ہیں مختصر مخالفت قرآن، انکار احادیث نبویؐ کے باوجود اپنے کو دائرۃ اسلام میں داخل سمجھنا اور ۹۲٪ آبادی کا دعویٰ کرنا۔ فی الواقعہ نواصب کی ہٹ دھرمی کی دلیل ہے۔ ورنہ مسلمان تو اس کے سائے سے بھی نفرت کرتے ہیں۔

۲۔ نامی رگ پنہیر اسلام کی اولاد سے عقیدت کو ”قریب“ کہتے ہیں۔

(سبائی سنہر باغ ص ۱۲)

ناصبی سنگ رینڈے

۳۔ ناصبی جی بھر کر شان امیرؑ

میں گستاخیاں کر کے مخالفت  
حکم رسولؐ کا ارتکاب کرتے ہیں  
اور اپنا ٹھکانہ دوزخ کی گہرائیوں  
میں بناتے ہیں۔ مثال کے لئے  
نقل کرتا ہوں ورنہ ضمیر اجازت  
نہیں دیتا کہ ایسے گستاخانہ جملے دھواؤ  
جو ایک اندھے ناصبی نے اندھاد  
سپر و قلم کئے ہیں۔ کیا مسلمانوں  
کی اکثریت یہ گستاخی برداشت  
کرے گی؟

”دھوبی پر بس نہ چلا  
گرہے کے کان اٹھئے۔ جناب  
امیر کو غصہ تو آیا اہل حکومت پر  
مگر بھاڑ ڈالا اصلی قرآن“  
(سبانی سنبڑاغ ص ۶۸)

ب۔ اور موللا صاحب نے امت کا  
آئین، شریعت کا دستور ایک  
نئی زندگی کا نظام دُنیا و آخرت

اسلامی جواہر دینڈے

برطانیہ پرنسپل عام مسلمان تو رہے ایک  
طرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بلکہ  
خلفائے نے بھی احترام علیؑ کو اپنا شعار  
سمجھا اسے سعادت جانا۔ چنانچہ  
اہلسنت کی کتب میں امام شعبی  
سے منقول ہے کہ :-

تعظیم علیؑ اور حضرت ابو بکرؓ

”حضرت ابو بکرؓ اور حضرت  
علیؑ آنحضرتؐ کی وفات کے چھ  
روز بعد حضرتؐ کی قبر مطہرہ پر  
زیارت کے لئے آئے۔ جناب  
علیؑ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا  
کہ وہ آگے بڑھیں حضرت  
ابو بکرؓ نے کہا میں ایسے شخص پر  
تقدیم نہیں کر سکتا جس کی شان  
میں رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے کہ  
علیؑ کی منزلت مجھ سے ایسی ہے  
جیسے میری خدا سے“

نامی سنگ مرید سے

کی نلاح کا ذریعہ یعنی اصلی قرآن  
بھاڑ کھینک دیا۔ ” ۱۹ کتاب مذکورہ  
ج :- ” جناب مولا کو عفتہ آیا تھا  
تو خلیفہ سے پٹ جاتے۔ ذوالفقار  
نہیں اٹھا سکتے تھے دانت ہی  
سے چبا ڈالتے۔ رات میں جا کر  
اس کا گلا گھونٹ دیتے یا اپنے  
خلیفہ گروں عبداللہ بن سبا اور  
مالک اشتر کو اسی وقت بلا لیتے  
اور غلط قرآن کے نفاذ کو روک دیتے“  
(ص ۱۹ کتاب مذکورہ)  
” مگر علی جو اپنا قرآن تیار کئے بیٹھے  
تھے منہ دیکھتے رہے۔“

(ص ۲۰)

۷۔ لوہب بغض علیؑ میں اس قدر  
راتخ ہیں کہ شان رسالت میں  
گستاخی کو بھی معیوب نہیں سمجھتے۔  
چنانچہ معراج انسانیت، خلق عظیم  
رسولؐ کی شان میں لے آئے ادب و

اسلامی جو اہر رہے

درحب الطبری فی الریاض النضرہ فی  
الفضائل العشرہ بحوالہ ارجم المطالب  
پس اہلسنت کے صدیق  
اکبر کے مطابق جناب امیر کا بمنزلہ  
حضرتؑ سے بمنزلہ حضرت کے خدا  
سے ہونا ثابت ہوتا ہے۔

مولا مشکل کشا اور عمر اعظم

مولوی محمد شفیع اوکاڑوی

صاحب ایک طویل روایت درج  
کر کے نقل کرتے ہیں کہ حضرت  
عمرؓ نے بارگاہ خداوندی میں دعا  
عرض کی ” اے پروردگار مجھ پر ایسی  
سخنی نازل نہ فرما مگر ابوالحسن  
دعلیؑ ابن ابی طالبؑ میری دہنی  
طرف موجود ہوں۔“

(الریاض النضرہ ص ۲۵۶)

۸۔ بحوالہ سفینہ نوح ص ۶۶)

لہذا ثابت ہوا کہ جس طرح رسولؐ خدا

بعد از خدا بزرگ، تو فی قصہ مختصر کے  
مصدق ہیں اسی طرح حضرت علیؑ  
بعد از نبی بزرگ، تو فی قصہ مختصر کے مصداق ہیں

## حضرت عثمان بن عفان اور ولایتِ علویہ

علامہ اہلسنت حافظ ابن

عقده نے ”حدیث موالاة“

میں اور منصور رازی نے ”کتاب

غدير“ میں حضرت عثمان سے

حدیث نقل کی ہے۔ کہ فرمایا

رسول اللہ نے :-

”جس جس کا میں مولا ہوں

اس کا یہ علیؑ مولا ہے“

الغدير مؤلفہ علامہ مبین جلد ۲ ص ۲۳۵

ارجح المطالب مؤلفہ مولوی عبید اللہ

ام قسری اہلسنت والجماعت ص ۶۸۵

ام المومنین بی بی عائشہ اور

جہادیدار امیر المومنینؑ

”ام المومنین حضرت

بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ

آپ فرماتی ہیں جب کبھی بھی حضرت

علیؑ ہمارے پاس آتے تھے اور

پریشانی کا بوجھ تھا تو ملاحظہ کیجئے۔

اور یقیناً بارگاہِ ایندلی میں بھی یہ

گستاخیاں نوٹ فرمائی گئی ہوں گی۔

”شاید رسول اللہؐ کے رونے

کی وجہ آپ کی سمجھ میں آگئی ہو۔

روتے نہ تو اور کیا کرتے بسر

پلنے کا مقام تھا۔ سچا سچ سال

کی عمر میں اتنا لمبا چوڑا سفر کروا

عرش پر بلایا۔ پانچ چیزیں

دیں جن سے کہیں بہتر پانچ چیزیں

علیؑ کو گھر بیٹھے دے دیں۔ پھر

حکم دے دیا کہ مرنے کے بعد علیؑ کو

اپنا خلیفہ بنانا۔ اس کے لئے وصیت

کہ جانا یعنی جو پانچ چیزیں خود

ان کو ملی تھیں وہ بھی دے دینا

اد پر سے طرہ یہ کہ مہمانِ خصوصی

کو خوش آمدید کہنے کے سجا کے

عاملانِ عرش سردوں کو جھکا جھکا

کہ علیؑ کی طرف دیکھنے لگے۔ اس

۱۔ حضرت راویانِ حدیث غدير میں حضرت عثمان کا تیسرا نام ہے۔

اس وقت میرے والد حضرت  
ابوبکرؓ بھی موجود تھے تو وہ  
ابوبکرؓ حضرت علیؓ کی طرف  
دیکھنے سے نہ تھکتے تھے۔ میں نے  
اُن سے پوچھا۔ ”بابا آپ علیؓ  
ابن ابی طالب کی طرف ٹکٹ کی  
باندھ کر دیکھا کرتے ہیں۔ انہوں  
نے جواب دیا۔ ”اے بیٹی!

میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے  
سنا ہے کہ علیؓ کے چہرے  
کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔“

(روایت اہلسنت ریاض النضرہ  
جلد ۲۹ اور مخندی)

صحابی رسولؐ ابوسعید  
خدریؓ اور ذکر علیؓ

علامہ اہلسنت مولوی محمد  
شفیع اوکاڑوی نے دلیلی و کثر النما  
سے ایک صحیح حدیث جناب ابوسعید  
خدریؓ صحابی رسولؐ مقبول علیؓ

بے قدری پر رسولؐ کو جتنا غم ہوتا  
کم تھا۔ اگر خدا رسولؐ کی موجودگی  
میں یہ سب نہ کرتا تو کیا بگڑتا ان  
کی آؤ بھگت اور پیشوائی کے بعد  
یہ اذن دیا جاسکتا تھا۔“

(سبائی سبز باغ ص ۱۰۱)

یہ عبارت انکار واقعہ معراج النبیؐ  
کے سلسلے کی کڑی ہے۔ علیؓ تو  
رہے ایک طرف نامی نے حضورؐ  
کے اسم گرامی پر درود کا نشان لگانا  
بھی ضروری نہیں سمجھا اور پھر  
رسولؐ کو درود ادا رسولؐ سے اس قدر عداوت  
کے باوجود ۹۲ فیصد ہونے کا  
جھوٹا دعویٰ بھی کر دیا۔

اگر انکار قرآن و حدیث تو ہیں  
رسولؐ و خالوادہ رسولؐ تکذیب  
خلفاء و اصحابؓ النبیؐ و ازواج  
پیغمبرؐ جیسے سنگر نیروں کی متاع  
بے وقعت کے بل بوتے پر



۵۰

اسلامی جواہر رینے

علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے۔

”حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت

علی کا ذکر عبادت ہے۔“

(سفینۂ نوح ص ۵۹)

مندرجہ بالا تصریحات سے

ثابت ہوا حضرت اہلسنت و

شیعہ دونوں حضرت امیر کی

تعظیم و ولایت کے معتقد ہیں۔

## بتول رسولؐ

۴۔ تمام مسلمانوں کا متفقہ

اعتقاد ہے کہ حضرت خاتونِ

جنت، سیدۃ النساءِ بی بی

پاک بتول جناب فاطمہ زہرا

سلام اللہ علیہا۔ حضورؐ کی

جہیتی دختر نیک اختر ہیں۔ آپ

کی طہارت کا مد قرآن و حدیث

سے ثابت ہے۔ اور روایاتِ سنی

نا بھی سنگین ہے۔

نواصب نادکر ہیں لیکن انکی تعداد کا

تناسب پاکستان میں ایک فیصد سے

زیادہ نہیں ہے۔ ورنہ وہ اپنے

اکثریت ثابت کر سکیں ہاں البتہ

”اہل جماعت فلپس حتی میں

ان کی تعداد سو فیصد بھی مانی

جاسکتی ہے۔

اب میں نا بھی جھکے ہی دہرائے

میں حق بجانب ہوں کہ

”ناظرین کو شاید ہمارے

متذلل اندازِ بیان پر اعتراض

ہو مگر ہمیں یقین ہے۔ کہ جو

لٹریچر چند ماہ میں پڑھا ہے جسے

پڑھنے کے لئے شیطانی (نا بھی)

دل و دماغ کی ضرورت تھی۔ جو

بھی غیور مسلمان پڑھے گا۔ اسی

انداز پر مجبور ہو جائے گا۔“

”اور اس سے بڑا ظلم اقلیت

کی طرف سے کیا ہو سکتا ہے کہ

اسلامی جواب دہ رینے ۵۱ ناصبی سنگ رینے

شیعہ میں وارد ہے کہ آنحضرتؐ اپنی صاحبزادی کا بہت خیال فرمایا کرتے تھے لکھا ہے کہ اگر بی بیؑ اپنے والدِ گرامی قدر کے ہاں تشریف لاتیں تو حضورؐ اٹھ کر آپؐ کا استقبال فرماتے۔ حالانکہ والد کو دختر کے لئے اٹھنا ضروری نہیں ہے لیکن عمل رسولؐ ظاہر کرتا ہے کہ بی بیؑ کو تعظیم دنیا مقصود تھا۔ چنانچہ حدیث متفقہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ ”فاطمہؑ جنت کی سب عورتوں کی سردار ہیں۔“

صحیح بخاری، بیابیع المودہ مثلاً اسی طرح کتب اہلسنت میں متفق علیہ حدیث حسن صحیح ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ”فاطمہؑ میرے جگہ کا ٹکڑا ہے۔“

ایسا لٹریچر ملک میں پھیلانے جو اسلام اور نظام اسلام بلکہ وجود پاکستان کا دشمن ہے جس کے نام سے یہ ملک وجود میں آیا تھا۔“

ہم کہتے ہیں کہ ہر پاکستانی جانتا ہے کہ پاکستان اسلام کی خاطر معرض وجود میں آیا پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ ہے۔ اسے نعرہ تکبیر اللہ اکبر نعرہ رسالت یا رسول اللہ اور نعرہ حیدری ”یا علیؑ“ کہنے والوں نے بے شمار قربانیاں دیکر بنایا ہے۔ اس کا تصور اس بلند اقبال شاعر نے دیا جو کہتا ہے۔

”اسلام کے دامن میں بہاؤ کے سوا کیا اک ضربِ یلغی اک سجدہٗ شبنیری (اقبال)

اس خواب کو حقیقت بنانے  
والا محمد و علیؑ کا غلام اور  
ذو الجناح کو محترم سمجھنے والا  
قائد اعظم محمد علیؑ جناح  
تھا۔ مولانا محمد علی جیسے  
بزرگوں نے قوم میں یہ سبق پھیلایا  
قتل حسین اہل میں مرگ بڑی  
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد  
تو اس ملک کو حاصل کرنے کے  
لئے مسلمانوں نے محبتِ خدا  
رسولؐ و آلِ رسولؐ کے جذبہ کے  
تحتِ مظلومیہ قربانی بلا دریغ

نوٹ  
شیطان بھی خاص بندگانِ خدا  
سے دور رہتا ہے مگر نواصب  
شیطان کے بھی استاد ہیں کہ  
وہ کام کرتے ہیں جس سے شیطان  
بھی خوف کھاتا ہے۔ کہ اس نے  
بھی کہا میں گمراہ کروں گا مگر  
تیرے خاص بندوں کے سوا۔

جس نے اُس کو ناراض کیا اس  
نے مجھے ناراض کیا۔ (صحیح بخاری)  
”فاطمہ میسر جگر کا ٹکڑا ہے  
جس نے اس کو اذیت دی اس  
نے مجھے اذیت دی۔ اور جس  
شخص نے اُسے خوش کیا اُس  
نے مجھے خوش کیا۔“ (صحیح مسلم)  
ان ارشادات پیغمبرؐ کے  
موجودگی میں کون مسلمان  
ایسا ہوگا جو ناراضگی سیدہ  
کا سبب بنے اور خدا و پیوؑ کی  
حکم عدولی کا ارتکاب کر کے اپنے  
کو سپردِ جہنم کرے۔ ہم ناتواں  
و گناہگار اُس مخدرہ عصمت  
کی شان کیا جان سکتے ہیں جس  
کی درباری فرشتگانِ جنت نے  
کی۔ کبھی چمکی پیسی، کبھی خیاطی  
فرمائی۔ جس کا نکاح فردوس  
میں ہوا۔ اور جسے جنتِ ہمیز

میں مل گئی۔

یا رسولؐ اور احترامِ قبولؐ

بی بی پاک کی فضیلت کی

گواہی رسولؐ کے یارِ غار حضرت

ابوبکرؓ سے لیجئے :-

خلیفہ اہلسنت حضرت صدیق

اکبرؓ کو ہر افضال ہوتے ہیں۔ اور

بی بی پاکؓ سے مخاطب ہیں :-

”اے رسولؐ خدا کی دستِ

یقیناً آپؐ کے پدیزر گوار مومنین

پر مہربان، شفیق اور رحمت والے

تھے۔ اور کافروں (منکروں)

کے لئے دردناک عذاب اور

بڑی عقوبت تھے۔ پس اگر ہم

ان کا ذکر کریں تو تمام دنیا کے

حضرت ابوبکرؓ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے

کہ حضورؐ جنابِ سیدہ کے علاوہ دنیا کی

کسی دوسری عورت کے حقیقی والدہ تھے لہذا

حضرت فاطمہؓ اکلوتی بی بیؓ تھیں۔

نا صبی سنگ پر پڑے

پیش کرد۔ بھلا کسی ایک ہی

دشمن علیؓ کا نام بتا دیجئے جس نے

تعمیرِ ملک میں ادنیٰ سا بھی عملی

قدم اٹھایا ہو۔ آپؐ کا گروہ تو

شاید اس وقت اپنی عاقبت

گنوا لے اور تہارسی ایضات و بیعت

سے محرومی کا معاونہ وصول کرنے کے

لئے یہود و نصاریٰ کی ٹکسال کی جھاڑ

کشی کرتے پر مامور ہو گا۔

جب مسلمان مملکت کے وجود

کی خبر ملے گی تو تمہارے عباسی گروہ پتو

ضروری بجلی گر گئی ہوگی تب ہی

تو چھپ چھپ و برص مقدر بننا اور

دوسری کوئی راہ نہ مل پائی لہذا

فتنہ برپا کرنے کی ٹھان لی۔ خود

تو اگلے جہاں پر اپنے ارسال کردہ

توشہ کا مزا چکھ ہی رہا ہو گا۔

تمہیں دیکھتے بھالتے کوچ کوچ کا

اندھا کر گیا۔

اب کہو عباسی کی نجات کے لئے خود  
 ہی ننگے ہو کر چہ بچے میں کودے  
 تھے۔ اندھے ہونا۔ اگرنے کے  
 بعد معلوم ہوا ہے کہ یہ چہ بچہ  
 ہے ورنہ کودنے سے قبل غورو  
 فکر اور سوچ بچار سے کام لیتے۔  
 کپڑے اتار کر بھی تم اپنے استاد  
 کو ڈوبنے سے نہ بچا سکے بلکہ خود  
 بھی غوطے کھانے لگے ہو۔ اب  
 اپنی لنگوٹی بچاؤ جو میں اُنا کر  
 تمہیں بالکل برہنہ کر کے اس  
 ذلت آمیز مقام پر دھکیل رہا ہوں۔  
 جہاں پہنچنے سے ابلیس نے بھی پناہ  
 مانگی ہے۔ پھر اُس کی تہ میں  
 ڈھونڈنا کہ کیا چھپا ہے۔ نظر  
 تو تمہیں آتا نہیں۔ تلاش کیا  
 خاک کرو گے۔ البتہ تہ خانہ جہنم  
 تمہیں اور تمہارے مزدوم و ناپاک  
 ارادوں کو خود بخود بھسم کر دے گا۔

عورتوں میں اُن کو صرف آپ کا پاپا  
 اور مردوں میں صرف آپ کے شوہر  
 کا بھائی پائیں گے یا جن کو  
 آنحضرتؐ نے اپنے ہر رفیق پر  
 مقدم رکھا تھا۔ اور آپ کے شوہر  
 نے ہر بڑے امر میں آنحضرتؐ کی  
 اعانت فرمائی۔ تم ابلیس کا کونہ  
 دوست رکھیگا۔ مگر نیک نجات  
 شخص اور نہ دشمن رکھے گا مگر  
 مشقی اور بد نجات۔ تم رسول خداؐ  
 کی پاکیزہ عنقرت اور پسندیدہ  
 افراد ہو۔ تم لوگ خیر کی طرف  
 ہمارے رہبر اور جنت کی جانب  
 ہمارے ہادی ہو۔  
 اور اے سب عورتوں میں سے بہترین  
 محذره ! اور نبیوں میں سے بہترین

ملا کلام حضرت ابوبکر اس بات  
 کا ثبوت ہیں آپ خود کو ابلیس  
 میں شمار نہیں فرماتے تھے۔

نامی سنگ دینے سے  
افسوس یہ ہے کہ میرا موضوع  
سخن جُدا ہے البتہ یہ ادھار  
باقی ہے بہت جلد اُتار کر سُرخ  
روئی حاصل کروں گا۔ مجھے  
احساس ہے کہ خلاف معمول  
میرا خطاب نوا صیب سے سخت  
لہجہ اور درشتگی میں ہے لیکن  
خُدا کی قسم یہ بھی عبادت ہے  
کیوں کہ مومن کی شانِ قرآنی  
یہی ہے کہ آپس میں رحم دل ہو  
اور کفار پر شدت کرنے والے  
ہوں۔ پس تعمیلِ حکمِ خداوندی  
ہے کہ قرآنِ رسولؐ کا کفر کرنے  
والے گروہ کے ساتھ شدید رویہ  
اختیار کیا جائے اور وکالت  
حقہ کا تقاضا یہی ہے کہ دشمنانِ  
اسلام پر بڑھ بڑھ کر حملے کئے  
جائیں اور اُس وقت تک اُن کو  
دَم نہ لینے دیا جائے جب تک

اسلامی جواب دینے سے  
نبیؐ کی لُختِ جگر تم اپنے قول  
میں سچی اور اپنی زیادتی سے عقل  
میں سب آگے ہو۔ تم نہ اپنے  
حق سے روکی جاؤ گی اور نہ سچ  
بولنے سے باز رکھی جاؤ گی۔“  
حضرت ابو بکر جنابِ سیدہؓ  
طاہرہ کے فضائل کا بیان یوں  
جاری رکھتے ہیں۔

”آپؐ اپنے والدِ گرامی  
قدر کی اُمّت کی سرفراز ہیں۔  
اور اپنی اولاد کی شجرِ طیّہ  
ہیں۔ آپؐ کی فضیلت کا انکار  
نہیں ہو سکتا۔“

کتابِ بیانات النساء مصنفہ ابو الفضل احمد  
بن طاہر بغدادی بحوالہ سیرۃ فاطمہ الزہراءؑ ۲۹

پس یہ کیسے ممکن ہے کہ برادرِ  
الہنت جنابِ سیدہؓ مخدومہ  
کو نین کی تعظیم کو جب نہ سمجھیں  
اور آپؐ کی شان میں گستاخی برداشت

اسلامی جواہر ریزے ۵۶ ناصبی سنگ ریزے

## فاروق اہلسنت اور عظیم رسولؐ

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ اقرار کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ :-

”جس نے فاطمہؓ کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا“ (الامامت والسیات (جزء اول ص ۱۷۷ علامہ دینوری)

حضرات شیخین کی واضح گواہی کی موجودگی میں کوئی سنی مسلمان اس باطل عقیدہ کا کیسے اقرار کر سکتا ہے کہ بی بیؓ پاک کے خلاف توہین آمیز گفتگو کو افراد ملت اسلامیہ میں نشر و اشاعت کی سہولت مہیا ہو سکے۔

## رسولؐ کے پھول

۵۔ صحیح بخاری میں حدیث رسولؐ ہے ”حسنؓ اور حسینؓ

یہ فتنہ صفحہ رستمی سے مٹ نہ جائے۔ ان پر ایسی کاری ضربیں لگانا سنت نبویؐ اور پیروی حیدر کرار ہے۔ لہذا ضربت حیدری کو عباداتِ ثقلین سے افضل تسلیم کرنے والے مسلمان کا فرضِ دینی ہے کہ اتحادِ ملت بقائے وطن و حفظِ دین اور تحفظِ ناموسِ رسولؐ و آلِ رسولؐ اور احترامِ اصحابِ رسولؐ کی خاطر کسی دنیوی تنقید کی پرواہ نہ کریں۔ اور جہاں کہیں ہم نامیت کے آثار نظر آئیں وہاں تدارک تریاق کے لئے کوئی کسر اٹھانہ رکھی جائے۔ اس میں شک نہیں کہ آزاد صحافت اچھے تمدن کی نشانی ہے۔ لیکن ایک نظریاتی مملکت میں اس نظریہ کے خلاف پرچار کرنا جو بنیاد ریاست ہو۔ کسی قانون



اسلامی جواہر دینے

میرے دو پھول ہیں ” تمام  
اہلسنت حسنینؑ کریمین کے فضائل  
کے معتقد ہیں۔ اگر کسی نے کوئی  
نقد و جرح کی ہے تو محض سیاسی  
نکتہ نگاہ سے مگر آپ کے مراتب  
و مناقب اور سیادت و سرداری  
سے کوئی مومن منحرف نہیں ہوا  
ہے۔ تمام سنی و شیعہ بھائی  
تسلیم کرتے ہیں کہ حضورؐ نے  
ان شہزادگان سے میثت و موثت  
کی تاکید فرمائی ہے۔ ان کی  
ولایت ہر دعویدار اسلام پر  
لازم ہے۔ کیوں کہ ارشاد  
رسالت مآیہ ہے کہ :-

”حسنؑ اور حسینؑ جنت  
کے سردار جو انان ہیں اور انکے  
باپ اُن سے افضل ہیں“  
(کفایۃ الطالب ص ۱۹۹ کنجی شافعی)  
دونوں شہزادے راہبان دوش رسولؐ ہیں

ناصبی سنگ دینے

میں آئینی حیثیت نہیں رکھتا۔  
اور نظریات نواصب خود ناصبیوں  
ہی کے بقول غیر مسلموں سے  
مستعار لئے گئے ہیں۔ اس لئے  
اسلامی مملکت خداداد میں اسے  
پہنچنے کی اجازت دینا۔ آئین  
ملک کی توہین ہے اور سب  
سے بڑھکر یہ کہ ”دین اسلام“  
پر حملہ ہے۔ کہ اس کے ستون محکم  
کو کھوکھلا کرنے کی کوششوں  
میں اعانت ہوگی۔

ٹھیک ہے کہ اس ملک میں  
بلکہ اسلام میں ہر شخص کو اپنے  
نظریات پر قائم رہنے کا حق حاصل  
ہے لیکن وہ اس کا انفرادی حق  
ہے۔ جس کی خاطر اجتماعی حق  
کو قربان نہیں کیا جاسکتا۔  
ہم شیعہ ہیں اور یہ بات ظاہر ہے  
کہ ہمارے اہلسنت بھائیوں سے

کچھ مذہبی اختلافات ضرور ہیں جن بزرگان کو ہم ہادی مانتے ہیں تو اہلسنت بھائی بھی اُن سے عقیدت رکھتے ہیں بلکہ اکثر اُن کا خیال ہے وہ ہم شیعوں سے کہیں زیادہ ہمارے آئمہ اطہار کو مانتے ہیں۔ ماشا اللہ بڑی اچھی بات ہے۔ اللہ میاں اُن کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

البتہ برہمنائے حقائق ہمیں کچھ بزرگوں سے اختلافات بھی ہیں اور شروع سے یہ نزاع متواتر چلی آرہی ہے۔ فریقین کے قلمی و تقریری مناظروں کے باوجود یہ بحث جوں کی توں ہے۔ لیکن اہلسنت بھائیوں نے کبھی یہ گستاخی نہیں کی کہ سستی شہرت کی خاطر اہلسنت اطہار

آپ سے عداوت، رسولِ خدا سے عداوت ہے۔ ان شہزادگان ہی سے نسل پیغمبر قائم و دائم ہے۔ لہذا ہر مسلمان ان کو محترم و مکرم مانتا ہے۔

اور یہ چیمز مسلمان کے لئے عین ایمان ہے کہ محبت رکھے آل رسول کے ساتھ یہی سبق مسلمانوں کو اُن کے بزرگانِ اسلام نے دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی بانی مکتب اہل سنت میں حضراتِ جلیل کی شان میں جو روایات ملتی ہیں اُن میں سے کچھ مولوی محمد شفیع صاحب اوکاڑوی نے اپنی کتاب ”سفینۃ نوح“ کے شروع میں بیان کی ہیں اور اُن کے بعد اوکاڑوی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ :-

## شیخین و حنین

”ان روایات سے حضرت

ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہما کا اہل بیت کی

توقیر کرنا اور ان کا محب ہونا

دو نور روشن کی طرح روشن“

(سفینہ نوح ص ۸۸)

اسی محبت کی ایک مثال ہدیہ

ناظرین ہے۔ چنانچہ

اہلسنت حلال الدین سیوطی لکھتے

ہیں :-

”حضرت امام حسن بن علیؑ

حضرت ابوبکر کی طرف ہو کر گذرے۔

اور ان کو رسول اللہ کے منبر

پر دیکھ کر کہنے لگے کہ میرے باپ

صلوات کا ٹوی صاحب اس بات

کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرات شیخین

اہلبیت کے جباران تھے نہ کہ خود

اہل بیت تھے۔

کے خلاف بدکلامی کریں۔ اگر

انہیں کسی جگہ کوئی تنقید کیے

ضرورت پیش آجاتی ہے تو

اول تو اجتہاد کا سہارا لیں

گذر جاتے ہیں انہیں تو دائرہ

تہذیب میں رہ کر اپنے خیالات کا

اظہار کرتے ہیں۔ اور اُس کی بڑی

وجہ یہی ہے کہ ”تقدس“ مشترک

مجھے یہ اعتراض کرنے میں

کوئی امر مانع نہیں ہے کہ دوران

مباحثہ ہماری طرف سے بزرگانِ

اہلسنت پر جرح بحث ہوتی

ہے۔ تاریخ و روایات پر تنقید

کی جاتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے

کہ اہلسنت حضرات اصحاب پر

تنقید کرنا احتراماً اچھا نہیں سمجھتے

حالانکہ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ

یا ران رسولؐ معصوم نہیں تھے

اور اُن سے خطا کا ہونا ممکن

تھا چاہے قصداً یا سہواً بہر حال  
ایسا ادب ان کو مبارک ہو۔ کہ  
انہوں نے اچھے بُرے کا فیصلہ  
خدا کو سونپ دیا ہے لیکن  
ظالم و مظلوم میں لازم ہے انساں کو تمیز  
ورنہ عیاری ہے گرد و نواں یا مان رہے

اس کے برعکس شیعوں کا

نظر یہ ذرا مختلف ہے۔ وہ حق و  
باطل کی تمیز میں الجھنا، کھوٹے  
کھرے کی شناخت کرنا، سچ و جھوٹ

پہچاننا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور

چونکہ یارانِ صحبت یا قتلگانِ پیغمبرؐ

محفوظ عن الخطا اور غلطی سے

مبرا نہ تھے اس لئے وہ قائل

ہیں کہ اُن سے سہو کا ہو جانا یا

بحیثیت انسان کسی گناہ سرزد ہو جانا

عین ممکن تھا لہذا دیانت

تاریخ نویسی یہی ہے کہ حالات

کو صاف صاف بیان کر دیا جائے۔

کے منبر سے نیچے اتر۔ حضرت ابو بکر  
نے کہا تم نے سچ بولا۔ درحقیقت  
یہ منبر تمہارے ہی باپ کا ہے یہ  
کہہ کر حضرت ابو بکر نے حضرت  
امام حسن کو گود میں بٹھالیا اور  
(فرط محبت) میں رونے لگے۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی)

علامہ سیوطی ایسی ہی روایت

حضرت امام حسینؑ کے بارے میں

تحریر کرتے ہیں۔

”حضرت عمر منبر پر خطبہ

دے رہے تھے۔ ناگہاں حسین

ابن علی نے کھڑے ہو کر کہا

اتر میرے باپ کے منبر سے جناب

عمر نے فرمایا بے شک یہ تمہارے

ہی باپ کا منبر ہے میرے باپ

کا نہیں۔“

(تاریخ الخلفاء سیوطی)

اسلامی جواب دہ سیرے

۶۱

ناصبی سنگ مرمر سے

حسین علیہما السلام ہی کو یہ  
منزل نصیب ہوا کہ ان کی خاطر  
رسولِ ثقلین کو سجدہ طول کرنا  
پڑا۔ تفسیرِ درِّ منشور سے مولوی  
محمد شفیع ادکاڑوی نے حضرت انس  
بن مالک سے روایت نقل کی ہے  
کہ ”اللؤلؤ مرد اللہ جان“  
سے مراد حضراتِ حسن و حسین  
ہیں۔ نیز مولوی ادکاڑوی نے  
تخریر کیا ہے کہ ”والشفیع والو“  
یعنی قسم ہے جفت اور طاق کی۔  
تفسیر یہ ہے کہ۔

”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ“

وسلم نے فرمایا شفیع حسن و حسین  
اور وتر علی ابن ابی طالب ہیں۔  
(سفینۃ نوح ص ۲۴)

الغرض تمام مسلمانوں کے  
لئے ولایتِ حسینؑ ایک نعمت  
عظمیٰ ہے۔

اور فحش مذموم و عملِ صالح  
کو مقامِ مذرتِ یجا تو صیغ  
میں شمار کر لیا جائے۔ لہذا  
ایسے خیالات تنقید پر ہمارے ہاں  
کوئی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن  
شرط یہ ہے کہ تنقید تعمیری کی  
جائے نہ کہ تخریبی۔ عاشقان  
اصحابِ رسول کے طبائعِ ناذک  
بعض اوقات ہماری اس بات  
کو پسند نہیں کرتے۔ اور  
محض نظریاتی اختلاف کی وجہ  
سے اکثر مبالغہ آمیزی کر کے ہمیں  
ہر طعن بناتے ہیں۔ حالاں کہ  
جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ ان ہی کے  
بزرگوں کے اقوالِ دہرائے ہیں  
تو یہ ہمارے اپنے گھر کا  
جھگڑا ہے۔ دوبرتن بھی ایک جگہ  
ٹکرا ہی جاتے ہیں۔ بھلا ہمارے  
اندرونی معاملات میں ناصبیوں

اور ”ذکر حسین“ میں مولانا کو فرمایا  
 نیازی نے اس بات پر خوب دل  
 کھول کر امام حسینؑ کو نذرانہ  
 عقیدت پیش کیا ہے اور بزرگان  
 اہلسنت نے اپنے اپنے نذرانہ  
 ہائے عقیدت بڑے غلوں و نیکی  
 نیتی سے بارگاہِ سبطینؑ میں  
 پیش کئے ہیں۔ اور اُن گُلہاں  
 عقیدت کو کسی تعارف کی احتیاج  
 نہیں ہے۔ گلی گلی کو چہ کو چہ  
 میں حسینؑ حسینؑ، علیؑ علیؑ  
 مولانا علیؑ کی صدائیں بلند ہیں۔ کیا  
 فقیر کیا امیر سب کے سب ان  
 درگاہوں پر جھکے فیض و برکت  
 کے طلب گار ہیں۔ انسانیت  
 جاگ رہی ہے حسینؑ کے ہو کی  
 برکت سے اسلام کے جسم میں  
 حرکت موجود ہے۔ حسنؑ کی امن  
 پسندی نے ایمانوں کو تازہ

کو دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔  
 تو کون، میں خوا خواہ نواہ  
 کا نہ کوئی سنی مذہب سے تعلق  
 ہے اور نہ ہی شیعہ سے۔ فلس  
 حتیٰ کا گروہ اور بالوئے فیصد  
 کا گمان۔ کیا پوری کیا پوری کاشوہا!  
 ہم۔ مسلمان تو ناموس و خیر  
 پیغمبرؐ کے لئے تن من و صن سب  
 کچھ قربان کر دینے کے داعی  
 ہیں۔ لیکن گروہ و نواصب کی  
 زبان بے لگام ایسی لمبی ہے کہ  
 شانِ نبویؐ کا احترام بھی ملحوظ  
 نہیں رکھتی۔ نمونہ کے لئے مطالبہ  
 فرمائیے۔

”حضرت فاطمہؑ کی اس  
 کفایت کو اصرارِ الہی بتلا کر سمجھا  
 سے پرہیز کیا گیا ہے۔ اور  
 باور نہ کر سکیں گے اگر میں کہوں  
 کہ انتہائی خباثت سے حضرت

کر رکھا ہے۔ عفت فاطمہؑ کی بدولت  
 خیرت اسلام بیدار ہو چکی ہے میمنہ منبر  
 نے خیر بدعتی تلے مساکر دیے ہیں۔ نور ولایت  
 کی نورانی شاعیوں نے عزیر ناصبی  
 جیسے نامرادوں کی آنکھیں چنیدار کی  
 ہیں۔ دشمن ولایت عباسی اپنے  
 عزائم کے ساتھ ساتھ خود بھی  
 خاک میں مل کر خوراک مشرقات  
 بن چکا ہے۔ اس مقتدرین بھی  
 عذاب الہی میں گرفتار ہونے  
 والے ہیں تاکہ توہین اسلام کا  
 بدلہ پائیں اور ان کے انجام کار  
 سے مستشرقین کو عبرت حاصل  
 ہو کہ مسلم ہشیار ہیں اور تقیین  
 رسولؐ ان کی ہدایت کے لئے  
 کافی ہیں۔

## عربی زبان

عربی زبان کو اسلام میں  
 تقدس حاصل ہے۔ اللہ کی

فاطمہ پر طنز کیا ہے  
 (سبانی سبزی باغ ص ۱۲)  
 (بے ادب گستاخ نے اس  
 بی بی کے نام نامی پر (علیہ السلام)  
 تو کجا (رض) لکھنا بھی پسند  
 نہیں کیا۔ حالانکہ خود رسولؐ کریمؐ اپنی  
 اس دختر کا ایستادہ استقبال  
 فرماتے رہتے تھے۔)

مسلمین خود ہی اندازہ فرمائیں  
 کیا یہ کلام آداب گفتگو میں کسی  
 مقام کا حامل ہے ؟  
 پھر ناصبی بدکلامی کرتا ہے۔

”حضرت فاطمہؑ کی شادی میں  
 دیر ہو گئی اور عرب کے رواج کے  
 مطابق دس بارہ سال کی عمر میں  
 نہ ہو سکی۔ وہ بیس اکیس سال  
 کی ہو گئیں تو رافضیوں اور منافقوں  
 کو مذاق اڑانے کا موقع ملا۔  
 وہ ان کو ”اُم ابیہا“ کہتے



لگے یعنی اپنے ابا کی ماں ہیں اُن  
کی خدمت کرتے کرتے بڑھی  
ہو گئی ہیں۔“

نحوذہ باللہ من ذلک۔  
اے خدا پناہ مانگتے ہیں ہم تیرے  
غضب سے جو تو ہیں سیدہ کے  
سبب سے غمخیز ناصبیوں پر  
نازل ہو گا۔ بی بی پاک کی شان  
میں انتہائی اخلاق سوز گستاخی  
جو کوئی بھی مسلمان برداشت  
نہیں کر سکتا۔ بلکہ تمام مسلمانوں  
کا فرض ہے وہ اس بیہودہ کلائی  
کے خلاف تحریک اٹھائیں اور  
مرکب نامی مردود کو کیفر کردار تک  
پہنچائیں۔ چنانچہ اگر میں یہ  
لکھوں کہ ایسا ظلم اور ایسی توہین  
یزید و ابن زیاد جیسی قلیق القلب  
انسانوں کے بھی نامہ اعمال میں  
نہیں ملتی جس کی مثال ناصبی

آخری کتاب کا اس میں نزول اس  
کی عظمت کو معلوم بنا گیا ہے  
کہ عرش معلیٰ و محلہ کی بولی بھی  
عربی ہے۔ روز قیامت سب  
خلوق کی زبان عربی ہوگی۔ لہذا  
اس فصیح و بلیغ زبان کو خود خدا  
نے مصطفیٰ کیا ہے۔ کیونکہ یہ  
محبوب خدا کی مادری بولی تھی۔  
لہذا نسبت مقدس کے باعث  
سب مسلمان لسان عرب کو مقدس  
جانتے ہیں۔ اس سے ہمت رکھتے  
ہیں۔ اپنی عبادات اس زبان  
میں بجالاتے ہیں۔ کوشش کر کے  
سکھتے ہیں اور سکھاتے ہیں۔  
کوئی مسلمان ایسا نہیں ہو گا،  
جس کو اس زبان سے لسانی تصیب  
ہو۔ بلکہ ہر کلمہ گو خواہ وہ عربی  
داں ہو یا نادان قف اس زبان قرآن  
کو محترم سمجھتا ہے۔

کی درج ذیل عبارت میں ملتی ہے۔ تو اس میں رتی بھر بھی مبالغہ یا جھوٹ نہ ہوگا۔ میں بارگاہِ ایزدی میں نقلِ کفر سپردِ قلم کرتے ہوئے لبِ بدِ خوفِ عرض گزار ہوں کہ مجھے معاف فرمائے۔

”حضرت فاطمہ علی کی ہم عمر تھیں۔ اور آپ نے ۳۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی ازدواجی زندگی خوشگوار نہ تھی۔ اور وفات بھی مشتبہ حالت میں ہوئی۔ حتیٰ کہ حکومت کو تفتیش کی ضرورت ہو گئی تھی۔ مگر اس بحث پر پردہ رہنے دیجئے“ (سبائی سبز باغ ص ۱۳۱)

دنیا کا کوئی باغیرت انسان یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اُس کی کسی رشتہ دار خاتون کے بارے

اسی طرح ہر مسلمان علمائے متقدمین کے کارہائے نمایاں کا معترف ہے۔ کہ ان بزرگوں نے بغیر کسی دنیوی لالچ، مادّی حرص و طمع کے محض جذبہٴ دینی کے تحت گونا گوں مصائب و آلام کو برداشت کر کے علمی جواہر پاروں کے ذخائر جمع کیے۔ اپنا عیش و آرام، راحت و سکون قربان کیا۔ تحصیلِ علم کی خاطر دُرِ بدر گھومے۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کو جمع کرنے کی خاطر کئی کئی میل پیدل سفر کیا۔ اور انتہائی ویانتداری سے جو کچھ ملا بغیر کسی ذاتی رائے کے محفوظ کر لیا۔ حواضِ زمانہ اور گردشِ دوراں نے ان کو ایسے حالاتِ مستی نہ کئے کہ وہ حسن و قدح کی کسوٹی استعمال

میں مندرجہ بالا ”مشتبہ حالت“ کی ترکیب استعمال کی جائے۔ کیوں کہ زبانِ صحافت میں اس کی تفصیلی و تذیلی ہیں۔ جیسے کہ اخبارات میں عموماً آپ اس قسم کی سرخیاں اسی ترکیب کے ساتھ مطالعہ کرتے ہوں گے۔ کہ فلاں شوہر نے اپنی زوجہ کو مشتبہ حالت میں گولی مار دی، وغیرہ۔ اے ناصبی! خدا تیرے دونوں جہان غارت کرے یہ تو نے ایسا بڑا جرم کیا ہے کہ تیرے پیرو یزید، ابن سعد اور ابن زیاد جیسے ملعون بھی انگشت بدنداں ہوں گے۔

کیا رسول کی بیٹی پر اہتمام باندھتے وقت تمہیں ذرا خوف خدا نہ رہا۔ آج تک کسی ایک بھی مسلمان نے ایسے نازیبا، دل آزار

کر سکتے۔ اس کا غیر کے لئے جو جو صعوبتیں انہوں نے جھیلیں جب آج کا طالب علم ان پر غور کرتا ہے تو دادِ تحسین دے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر کچھ لوگوں نے حکومتوں کے دباؤ کے تحت بھی کام کیا تو پھر بھی ان کی مجبوری کا عذر مانے بغیر چارہ کار نہیں۔ کیونکہ باوجود شدید دباؤ اور تشدد کے انہوں نے حق بات کا اقرار کیا۔ اُن ہی کے حج کردہ ذخائر سے غیر مسلم قوموں نے قواعد و فوائد حاصل کئے۔ لیکن ناصبی باوجودیکہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اُن ہی کے ذخائر سے مشرقین نے جواہر حاصل کئے پھر بھی اُن کی خمیت و ذہنیت ان احسانوں کو تسلیم نہیں کرتی۔

اہل علم گواہ ہیں کہ علمائے  
اسلاف نے علم کے ہر گوشہ میں  
تجسس و تحقیق سے کام لیا۔  
نئے نئے قاعدے وضع کئے۔ صرف  
قرآن مجید کے بارے میں اتنی  
کتابیں لکھیں کہ اس سے زیادہ  
دنیا میں کسی کتاب کے بارے میں  
اتنی تحریریں نہیں ملتی۔ صرف  
سخو، رجال کشی فلسفہ و منطق  
ادب، اخلاقیات، علوم ریاضی  
سائنس و فنون پر ایسے معرکۃ اللہ  
ذخائر آنے والی نسلوں کے لئے  
چھوڑے جن خطوط پر اگر تحقیق  
کی جائے تو ہر مشکل آسان  
ہو جاتی ہے۔ علوم اسلامیہ کے  
بارے میں ہم نے تفصیلی بحث  
اپنی کتاب ”صرف ایک راستہ“  
میں قلمبند کی ہے، ناظرین مطالعہ  
فرما کر یہ فیصلہ کرنے پر آمادہ

تو ہیں آمیز کلمات و فقرے سب کے بالے  
میں اپنے قلم یا زبان سے نہیں  
نکالے۔ مگر یاد! اس میں تمہارا  
تصور تھوڑا کم ہے کیونکہ مستشرقین  
جو تمہارے بادی ہیں انہوں نے  
اس قسم کی تہمتیں حضرت مریم  
والدہ جناب عیسیٰ علیہ السلام  
کے خلاف لگائی تھیں۔ چنانچہ  
ان کی اتباع کیا پتہ بدلا احسان اسی  
طریقہ پر ادا ہو سکتا تھا مگر تعجب  
بلکہ غصہ اس بات کا ہے کہ ایسے  
کبار کے ارتکاب کے باوجود ستم  
مسلمانوں میں ۹۲ فیصد کے  
حصہ دار بنتے ہو۔ حالانکہ اسلام  
میں تمہارا حصہ بالکل ہی نہیں ہے۔  
کیونکہ تم نے رسول کی دفتر کو لایا ہی نہیں  
ملت مسلمہ حضرت خاتون  
جنت کو سیدۃ النساء مانتی ہے۔  
ان کی عصمت و طہارت کا ملہ کا اغتقاد  
رکھتی ہے۔ جیسا کہ اللہ، رسول

اور کامل صحابہ رسولؐ نے تعلیم فرمائی ہے۔ لیکن ہمیں تو ایک مسلمان ایسا نہیں نظر آتا جس کا زعمِ بطل خوارج سے بھی ناپاک ہو اور کاروائیِ ملوکیت بھی اس پر شرمندہ ہو جائے۔

قابلِ استعجاب بات ہے کہ کھلی دشنام کے بعد بھی ناصبی نے دھمکی دی ہے کہ وہ اور بھی تیز و تند گستاخیاں کر سکتا ہے مگر تقاضائے حالات یہ ہے کہ اُن کو پردہ میں رہنے دیا جائے۔ حالانکہ اس نے اپنے چہرہ پر جو ۹۲ تہوں کا پردہ لٹکار رکھا تھا وہ خود ہی اٹھا چکا ہے۔

۵۔ فواصی کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجیب، سنتِ رسولؐ اور احادیثِ نبویؐ کا انکار کلمۂ توحید کی آڑ لیکر کیا جائے۔ تمام

ہو جائیں گے کہ ”دین اسلام“ ہی تمام مشکلات کے حل کرنے کا واحد راستہ ہے۔

پروفیسر حتیٰ عباسی یزید کا باپ ابو یزید بٹ اور عزیر ناصبی آج کی پیداوار ہیں۔ کیا ان سے قبل ہماری امتِ مسلمہ معاذ اللہ غلط عربی لٹریچر کو دین مانتی رہی۔ یہ صورت کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ دینِ قیم ہے۔

البتہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ علمائے کرام بھی آخر ہماری طرح انسان تھے اور غلطی اُن سے بھی ہو سکتی ہے۔ اگر کچھ باتیں انہوں نے ایسی جمع کر لی ہیں جو قابلِ قبول نہیں ہیں تو ہمارے پاس دو معیار ہیں کہ اُن پر جانچ کر کے غلط و درست کی تمیز کی جاسکتی

ہے۔ اللہ کی کتاب اور پیروں  
رسولؐ نیز علم حدیث اور علم الربا وغیرہ  
راج ہیں۔  
کسی شخص غلطی کے سہو  
پورے دین اسلام کے لٹریچر  
کو ناقابل اعتماد بنانا دراصل  
دین کی جڑ کو کاٹنا ہے۔  
ایک ایسے دین سے وابستگی  
ظاہر کرنا جس کو خود ہی غیر  
الہامی یعنی ساختہ سیاسی  
بھی تسلیم کیا گیا ہو بہت نامقول  
بات ہے۔  
یعنی نواسب کلی اڈھ  
کہ لوٹ لینا چاہتے ہیں۔ ایک  
طرت کہتے ہیں کہ سارا عمری  
لٹریچر سبائی ہے۔ اور دوسری  
طرت اسی لٹریچر کے مطیع  
ہونے کا بھی دعوٰی کرتے ہیں۔  
لیکن سچی بات زبان پر آئے بغیر  
صل یعنی مسلمان بنتے ہیں۔

بزرگان دین، اہلبیت اطہار آئمہ  
معصومین اور اصحابِ رسولؐ  
کے خلاف من گھڑت افتراءیں  
پھیلا کر دین اسلام کو مغلوج  
کیا جائے۔ اور اس سازش  
کی تکمیل کی راہ انہوں نے  
یہی تلاش کی ہے کہ کلمہ  
توحید کی آڑ لے لی جاے اور  
نام نہاد مسلمانوں کا نقاب اڈھ  
کراپی ۹۲ فی صد کثرت ظاہر  
کمر کے زہر آلود لٹریچر پھیلا یا  
جائے۔ اندرونی طور پر اس کا  
اثر یہ ہوگا کہ کم فہم عوام آپس  
میں درست و گریبان ہوں گے اور  
پڑھے لکھے ایسی خرافات کے مطالعہ  
کے بعد دین ہی سے منحرف  
ہو جائیں اور غیر قوم میں جو  
اس تاک میں رہتی ہیں کہ  
مسلمانوں کا کوئی کمزور پہلو ہاتھ

ناصحی سنگ دینے

اسلامی جہان پر دے ۷۰

نہیں رہتی ہے۔

اب جب نواصب اقرار کرتے ہیں کہ دین اسلام ”خرافات“ ہے تو اُن کو مسلمان کا لہادہ خود ہی اُتار دینا چاہئے۔ ورنہ مسلمان اسکے چلتھڑے اڑا دیں گے۔

صدیعت ہے کہ متاخر ہر مذہب پر جھوٹا اتہام کر کے اُن کو غیر مسلم کہا جائے اور جو اسلامیہ مسلمان نہیں بلکہ دشمنان اسلام ہیں اُن کی خیانتانہ تنقید کو اپنے مذہب کے بنیاد مان کر اسلام کے نام پر اُن کا احسان جمایا جائے۔ ایک منکر اسلام کو آخریہ استحقاق کس اساس پر حاصل ہے کہ کروڑ ہا داعیان اسلام کو بلا فقہی فتویٰ کے کافر قرار دے۔

میں آئے۔ اس اشتہار بازی سے اپنے موقف مضبوط کریں اور دبا کر دین اسلام کی خلاف تقریری و تحریری مہم چلائیں گے جو ۹۲ فیصد کثرت کے خواب کے ساتھ ان کو ملے گا اسی سے استدلال قائم کر کے مسلمانوں پر حجّت قائم کریں گے۔ کہ وہ بھی مسلمانو! تم تو ہم پر سماوی کتب کے غیر الہامی ہونے کا الزام باندھتے ہو جبکہ باوجود اتنی حفاظت کے تمہاری ۹۲ فیصد آبادی صرف ترجمے کو مانتی ہے جو عام آدمی کرتا ہے اور اہل زبان بھی نہیں ہے۔ پھر بھلا صحت کتاب کی کیا دلیل ہے۔ اور جو تم سنت سنت کی رٹ لگاتے ہو۔ یہ تو محض حقنہ تک محدود کر لی گئی ہے؟



نامی سگ رہی نہ سے

اسلامی جواہر رہی نہ سے ۷۱

ورنہ تمہاری ۹۲ فیصد نفی تو  
رسولؐ کی رسالت ہی کو ضروری  
قرار نہیں دیتی۔ پھر رسولؐ  
اور اس کے خاندان کے خلاف  
تمہارا بانوے فیصد گروہ تو بین  
آمیز گفتگو کر رہا ہے۔ اور  
پھر سب سے اٹل بات تو یہ ہے  
کہ تمہارے پاس خزانہ دین  
میں رکھا ہی کیا ہے وہ تو  
خرافات کا ذخیرہ تھا۔ چنانچہ  
ہم لوگ سمیٹ لائے ملے کیا  
اور جواہر رہی نہ سے بنا کر تم کو دیا۔  
ہماری باتیں سیکھ کر ہم سے  
جرات کلام کرتے ہو۔ شاید یہ  
بیباکی بھی ہم نے سکھا دی۔  
چلو کوئی بات نہیں۔ کبھی تمہاری  
تلوار آباد تھی، تمہارے قلم  
میں قوت تھی۔ تقریر میں اثر  
تھا۔ تحریروں میں تاثیر تھی وہ

حالانکہ اس کا اپنے کو دعویدار اسلام  
کہنا ہی سب سے بڑی منافقت ہے۔  
دھوکہ دہی ہے اور فریب کاری  
ہے۔ میرے مسلمان بھائیو! ہم  
سب کا ایمان تو حید باری تعالیٰ  
پر صرف اس لئے ہے کہ ہم نے  
رسولؐ کی صداقت کو دل و دماغ  
سے تسلیم کیا ہے۔ اُن کی اتباع  
ہی کو ہم اطاعتِ خداوندی کہتے  
ہیں۔ اگر کوئی سر پھر دشمن دین  
اسلام ہمیں اسوہ رسولؐ کو  
چھڑوا کر کلمہ توحید کا سبز باغ  
دکھاتا ہے تو ہم اس کی نام نہاد  
توحید کے پُر خدا باغ پر خزاں سے  
کبیں زیادہ ویرانی طاری کر  
دیں گے۔ اور اس کے غصے و  
خاشاک کو نذر آتش کر کے  
ساری راکھ اُن کے گرد پود فیر  
جتنی کے چروں میں پھینک دیں گے

جواہر تو ہم نے ٹوٹ لئے البتہ ہم ستمی  
 لے سکتے ہو مگر عوضاً اس کا یہ  
 ہے کہ جو نقصان تمہارے اسلاف  
 ہمارا زمانہ گزشتہ میں کر  
 چکے ہیں اس کا بدلہ قصداً  
 و خون بہا ادا کر دو۔ اور یہ بھی  
 مد نظر رکھنا کہ قیمت سکہ رائج  
 الوقت میں وصول کی جائے گی  
 کیوں کہ اس وقت کا ایک پیسہ  
 آج کے دس روپوں کے برابر  
 ہے۔ تو ایسی صورت حال میں  
 جکڑ جانے کے بعد مخلص مسلمان  
 کو یقیناً اولادِ رسولؐ یاد آئے  
 گی۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں جب  
 بھی کبھی اسلام پر کوئی گھڑمی  
 آئی یہ ہی مجاہدین سر دھڑکی  
 بازی لگاتے ہیں اور اس  
 وقت تک میدان نہیں چھوڑتے  
 جب تک فتح مبین قدم نہیں

آگے وہ پھر اُسی خاک میں عباسی  
 کا جسدِ پلید ملیا میٹ کرے گا اور  
 کبھی کبھی دھولِ عزیر کی اندھی آنکھوں  
 میں مسر کا کام دے گی تاکہ  
 اس کی اندھی بصارت کو مزید گنگ  
 مل جائے۔

نظارہ میری باتیں کڑوی  
 ہیں، زبان سخت ہے۔ لہجہ تلخ  
 ہے۔ تحریر گرم ہے لیکن خدا  
 قسم میں مطمئن ہوں کہ میرا یہ  
 جہاد اسلام کے دشمنوں کے  
 چہروں کو مسخ کر دے گا، اور  
 ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیگا۔  
 اگر میرا خطاب اپنے مسلمان  
 بھائیوں سے ہوتا تو یقیناً  
 حکم قرآن کے مطابق رجمِ ابدیہم  
 کی حدود سے تجاوز نہ کرتا۔ مگر  
 معاملہ لواصب اہلِ فلس حتیٰ  
 عباسیان کا ہے۔ لہذا یہاں محکم

ناصیو سنگ ریڑھے

اسلامی جواہر ریڑھے

۴۳

چوم لیتی۔ ان مجاہدین میں روح  
اسلام حسینؑ کا نام سحر فہرست  
ہے۔ چنانچہ کئیے ستشر تین  
نے خوب مکاری کی اور نام نہاد  
۹۲ فی صد پارٹی کو اس مہم کے  
لئے منتخب کیا۔ نوا صیب نے  
آمادگی ظاہر کر لی اور کہا اگر ہم  
خدا، رسولؐ، اصحاب اور علیؑ کو  
اولیاء کے خلاف سازشیں  
کر سکتے ہیں تو حسین کوئی اُن سے  
جدا نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے  
اس مہم کی پلاننگ باندھی اور  
بڑی ہوشیاری سے اپنا کام  
شروع کر دیا۔

حسین کریمین علیہا السلام  
کی جو توقیر مسلمان کرتے ہیں۔  
وہ اتباعِ خدا و رسولؐ ہے۔  
لہذا نوا صیب نے ترکیب بالکل  
نئی پیدا کی اور عقیدہ وضع کر لیا۔

شدت پر عمل کرنا ہی عین سعادت  
ہے اور ملامت کو نظر انداز کرنا  
ہی بہتر عمل ہے۔

میں ایک عام مسلمان ہونے  
کی حیثیت سے تمام عاشقانِ  
رسولؐ سے مؤدبانہ التماس  
کرتا ہوں کہ مذہبِ حقِ عباسی  
جس کے عقائدِ فاسد عنہم  
ناباک اور ارادے مذموم  
صرف اتحادِ ملی کو نباہ کر کے  
اسلام کی صورت تبدیل کرنا نہیں  
ان کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ  
کیا جائے۔ اُن کے نظریات  
کو رُبع ناقابلِ تردید شواہد آپ  
حضرات کی خدمت میں پیش  
کر دیا ہے اپنے دینی فرائض  
کی بجا آوری کی خاطر اس  
فتنے کی سرکوبی کیجیے۔ ان کے  
دانستہ کھٹے کر کے توڑ دیجیے۔  
یہ ملک مسلمانوں کے ہے  
نہ ناصیوں کے لئے نہیں۔

”دینِ اسلام تو کلمہ توحید ہے جس میں  
بہت عزیمتوں رشتہ داروں و اقربوں  
اور وسیلوں کا کوئی مقام نہیں ہے“  
(سبائی سنن باغ ص ۱۱۱)

فلپس حتیٰ اور عزیز صدیقی کا  
یہ من گھڑت عقیدہ نواصب کے  
لئے قابل قبول ہو تو ہو مگر قرابت داروں  
اور اصحاب کے فضائل کیز و کثرت میں  
موجود ہیں اور جب ان کو قرآن  
میں مقام حاصل ہے جو سب  
سے اونچا ہے تو پھر کسی دوسرے  
مقام کی کیا ضرورت۔ اسی طرح  
اولیاء اللہ اور وسیلوں کا بیان  
بھی موجود ہے۔ شاید ناصبیوں  
نے ان آیات کا ترجمہ ضروری  
خیال نہیں کیا۔

چنانچہ مقامِ برہگانِ دین کے  
انکار کر دینے سے ان کے لئے راہ  
کھل گئی کہ جس طرح جی میلے

یہاں اسلام کی حکمرانی ہونی چاہئے  
نہ کہ ”مذہبِ حتیٰ عباسیہ“  
کی شیعہ سنی اختلافات رہے  
ایک طرف۔ لیکن شیعہ و سنی  
دونوں اس مشترکہ دشمن کی زد  
میں ہیں۔ اسلام ہے تو شیعہ  
بھی ہے اور سنی بھی اور پاکستان  
بھی۔ اگر اسلام نہیں تو کچھ  
بھی نہیں۔

جو گروہ اسلام کو خرافات کہے۔  
سارے اسلامی لٹریچر جس کی بنیاد  
کتابِ خدا پر ہے اس میں احادیث  
تواریخ، تفاسیر وغیرہ شامل  
ہیں کو بے اعتماد ٹھہرائے۔  
خدا، رسولِ خدا، اصحابِ رسول  
اور آلِ رسول کے علاوہ علماء  
عظام، اولیائے کرام غرضیکہ  
ہر اسلامی شعائر کی توہین  
خود ساختہ توحید کی آڑ لیکر

کمرے اور پھر عام مسلمانوں پر ہتھان  
باندھنے کہ بالوے فی صدامت  
مما ذالہ ایسے ہی کباٹر کا ارتکاب  
کرتی ہے ایسے شخص کی گرفت  
سنہ کمرنا کفر و الجاد کی  
پشت پناہی کے مترادف ہے۔  
عربی زبان سے لے زاری  
مستشرقین کے تراجم کی اتباع  
تعلیمات فلپس حتیٰ کافروغ  
عباسی کی من گھڑت عماریخ  
ولایت و امامت سے انکار توحید  
بلا رسالت، بزرگان اسلاف پر  
دشنام طرازی جیسے مذموم اصول  
پر مبنی مذہب کو کسی بھی اسلامی  
ریاست میں برداشت نہیں کیا  
جاسکتا ہے۔ اس لئے حکومت وقت

مسلمانوں کی پکڑی اٹھا لیں۔  
اُن بزرگوں کے خلاف جن کے  
قصائد و نفاذ سے آیات قرآنی  
متور ہیں ایسے ایسے ناگفتہ بہ اور  
لغو کلمات کی تشہیر کو ناصرت نواب  
ہی کی جرات ہے کہ جان و ایمان  
پر کھیل کر پکھیل کھیل رہے ہیں۔  
چنانچہ جس طرح دیگر بزرگوں  
کے خلاف گستاخیاں کی ہیں اسی  
طرح حضراتِ حسنین کے بائے  
میں زہر اٹھلا ہے، ثبوت کے  
لئے ملاحظہ کیجئے اور فیصلہ  
فرمائیے کہ کیا کوئی مسلمان ایسی  
ذلیل حرکت کر سکتا ہے یا اسے  
برداشت کر سکتا ہے؟

حضراتِ حسنین کے خلاف  
ناصری ہرزائی کرتا ہے۔

بر بنوا امیہ کا ایک تاکارہ ہڈھا  
تحتِ خلافت پر ہٹھکراپنے عزیز

اس سے مراد حضرت عثمان بن عفان ہیں۔ ذرا ادب یعنی تو ملاحظہ کیجئے کہ

قریبیوں کو گورنریاں تقسیم کرے۔  
اور علی کے لائق فائق بیٹے گلپس  
گلی ڈنڈا کھیلنے پھریں۔“

(سہائی سبزی باغ ص ۳۵)

اس عمارت پر ہمارا صرف ایک  
سوال ہے جو تمام عالم اسلام  
پر کھڑا ہوں :-

کیا ان شہزادگان کی شان میں  
جن کو رسولؐ نے اپنے شالوں پر  
سوار کیا ہوا اور والسیل والحصے  
زلفیں بطور باگ عطا کر کے رکب  
دوش رسالت کا اعزاز سونپ کر  
اختیار دیا ہو کہ باگ تھا اے ہاتھ  
میں ہے جدھر مرضی لے چلو۔  
سائل نے جو آئندہ سلطنت اسلامیہ  
کا بادشاہ ہونے والا ہے سوال  
کیا ہو کہ مرکب یعنی سواری کیسی

شناسی کا ثبوت بتیا کر کے ناجی  
کو گستاخیوں کا مزہ چکمائے۔  
نقص امن اور تحفظ تمامہ  
کے قوانین کو عملاً حرکت میں  
لایا جائے کہ معنی پھر لوگ مسلمانوں  
کے دو بڑے گروہوں میں  
خانہ جنگی پیدا کر داکر سیاسی  
فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔  
واضح ہو کہ اس ملک کی

۹۹ فیصد سے زیادہ آبادی تحریک  
نواصب کے خلاف ہے جس کا  
مقصد نیریدی ملوکیت کا احترام  
اور نیردگان دین کی توہین ہے۔  
جو عباسی ناری کو تو (رج) لکھ  
سکتے ہیں لیکن رسول مقبولؐ پرخ  
تن پاک اصحاب النبیؐ آل رسولؐ  
اور بنات محمدؐ وعلیؐ وازواج

صلہ حضرت عمر بن خطابؓ مراد ہیں۔

۷۷ ناصبی سنگ ریزے

عمدہ ہے ؟ اور بارگاہِ رسالت کی زبانِ وحی بیان سے یہ جواب جاری ہو کہ ”سوا بھی تو خوب ہیں۔“

کے بارے میں اس قسم کے پانذاری اور تہذیب سے گہرے ہوئے جملے استعمال کر کے کسی تحقیر کا مستحق ہے ؟ اس سوال کا جواب ہی از خود تبصرہ ہوگا، آگے دیکھئے امام حسن علیہ السلام کے بارے میں ناصبی تاثرات کیا ہیں۔

”کثرتِ مباحثت کے زہر سے جسمانی طاقت کا بحال نہ رہنا اور ہلاک ہو جانا قدرتی بات ہے۔ حسن چالیس دن بیمار رہے اور مرضِ زیاسطیس میں فوت ہوئے“ (سبائی سننِ باغ ص ۱۷۱)  
امام برحق شہیدِ سم جفا

اسلامی جو اہر ریزے

پیغمبرؐ کی شان میں گستاخ کلام کرتے ہیں۔ اور اس قدر بیباک رنڈر ہیں۔ رسماً ردِ واداری تک کو ملحوظ نہیں رکھتے۔

حتیٰ کہ بزرگانِ دین کے اسماءِ گرامی پر تقطیعی حُرُوت یا دعائیہ نشانات دینا بھی خلافتِ توحیدِ خود ساختہ سمجھتے ہیں۔ آلِ رسولؐ کے منکرِ اہل بیت کے دشمن، درودِ شریعتِ کینڈائے فاتحہ خوانی اور عربی تلاوتِ قرآن کے مخالفت، عبادات کے منکر، کیا کیا لکھیں۔ کون سا ایسا اسلامی حکم ہو گا جس کا یہ انکار نہیں کرتے اور پھر کہتے ہیں۔ ہماری آبادی ۹۲ فیصد ہے۔ ہمیں تو ۹۲ سو کل بھی نظر نہیں آتے۔



بس برادرانِ اسلام  
دونوں نظریات کا ایک اجمالی  
خاکہ آپ کی خدمت میں پیش  
کر دیا ہے۔ اب سچ و جھوٹ کا  
فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ بہر  
حال بندہ گناہگار اپنی عاقبت  
سے غافل نہیں ہے۔ لہذا میرا  
جہاد ان ملائین کے خلاف اس  
دنیا میں بھی اور اگلے جہاں  
میں بھی انشاء اللہ جاری رہیگا۔  
اور ان کو ٹھکانے لگا کر دم لوٹگاؤ  
سمع خراشی معاف کیجئے اور  
اصل نفس کی طرف لوٹنے کہ  
ولایت حضرت علی علیہ السلام  
شعبہ و سنی دونوں گروہوں کا  
مشترکہ عقیدہ ہے۔"

امام حسن مجتبیٰ پر ایسا اہتمام  
کوئی عاقل مسلمان پسند نہیں  
کر سکتا۔ جن سرداروں نے  
آغوشِ رسولؐ میں تربیت پائی  
ہو۔ اور قرآن نے انہیں نظہیر  
کی سند دی ہو۔ ان کے بارے  
میں ایسے فاسد خیالات کا اظہار  
ظلمِ عظیم ہے اور ظالموں کا  
ٹھکانہ جہنم ہے۔

المختصر نواسب دین اسلام  
کا کوئی ایک بزرگ بھی نہیں  
چھوڑا جس کے خلاف توہین  
آمیز کلمات استعمال نہ کئے ہوں۔  
حتیٰ کہ شانِ خدا بھی ان کے نزدیک  
و لائقِ احترام نہیں ہے کیونکہ اکثر  
جگہ خداوند کریم کے خلاف بھی  
کفر بکا گیا ہے اور حبیب ہم

اِس بے ہودگی کا مفصل جواب  
دیں گے تو عوام ششدر رہ  
جائیں گے کہ آستین میں کیسے  
کیسے سانپ پروان چڑھنے کے  
سہانے خواب دیکھنے میں مشغول  
ہیں۔

۶۔ فتنہ ناصبیت کا تجزیہ  
بمنظر عمیق کرنے سے یہ حقیقت  
منکشف ہوتی ہے کہ سازش

کا چہرہ انتہائی مہیب ہے  
مستشرقین کے چیلے ان ہی کی  
چالوں کو استعمال کرتے ہیں۔  
چنانچہ جب انہوں نے تعصب  
و فساد کی راہیں تلاش کیں تو  
اُن کو یہ راستہ بھی نظر آیا کہ  
عوام الناس میں زبان سے محبت  
کا جذبہ قطری طور پر موجود  
ہوتا ہے۔ اگر تھوڑا مروج مصالحہ  
مہیا کر لیا جائے تو لسانی تعصب

لیکن چونکہ ان کا نصب العین  
ہی یہ ہے کہ اتحادِ ملت اور استحکام  
پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچایا  
جائے لہذا یہ مٹھی بھر گروہ برکت  
اس ٹاک میں رہتا ہے کہ جب بھی  
بھی موقع ہاتھ لگے مسلمانوں  
میں کشت و خون کر داکر اپنے  
مستشرقین آقاؤں کی تمنا میں  
پوری کرے۔

لہذا آئے دن یہ کوئی نہ  
کوئی فتنہ برپا کر اس کو شش  
میں مصروف نظر آتے ہیں۔  
بھائی کو بھائی سے لڑوانے  
اور تنظیمِ قزم کو تباہ کرنے کا ہمد  
ان لڑگوں نے دشمنانِ اسلام  
سے باندھ رکھا ہے اور خود نام نہا  
اکثریتِ اسلام کا ببادہ پہن کر ایک  
طرف تعلیماتِ اسلام کی صورت تبدیل  
کر رہے ہیں اور دوسری طرف اہل

بہت جلد پھیل کر قوموں کے اتحاد کا شیرازہ بکھیر دیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بڑی ہوشیار سی سے کام لیکر دین اسلام کی زبان کے خلاف کام شروع کیا۔ اور لوگوں کو دامِ اُتریب میں بھانسنے کے لئے جال پھیلا یا۔ ایک بھائی بند سے کہلوایا کہ عربی زبان سے نا آشنائی ہونے کی وجہ سے تلاوتِ قرآن و نماز اور دیگر عبادات کا کیا فائدہ۔ صرف ترجمہ کافی ہے۔ کچھ مغرب زدہ لوگوں نے ہاں میں ہاں ملائی۔ تاہم خفیہ سے ڈھارس بندھی۔ لہذا پرچار شروع ہوا کہ نماز وغیرہ اردو میں ادا کرنا مانعِ صلوٰۃ نہیں ہے۔ لوگوں کو اس میں بظاہر سہولت نظر آئی لیکن درحقیقت قوم کو عربی سے

اسلام میں نفرت کا بیج بونے میں مصروف عمل ہیں۔ تاکہ اپنے محبین یعنی اہل یہود و نصاریٰ کو خوش کر سکیں اور ان سے ذاتِ حسین حاصل کریں۔ باوجودیکہ ان کی تعداد انتہائی قلیل ہے لیکن ان کے گھناؤنے مقاصد کی تعداد بہت کثیر ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ یزید کو خلیفہ راشد تسلیم کیا جائے اور حسین کو باغی مانا جائے اور ادریسؑ سے بغض رکھا جائے اور دشمنانِ آلِ محمدؐ محبت کی جائے۔ اولیائے کرام کا مقام نہ مانا جائے اور تمام بزرگانِ دین کی تعظیم کرنا گناہ سمجھا جائے۔ ہزاراتِ مقدسہ کے نشانات مٹا دئے جائیں۔ اپنے ذہن کے مطابق غیورین وضع کیا جائے جس کا مقصد خود پسندی سے زندگی بکھر کرنا اور بچے پالنا ہوں۔ نہ ہی سنتِ رسولؐ کی

پیروی کی جائے اور نہ ہی متن قرآن کو اہمیت دی جائے۔ البتہ جو مستشرقین ہدایت جارحہ کر دیں اُسے دین سمجھ کر قبول کر لیا جائے۔

لیکن مسلمان خواہ وہ کتنا ہی بے عمل و گناہ گار کیوں نہ ہو محبت رسولؐ اور آل رسولؐ کو اپنا سرمایہ ایمان سمجھتا ہے۔ اور اس عقیدت کی خاطر ہر مسلمان بڑی سے بڑی قربانی دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ کا کرم خاص ہے تمام اہل اسلام عشق رسولؐ میں دیکھ رہے ہیں۔ لہذا ناصبیوں کا یہ جادو کسی بھی عاشق رسولؐ پر نہیں چل سکتا۔ اگر کچھ سادہ لوح افراد نواصب کی ہاں میں ہاں ملا تے ہیں تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ

بے بہرہ کفنا ہے۔ کیونکہ دین کی ساری تعلیمات اس ہی زبان میں ہیں اور لوگوں کو اس زبان پر عبور ہو گیا تو اپنی ناویج مخدھار غرق ہو جائے گی۔ منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ اصلی اسلام کے محاسن واضح ہونگے اور یانوں بے فیصد اکثریت غفقا ہو جائے گی۔ ایک طرف ترجمہ قرآن کو کافی ٹھہرا کر من مانے مطالب کی پلیٹی شروع کر دی دوسری طرف یہ پروپیگنڈا جاری کیا کہ سارے کاساراعربی لٹریچر ناقابل اعتبار اور غلط ہے۔

جس میں تمام احادیث و تفاسیر و فقہ و دیگر علوم اسلامیہ شامل ہیں چنانچہ شواہد ملا حفظ کیجئے تاکہ ناصبی کس دل سوز لہجہ میں شاطرانہ چال چل رہا ہے۔

پیروی کی جائے اور نہ ہی متن قرآن کو اہمیت دی جائے۔ البتہ جو مستشرقین ہدایت جارحہ کر دیں اُسے دین سمجھ کر قبول کر لیا جائے۔

لیکن مسلمان خواہ وہ کتنا ہی بے عمل و گناہ گار کیوں نہ ہو محبت رسولؐ اور آل رسولؐ کو اپنا سرمایہ ایمان سمجھتا ہے۔ اور اس عقیدت کی خاطر ہر مسلمان بڑی سے بڑی قربانی دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ کا کرم خاص ہے تمام اہل اسلام عشق رسولؐ میں دیکھ رہے ہیں۔ لہذا ناصبیوں کا یہ جادو کسی بھی عاشق رسولؐ پر نہیں چل سکتا۔ اگر کچھ سادہ لوح افراد نواصب کی ہاں میں ہاں ملا تے ہیں تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ

انسوس ہمارے اسلام پر بیانیہ  
کس قدر غالب ہے کہ تاریخ قذافی  
تھی معلوم ہوتا ہے سارا اسلامی  
لٹریچر بھی سبائیوں کا لکھا  
ہوا سیرۃ بنوی پر پہلی کتاب  
سبائی نے لکھی۔ جھوٹی حدیثیں  
اور تفسیریں سبائیوں نے  
گھڑیں اور جمع کیں۔ اب اسی  
خرافات کا نام اسلام رکھ لیا گیا  
(سبائی منبر باغ ص ۲۵)

دیکھ لیا آپ نے کس مکاری  
سے ناصبی نے ہمارے دین اسلام  
کو ”خرافات“ کا نام دیا۔ اور  
قرآن سمیت پورے اسلامی لٹریچر

یعنی اسلامی لٹریچر کا ماخذ اول  
قرآن بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ مگر تو پھر  
مسلمان کیا کرتے رہے تہا کہ آقاؤں  
کے کہنے کے مطابق صرف لوٹ مار اور  
خونریزی۔

ناصری فرقہ دارانہ تعصب سے  
فائدہ اٹھا کر اپنے مقصد کو پا  
جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر عام  
لوگوں کو تحریک نواصب کے  
مزائم معلوم ہو جائیں تو پاکستان  
بلکہ دنیا بھر اسلام میں ان کے  
ناپاک ارادے کا نام دنا مراد ہو جائے  
بہت جہم نے عامۃ المسلمین  
کو اس ناعاقبت اندیش  
گمراہ کے عقائد فاسدہ  
سے روشناس کرا دیا ہے۔

اب یہ مسلمانوں کی دینی ذمہ داری  
ہے وہ اس فتنہ کو صفحہ سہمی  
سے نیست و نابود کر کے ہر خرد  
دارین حاصل کریں۔ اور  
ان کے خیال میں پھینس کر اپنے  
اتحاد و اتفاق کو پامال نہ کریں

نامی سنگ ریزے

۸۴

نامی سنگ ریزے

کرنا قابل اعتبار ٹھہرایا۔ پھر یہ بھی دعویٰ ہے کہ ان خرافات سے غیر مسلموں نے جو ہوا ہریرے اکٹھے کر دئے ان کو قبول کیا۔  
 بندہ بے فہم! کسی دلیل کے وضع کرنے کا کوئی ڈھنگ ہوتا ہے اپنے مسلمات پیش کرنے کے لیے اسلوب ہیں۔ لیکن بے راہ روی کے لئے مشعل راہ کی کیا ضرورت جدھر سینک سوائے چل دئے۔  
 جب تم دین اسلام کی کسی شے کو معتبر نہیں سمجھتے تو حکم کھلا کہہ دو کہ ناپس حتیٰ کہ رسول مان لیا اور اس کے تعلیمات کو فروغ دینا تمہارا مذہب ہی فریضہ ہے۔  
 بات ختم ہو جاتی ہے۔  
 اور پھر تو ۹۲ فیصد کی بجائے ایک سو ایک فیصد حصہ تھا اسی ہے۔  
 لیکن ایک جانب تو دین کو

خرافات "کہو اور پھر اسی دین کے "داعی" ہو کر منافقت کے ساتھ اکثریت بھی جتاؤ تو مسلمان فوراً اپنے قرآن میں اپنے اللہ کا حکم جو بذریعہ رسول ہم تک آیا ماننے کے لئے دوڑے گا۔ خیالچہ ہمارے خدا کا پیغام سن لو شاید تائب ہو جاؤ۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
 يَرْتَدُّ مِنْكُمْ دِينُهُمْ فَسَوِّغْ لَهُمْ  
 يَا أَيُّهَا اللَّهُ لِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ  
 يُجِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ السَّوِّغِ  
 أَعَزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يَجْمَعُونَ  
 هَدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
 وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ  
 ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ  
 مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ  
 "یعنی اے ایمان والو جو کوئی  
 تم میں سے اپنے دین کی تردید  
 صحت یعنی دین اسلام کو خرافات

نامہیں سنگ ریزے

۸۴

نامہیں سنگ ریزے

پس جب تم نے دین کی  
ترویج کر دی اور اسے خرافات  
کہا بلکہ مصنوعہ سبائیں سمجھتے ہو  
اور اللہ کے حکم کے مطابق ہم ہر  
جہاد تمہارے خلاف کریں گے اور  
کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔  
تم لاکھ کوشش کرو کہ شیعہ سنی  
آپس میں ٹکرائیں انشاء اللہ  
تمہارا یہ خواب کبھی شرمندہ  
تعبیر نہیں ہوگا۔ بلکہ جو آگ تم  
نے اپنے ارد گرد خود ہی جلا رکھی  
ہے تم اور تمہارا مذہب اور  
اس کے پیروکار اسی میں جل کر  
راکھ ہو جائیں گے۔

رکھتے ہیں اور خدا ان سے بہت  
کرمے گا۔ عنقریب خط ایسی قوم  
کو لائے گا۔ جو خدا سے محبت  
دکھتا ہے۔ جنی جو مومنین کے لئے  
نرم دل رحیم اور کافروں (انکار  
کرنے والوں) کے لئے سخت  
زبردست ہیں۔

یاد خدا میں جہاد کرتے ہیں  
(قلبی لسانی سیفی) اور ملامت  
کرنے والوں سے نہیں ڈرتے  
اور ملامت کرنے والوں کی  
پرواہ نہیں کرتے یہی اللہ کا فضل  
ہے جس کو چاہتا ہے عطا  
فرماتا ہے۔ اور اللہ وسعت و  
کشادگی والا ہے۔ بہت ہی جاننے  
والا ہے۔

مسلم روز غیر حضور نے ایسے

ہی کلمات ارشاد فرمائے جب علم رسولی  
کو عطا کیا۔



## تشریح ولایت

برادران گرامی قدر ہم نے جواہر ریزے اور سنگ ریزے علیحدہ علیحدہ کر لئے۔ جواہر پوری آب و تاب سے چمک دمک رہے ہیں۔ اور جواہر سی میں دُرِ دلایت درخشندہ و منور ہے۔ جس کی روشنی اسلام کی دونوں ٹکوں (شیعہ و سنی) کو نور بخشی ہے اور ظلم و ستم کو اسیب یہ ہے کہ وہ تجلی برداشت نہیں کر سکتی اور اپنی فطری روشنی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ چنانچہ ہم اسی روشنی کو اس بات پر ڈالا تھا کہ اطاعت رسول کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مومن حضرت امیر علیہ السلام کو ”ولی اللہ“ تسلیم کرے۔ اور یہ بات تو بالکل سیدھی ہے کہ حضرت علیؑ مومنین کے ہمیشہ دوست و مددگار رہے۔ اگر حضور اکرمؐ کا مقصود صرف حضرت علیؑ کو یار و مددگار کہنا ہی تھا تو حضورؐ کو لفظ ”بعدی“ یعنی ”میرے بعد“ فرمانے کی ضرورت کیا پیش آئی؟ یہ لفظ ہی ثابت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ کی مراد یہاں ”ولایت علیؑ“ ہے۔ جو علیؑ کو بعد از عہد رسالت حاصل ہونے والی ہے۔ کیونکہ حضرت علیؑ بعد از رسولؐ ہر مومن کے ”ولی“ ہیں۔ یعنی حاکم بالتصرف ہیں۔ لہذا بظاہر موجودگی رسولؐ میں اقرارِ ولایت ضروری نہ تھا۔ بلکہ بعد از رسولؐ ہی مناسب تھا۔ پس عہد رسالت کے بعد

”علیٰ ولی اللہ“ کہہ کر مولا علیؑ کی حاکمیت کا اقرار کرنا اتباعِ حکم رسولؐ ہے۔ اور اپنے ایمان کا اظہار ہے۔ البتہ اس حکم کی نافرمانی کرنا عداوتِ رسولؐ کی علامت ہے۔

## ولایت کے قرآنی معنی

یہاں تک ولایت حضرت علیؑ کا تعلق ہے۔ دونوں برادرِ گروہ سُنی و شیعہ اس پر عملاً متفق ہیں کہ بلاشبہ ولایت علیؑ کو تسلیم کرنا اطاعتِ رسولؐ ہے۔ لیکن دونوں میں کچھ معنی کا اختلاف ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ”ولی“ کے معنی حاکم یا تصرف کے ہیں لیکن اہلِ سنۃ والجماعۃ حضرات کے خیال کے مطابق ”ولایت“ سے مراد دوستی و رفاقت ہے۔ معنوی اختلاف کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کا حل موجود نہ ہو۔ ہمارا دین تو اکمل ہے۔ مکمل ضابطہٴ حیات ہے۔ اس میں ہر اختلاف و نزاع کا صحیح حل موجود ہے۔ چنانچہ کتابِ محکم قرآنِ حکیم میں اللہ نے اُمت کو تعلیم دی ہے کہ اگر تمہارا آپس میں اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب لوٹادو۔ اللہ کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کیا جائے اور رسولؐ کی طرف لوٹانے کے معنی یہ ہیں کہ اسوۂ رسولؐ سے ہدایت لی جائے۔ اب چونکہ ایک اختلاف آگیا ہے اس لئے ہم یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور التجا کرتے ہیں بارِ اعلیٰ ہمارے رہنمائی فرما کہ تیرے بندہٴ مشکل کشا کی

ولایت کا مسئلہ ہے۔ اللہ کی کتاب کو سیم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھولا شروع سے آخر تک تلاوت کی۔ کہ ”ولا یتہ“ کے معنی میل جا بیٹن۔ نیک نیتی سے کوشش کی تھی لہذا مطلوبہ لفظ تلاش کر یا سارے قرآن مجید میں لفظ ”ولا یتہ“ اللہ میاں نے صرف ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ہے۔ شاید اس لئے کہ اُسے معلوم تھا کہ میری اُمتِ اسلامیہ میں اس لفظ پر معنی کا اختلاف ہو جائے گا۔ لہذا کیوں نہ اُسے ایک ہی مرتبہ ایک ہی معنی میں استعمال کروں تاکہ بوقت ضرورت لوگوں کو ہدایت کامل نصیب ہو جائے۔ یہ لفظ جس جگہ وارد ہوا ہے وہ پورا رکوع اسی کی تشریح و توضیح کرتا ہے۔

چنانچہ پارہ ۱۵ سورۃ الکہف آیت ۳۳ تا ۳۴ رکوع ۵ میں ارشاد خداوندی ہے :- ”(اے رسول) اور ان لوگوں سے ان دو شخصوں کی مثال بیان کرو کہ ان میں سے ایک کو ہم نے انکوڑ کے دو باغ دے رکھے تھے۔ اور ہم نے اُن کے چاروں طرف کھجور کے درخت لگا رکھے تھے۔ اور ان دونوں باغوں کے درمیان کھیتی بھی لگائی تھی۔ وہ دونوں باغ خوب پھل لائے اور پھل لائے میں کچھ کمی نہیں کی اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان نہر بھی جاری کر دی تھی۔ اور اُسے پھل ملا تو اپنے ساتھی سے جو اس سے باتیں کر رہا تھا۔ بول اُٹھا کہ میں تو تجھ سے مال میں (بھی) زیادہ اور نفی (جیتنے جماعت) میں (بھی) بڑھ کر ہوں۔ اور یہ باتیں کرتا ہوا اپنے باغ میں جا پہنچا۔ حالانکہ اس کی حالت یہ تھی کہ اپنے اوپر آپ ظلم کر رہا تھا۔

(غرض) وہ کہہ بیٹھا کہ مجھے تو اس کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ کبھی یہ باغ اُڑ پڑے۔ یہ بات بالکل ایسی ہے جیسے سبائی سبز باغ والے عزیر صدیقی نے ماری ہے کہ ۹۲ فیصد

جائے۔ اور مجھے قیامت کی گھڑی برپا ہونے کا بھی کوئی خیال (خوف) نہیں کیونکہ اگر قیامت آئے گی تو، جب میں اپنے پروردگار کی طرف جاؤں گا تو یقیناً اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔ صلب اس کا ساتھی جو اس سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کیا تو اس کا فریضہ ہے۔ جس نے تجھے تراب (مٹی) سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے پھر نہیں ٹھیک شکل کا آدمی بنایا۔ لیکن وہی خدا میرا پروردگار ہے اور میں اپنے پروردگار کا کسی کو شریک قرار نہیں دیتا۔ ۱۵ اور جب تو اپنے باغ میں آیا تو دیکھ کیوں نہ کہا (مساثر اللہ) یہ سب خدا ہی کے چاہے سے ہوا ہے۔ بغیر اللہ کے کوئی قوت نہیں۔ اگر مال و اولاد کے اعتبار سے تو مجھے کتر سمجھتا ہے تو عنقریب ہی میرا رب مجھے وہ باغ عطا فرمائے گا۔ جو تیرے باغ سے کہیں بہتر ہوگا۔ اور تیرے باغ پر کوئی ایسی آفت آسمان سے نازل کرے گا کہ چٹیل چکنا صفا چٹ میدان ہو جائے اور اس کا پانی نیچے (اُتر کے خشک) ہو جائے گا۔ پھر تو اس کو کسی طرح طلب نہ کر سکے گا۔ اور اس کے پھل (آفت میں) گھیر لئے گئے۔ تو اس حال پر

۱۔ آپ کا تو حید پرست تھا کہ اسی کو اپنی خود ساختہ توحید پر گھنٹہ بٹھا کہ وہ بعض توحید اللہ سے انعام حاصل کرتے گا۔

۲۔ قابل غور امر یہ ہے کہ باوجودیکہ کتر توحیدی ہے قیامت پر ایمان ہے اور یقین ہے کہ ناجی ہوں۔ لیکن پھر بھی سدا کفر مل رہی ہے اور باوجودیکہ خدا کو ماننا ہے پھر بھی کفر کرنے کا بیان وارد ہو رہا ہے۔ ۳۔ ثابت ہوا دونوں کا ایمان ایک ہی "معبود یعنی اللہ" پر تھا اور اول الذکر شخص کا فعل مشرک نہ ابھی تک معلوم نہیں ہوا ہے۔

جو باغ کی تیاری میں صرف کیا تھا کفِ افسوس ملنے لگا۔ اور باغ کی یہ حالت تھی کہ ٹہنیوں پر اوندھا گدا ہوا پڑا تھا تو کہنے لگا ہائے کاش میں اپنے پروردگارِ احد کا شرک نہ کرتا۔ اور خدا کے سوا اس کا ایسا کوئی جہتھا بھی نہ تھا کہ اس کی نصرت کرتا اور نہ وہ خود بدلہ لے سکتا تھا۔ (سپس ثابت ہو گیا کہ) شریعتی و سہراری خاص اللہ ہی کے لئے ہے جو حق ہے۔ بہتر ثواب والی ہے۔ اور انجام کے خیال سے بھی وہی بہتر ہے۔

هٰذَا لَئِنْ اُولَٰئِكَ بِلِلّٰهِ الْحَقُّ  
هُوَ خَيْرُ ثَوَابٍ وَّ خَيْرٌ مُّقْبَلًا ۝

قارئین سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ مندرجہ بالا ترجمہ رکوعِ محمولہ مع عربی متن ایک بار پھر تلاوت فرمائیں۔ تاکہ اس شبہ میں کوئی صاحبِ نہ رہیں کہ ترجمہ غلط کر دیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت کی تشریح جس عمدہ مثال سے بیان کی ہے یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔

مثالی واقعہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک عام فہم آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس جگہ دوستی "معنی جامع قرار نہیں پاتے بلکہ اگر یہاں دوستی مراد لے لی جائے تو فصاحتِ قرآن قائم نہیں رہتی۔ لہذا ماننا پڑتا ہے کہ "ولایت" کے قرآنی معنی دوستی و یاری نہیں بلکہ سہراری و سہراری ہے۔ اور پھر "ثواب" و "عقبا" کے الفاظ ان ہی معنی کو تقویت دیتے ہیں۔ کیونکہ والی امر ہی ثواب و انجام سے

ہا۔ محدث عبدالقادر نے ولایت کا ترجمہ اختیار کیا ہے۔

بانجرو یا اعتبار ہو سکتا ہے۔

پس اختلافِ معنی ولایت کا فیصلہ بارگاہِ احادیث سے مل گیا۔  
اب سعادت یہی ہے کہ قرآنی معنی تسلیم کر کے اطاعتِ الہی بجالائی  
جائے۔ اللہ کا شکر ہے یہ لفظ صرف ایک ہی جگہ وارد ہوا ہے لہذا  
بڑی آسانی سے مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ حدیث  
کے معنی قرآن مجید کے خلاف نہیں ہو سکتے۔

## فائدے

- ۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ”وَلَايَةِ“ کو ایک مثال سے  
واضح فرما کر اس کی اہمیت پر زور دیا ہے۔
- ۲۔ دو شخصوں کے عقائد و اعمال مختلف بیان کئے ہیں جبکہ  
اُن ہر دو میں کا خدا پر ایمان رکھتا ہے اور قیامت کو مانتا ہے۔ بالفاظ  
دیگر دونوں ”توحید“ کے قابل و پرستار ہیں۔
- ۳۔ ایک شخص کی مالی حالت مضبوط ہے۔ اُس کو افرادی قوت  
بھی حاصل ہے۔ اور اُسے اپنے عقائد و بارہ خدا پر اس طرح  
سمجھ و سہ و اعتماد ہے کہ اُسے عذابِ الہی کا خوف نہیں۔ اپنے اعمال پر  
نازاں ہے کہ اللہ کی عقوبت کا وہ اپنے تئیں اہل خیال نہیں کرنا اور قیامت  
پر چونکہ ایمان رکھتا ہے لہذا اُسے یہ خوش فہمی ہے کہ اگر قیامت برپا  
ہوگی اور اس کا دنیوی ذخیرہ مال و اولاد ہر یاد ہو جائے تو اُسے کوئی

فرق نہیں پڑے گا بلکہ اس کے بدلہ میں اس کا رب اُسے پہلے سے بھی زیادہ مال و متاع عنایت کرے گا۔ اور ان ہی عقائد کا اظہار وہ دوسرے صاحب پر کر رہا ہے۔

۴۔ ایک راوی نسخ الحقیقہ توحید کے لئے اس سے بہتر اور کیا مانا ہو سکتا ہے۔ اللہ پر اس کا ایمان ایسا ہو کہ اُسے اطمینانِ قلب ہو وہ خدائے واحد کو اس کے شانِ شایان اپنا "سراب" مانتا ہے۔

۵۔ دوسرے صاحب کو اس کی یہ توحید خداوندی درست معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی ساری گفتگو "کفر" سے تعبیر کرتا ہے حالانکہ بظاہر اول ذکر شخص کے کلام میں ایک حرمت بھی کلمہ کفر کا حصہ نظر نہیں آتا۔ سوائے اس کے کہ وہ نعماتِ خدا کا شرف مان کر ان پر نازاں ہے۔ اور متکبرانہ لہجہ میں اپنی زیادتی، مال و عیال دوسرے صاحب سے بیان کرتا ہے حالانکہ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کا دیا ہو سب کچھ ہے جس میں یہ قدرت ہے کہ وہ یہ سب کچھ تباہ کر سکتا ہے۔ لیکن اُسے اپنے اعمال پر بھروسہ ہے کہ میں توحیدِ خداوندی کا پرستار ہوں اور اللہ میاں میرے جیسے بندہ موجد پر اپنا عذاب نہیں کر سکتا ہاں چونکہ ہر شے کو فنا ہے لہذا فوراً اس کا اقرار کرتا ہے اگر قیامت آجائے تو بھی مجھے اللہ پر پورا یقین ہے کہ اس دولت کو ضائع کرنے کے بعد مجھے اس سے کہیں بہتر جگہ بدلے میں عطا کرے گا۔ تو یہ معلوم ہوا کہ اُس کا گھمنڈ بھی ذاتی نہ تھا بلکہ اس کے زُعم میں بھی وہ اپنے عقیدہ



توحید باری کے بل بوتے پر اپنی بڑائی بیان کر رہا تھا۔ اور اگر ایسا بھی ہے کہ اس نے نعمات بخشندہ منجانب خدا پر ناز و فخر کیا تو بھی یہ بات زمرہ کفر میں نہیں آتی۔ کیوں کہ اس نے خدا کا انکار تو بہر صورت نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے صاحب نے یہ گواہی دی کہ تو بھی اسی خدا کو مانتا ہے جسے میں خدا مانتا ہوں۔ یعنی دونوں ایک ہی خدا کی توحید کے قائل ہیں اور کلمہ توحید دونوں کی زبانوں پر اور دلوں پر جاری ہے۔

۶۔ تھوڑا سا غور کر لینے کے بعد ایک عجیب حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ کہ مؤخر الذکر شخص نے انتہائی پُر اسرار مگر سادہ سوال کیا ہے اور اس سے پوچھا ہے۔

”کیا تو اس کا کافر ہے۔ جس نے تجھے ثواب (مٹی) سے پیدا کیا، پھر نطفے سے پھر نہیں ٹھیک شکل کا آدمی بنایا؟“

سائل نے ”اللہ“ کا نام لے کر الزام کفر عائد نہیں کیا ہے۔ بلکہ خدا کی تین صفات سے ”کفر“ کا استفسار کیا ہے۔ اور یہ تینوں صفات خلیقہ ہیں۔ اب ہم قارئین کرام کی توجہ دوبارہ اپنے پچھلے مضمون کی جانب مبذول کرتے ہیں کہ شرک کے بیان میں ہم نے اس بات پر واضح روشنی ڈالی تھی کہ خدا مخلوق میں سے کچھ مصطفیٰ و مرتضیٰ ہستیوں کو اپنے صفات کا مظہر اپنی مرضی سے بنالیتا ہے اور اس بیان کو یہاں دوبارہ دہرانا محض تکرار ہے۔

چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کفر نے اللہ کی ذات کا انکار

میں سکینہ

حیدر آباد لطیف آباد، پرنٹ نمبر ۸-۵۹

نہیں کیا۔ بلکہ

{ تراب سے پیدا کرنے والے  
نطفے سے بنانے والے  
درست شکل بنانے والے

موصوف کا انکار کیا۔ اور اندازِ بیان بتاتا ہے کہ یہ موصوف ہستی اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے یہ ایمان بالہداس شخص کا مع تصدیق صاحبِ دہم تحریر کیا ہے۔

لہذا علم حاصل ہوا ہے یہ خدا کے علاوہ کوئی اور مخلوق خدا ہے جسے اللہ نے خود ان صفات سے متصف کر کے اپنے صفات کا منظر بنایا ہے اور ہر دعویٰ راہِ توحید پر یہ واجب قرار دے دیا ہے اُن پر ایمان رکھیں۔ اور اُن کا انکار کر کے ”کفر“ سے محفوظ رہیں۔

مومنین کرام۔! مولا آپ کو شاد و آباد رکھے۔ جب بات اس مقام پر آ پہنچی کہ یہ شخص اس غیر خدا مخلوق اللہ کا کافر تھا جس میں خدا نے متذکرہ صفات پیدا کی تھیں تو لگے ہاتھوں اُس ”مخلوق“ کی معرفت بھی حاصل کرتے چلیں جس کا ”کافر“ توحید پرست تھا۔ ایسے تینوں مبینہ صفات پر نظرِ تجسس ڈالیں۔ تعصب و بیڑھی توحید کو خیر یاد کہیں جو باغاتِ جنت کی بجائے سبائی سبز باغوں کی سیر کرواتی ہے آخر سب کو مٹی میں جانا ہے۔ محض ہٹ دھرمی و ظاہری بھرم سے ہم کیوں اپنی مٹی اڑائیں۔ لہذا پہلی صفت ہی مٹی کے

بارے میں کہ ”تراب سے پیدا کرنے والے کا ہے

سبحان اللہ و بجدہ، جو نہی ”تراب“ کا نام آیا۔ تراب کے پیدا کرنے والے کی معرفت حاصل ہو گئی کہ مصنوعہ صانع کا تعارف کرواتا ہے۔ زبان وحی بیان سے شہنشاہ کو نین کا عطا کردہ لقب ”ابو تراب“ ذہن پر نقش ہوا۔ صاحب لقب ”علی ولی اللہ“ نے یہ مشکل بھی آسان کر دی۔

امرنہذیل لطیف یہ ہے کہ جس طرح لفظ ”ولایت“ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک ہی مرتبہ بیان کر کے اس کے معانی کی حفاظت فرمائی ہے اسی طرح رسول خداؐ نے ”ابو تراب“ کی حفاظت فرمائی کہ صغیر سنی سے تاحیات حضرت علیؑ کو ہر ایام ”ابو تراب“ سے پکارتے رہے کہ ان کا عرت عام ہوا اور اس لقب کو ایسی شہرت حاصل ہوئی کہ دیگر القاب کو تو لوگوں نے اپنے ساتھ چپکانے کی ہمت کر لی مگر فہرست مسلمین میں کوئی دوسری فرد ایسی نہیں ملے گی جس نے اپنے پرہ ”ابو تراب“ کا لقب وار د کیا ہو۔ جس طرح کوئی لفظ معنی عام سے معنی خاص بن جاتا ہے اسی طرح ”ابو تراب“ زبان پر آتے ہی دل و ذہن حضرت علیؑ ابن ابیطالب کی طرف رجوع کر جاتے ہیں۔ اور یہ کنیت جو بارگاہ رسالت سے عطا کی گئی ایسی مشہورہ و معروفہ ہے کہ اس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ احادیث و روایات میں ہے سرکار امیر کو یہ لقب بہت پسند تھا کہ حضورؐ کمال شفقت سے آپؐ کو اسی کنیت سے

مخاطب فرماتے تھے۔

اور جب ہم ”ابو تراب“ کے معنی کرتے ہیں تو یہ ”مٹی کا باپ“ ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے باپ اسی وقت ہوگا جب پیدا کرے گا۔ پس ثابت ہوا کہ ”تراب سے پیدا کرنے والے“ سے مراد صاحبِ ولایتؑ علیؑ ”ولی اللہ“ ہے۔

صفت دوم یہ کہ :-

”نطفے سے بنانے والا“

اللہ تبارک تعالیٰ اور لطفہ کے درمیان سوائے خالق و مخلوق کے اور کوئی رشتہ نہیں کہ اللہ کی ذات سبحان ”لحم یدلہ و لہ یولد“ ہے۔ لہذا اس صفت کا موصوف بھی کوئی غیر اللہ ہے۔ جسے بارگاہِ خداوندی سے یہ اعزاز حاصل ہوا۔ اور یہ بات کسی جرح کے قابل نہیں کہ نطفہ محتاج ہے باپ کا اور خدا کسی کا باپ نہیں۔ لہذا نطفے سے بنانے والے کے لئے ضروری ہے وہ ”باپ“ ہو۔ اسی لئے تو رسولؐ نے ”ابو تراب“ کی کنیت سے نوازا کہ یہ اعزاز مولا علیؑ کو بخشا کہ آپؑ کے باپ ہیں۔ دو الفاظ کے مرکب سے شہر علم نے خالق و مخلوق کے مابین خلقت کے تمام مسائل حل کر دئے خدا کی ذاتِ صمد کی توحید بھی قائم رہے اور ولایت بھی۔ تبھی تو حضرت امیر المؤمنینؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا :-

”مسلمانوں پر علیؑ کا حق ایسا ہے جیسے کہ باپ کا اولاد پر“

(مستدرک حاکم بحوالہ ارجح المطالب ص ۶۲)

اور فرمایا۔

”عسلی کا اس اُمت پر الیٰ حق ہے جیسے والد کا اپنے بیٹے پر“

(فردوس الاخبار، ولیمی بحوالہ راجح المطالب ۶۲)

خط کشیدہ لفظ ”حق“ اہم ہے کہ آیت میں ولایتِ خدا کے ساتھ

اس کا استعمال ہوا چھے ہم آگے بیان کر رہے ہیں۔ یہاں ایک اور بات قابل

وضاحت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق اللہ تعالیٰ نے

امت کے ماں باپوں سے اولیٰ قرار دیا ہے۔ لہٰذا اگر حضرت علیؑ اُمت کے

روحانی باپ ہیں تو آنحضرتؐ حضرت علیؑ کے مربی و مُرشد اور والدِ روحانی

ہیں۔ لہٰذا آپ سرکارِ جناب امیرؑ سے افضل ہیں۔

دوم یہ کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے حضرت علیؑ کو ”مسلمانوں یا

”امت“ کا باپ کہا گیا ہے۔ اس میں سارے انسان شامل نہیں ہیں

تو اذالہ شُبہ یہ ہے کہ حضورؐ سارے جہانوں کے لئے نبی بنائے گئے

ہیں۔ اولین و آخرین کے لئے پیغمبرِ برحق اور رحمت للعالمین ہیں۔ لہٰذا

ساری کائنات آپ کی رسالت کے زیرِ اثر ہے اور تمام انبیاء مع اپنی اپنی

امت کے حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں۔ پس یہ دونوں

معنی پر منطبق بات ہے۔

المختصر بات یہاں تک آئی کہ اولادِ کردوئوں صفات کا تعلق غیرِ خدا

مخلوقِ خدا، ولیِ خدا، وحی رسولِ خدا، حضرت علیؑ علیہ السلام سے ثابت

ہے۔ اب تیسری صفت یہ ہے۔

”درست شکل بنانے والے“

چنانچہ خطبہ بیان میں حضرت امیر علیہ السلام اپنے کو اس صفت سے متصف بیان فرماتے ہیں۔

”انا الذی کسوت العظام لحما“ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہناتا ہوں۔ (مناقب رضوی سید محمد صالح کشفی سنی المحنفی)

یعنی صحیح شکل والا آدمی بناتا ہوں۔ واضح ہو کہ آیت میں ”سکتا“ استعمال ہوا ہے اور ارشاد امامؑ میں ”کسوت“

پس تینوں صفات کا موصوف معلوم ہو گیا۔ اور تلخیص کلام یہ ہوئی شخص ملزم کفر پر فرد جرم یہ تھی کہ باوجود اقرار توحید باری کے ولایت کا مستکر تھا۔ جس کا تعلق غیر خدا سے ہے۔

۷۔ نذرت کلام خدا ملاحظہ کیجئے صاحب دہم سبب کفر بیان کرتے

ہیں اور پھر ساتھ یہ کہتے ہیں کہ درست ہے کہ میرا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے۔ لیکن میں کسی کو شریک قرار نہیں دیتا۔ معلوم ہوا کہ انکار ولایت ہی شرک تھا۔ ورنہ بظاہر اول الذکر نے کسی کو شریک خدا نہیں بٹھرایا تھا۔ بلکہ اس کا اپنے رب پر عقیدہ توحید بڑا پکا تھا۔

۸۔ بات آگے بڑھا کر اس پر وضاحت کرتے ہیں کہ جب اللہ میاں

نے تمہیں نعمت سے مالا مال کیا ہے تو تجھے یہ اقرار کرنا چاہئے کہ یہ سب نشاء خدا سے ہوا ہے اور اس سے بڑی کوئی قوت نہیں ہے۔

صلی ارشاد امیر المؤمنین ہے کہ رمحوں میں بچوں کو صبر دینے والا میں ہوں سب کو یہ دہی

یہاں پھر عذر طلب نکتہ ہے کہ بیان قرآن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُس نے خدا کے منشاء یا قوت کی تکذیب کی ہو۔ بلکہ وہ شخص تو اپنے عقیدہ توحید کی وجہ سے اس طرح مطمئن و امیدوار ہے کہ اگر اللہ میاں یہ دولت ضائع بھی کر دے گا تو اُسے کوئی افسوس نہیں کہ اسے خوش فہمی ہے کہ اسکے بدلے میں کہیں زیادہ مال مل جائے گا۔ پھر سطحی اعتقاد پر یہ سمجھ لینا کہ وہ منشاء الہی اور طاقت پروردگار کا کفر کرتا تھا درست نظر نہیں آتا۔

اور دوم یہ کہ محض ”انشار اللہ“ نہ کہنے سے اس کی حالت برباد کر دینا بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ مسلمان دین میں کئی مرتبہ بغیر ”انشار اللہ“ کہے متعدد معاملات طے کرتے ہیں اور محفوظ آباد رہتے ہیں۔ پس یہاں بھی صفاتِ ولایت ہی کا انکار معلوم ہوتا ہے۔ جن کا تعلق غیر اللہ یعنی ”ولی اللہ“ سے ہے۔ اور وہ دونوں صفات یہ ہیں۔

۱۔ مظہر مشیت الہی ہونا۔

۲۔ اللہ کی قوت کا مظہر ہونا۔

اب ہم تلاش کرتے ہیں کہ منشاء خدوندی اور مرضیات الہی والی صفت کا مظہر کس برگزیدہ ہستی کو اللہ میاں نے خرد بنایا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہمیں ایک (BARGAINING) کا واقعہ ملتا ہے کہ خدا نے اپنی مرضیوں کو ایک سوداگر کے ہاتھ بے عوض نفس فروخت کیا ہے۔ چنانچہ اس بازارِ خرید و فروخت کا حال علامہ اہل سنت حجۃ الاسلام حضرت امام



غزالی مرحوم سے سنئے۔ امام موصوفیہ فرماتے ہیں۔

”شبِ ہجرت میں جب حضرت علیؓ مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان نثار کرتے ہوئے آپ کے بستر پر سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل و میکائیل سے فرمایا کہ دیکھو علیؓ میرے حبیب محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جان فدا کر رہا ہے۔ جاؤ۔! جا کر ساری رات اس کی حفاظت کرو۔! چنانچہ حکم پروردگار دونوں فرشتے آئے جبریل علیہ السلام سر کی طرف اور میکائیل پاؤں کی طرف کھڑے ہوئے۔ اور جبریل امین بلند آواز سے اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے یہ کہتے تھے۔ افریں بکاد شایاش تیرے جیسا کوئی نہیں ہے۔ اے ابن ابی طالب اللہ تم پر فخر کرتا ہے۔ فرشتوں کے سامنے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ”اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے۔ جو بچتا ہے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی (مرضاۃ اللہ) کے لئے۔“

(احیاء العلوم امام غزالی)

مولوی محمد شفیع اوکاڑوی علامہ جماعت اہلسنت نے یہی روایت تفسیر کبیر ص ۱۹ کے حوالہ سے اپنی کتاب سفینۃ نوح ص ۲۹ پر درج کی ہے اور اسے درست تسلیم کرتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ علیؓ نے اپنی جان فروخت کر کے اللہ کے منشا و مرصنات خرید کر لیں۔ اصولِ بیع یہ ہے کہ خریدار کا خریدی ہوئی شے پر

پورا تصرف ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دل امر حضرت علیؑ کو اپنے مرضات عطا فرما کر مظہر مشیت و مرضات بنایا ہے۔ اسی لئے سورہٴ حمل اٹی میں ارشاد فرمایا کہ تم نہیں چاہتے سوائے اس کے جو اللہ چاہتا ہے۔ صفت دوم ”مظہر قوت پروردگار“ ہے اور خواص کی زبان پر ہوتا ہے کہ

شاہِ مردان، شیرِ نِزداں، قوتِ پروردگار

لافیتی لا علیؑ لا سیف لا ذوالفقار

جیسا کہ خطیبِ اہلسنت جناب مولوی محمد شفیع اوکاڑوی صاحب نے انتہائی عقیدت کے اظہار کے بعد اسی شعر کو اپنی کتاب ”سفیتہ نوح“ کی زینت بنایا ہے۔ چنانچہ وہ صفحہ ۸۵ پر بہت بصیرت افروز خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔

”ساداتِ کلام اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ پروردگار عالم نے آپ (علیؑ) سے جاری فرمایا۔ سلسلہ ولایت و خلافت کے معدن و مخزن بھی آپ (علیؑ) ہی ہیں۔ کرداروں اولیاء، غوث، قطب، ابدال آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہیں۔ عرب، عجم، بحر و بر میں آپ کی شجاعت بہاوی کا شہرہ عام ہے۔ آج بھی آپ کے نام نامی و اسم گرامی کی ہیبت و دبید بہ سے بڑے بڑے بہادران عالم کانپ جاتے ہیں۔“

لہٰذا یہ لواسب ان سب کو بُلا کہتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ مناصب غیر اسلامی ہیں بلکہ ان لوگوں کو تعظیم دینا شرک سمجھتے ہیں۔

چنانچہ معلوم ہوا ہے۔ خدا نے اپنے مخلوق ”ولی“ کو اپنی قوت کا مظہر قرار فرمایا۔ پس وجہ کفر انکار ولایت ہی ٹھہری۔ اور نصیحت اقرار ولایت کی دی گئی۔

۹۔ بات آگے جاری ہے۔ دوسرے صاحب اس شخص کو آگاہ کرتے ہیں کہ مال و عیال میں گو تو مجھ سے متمول ہے یعنی تیرے زیر اثر زیادہ رقبہ زمین ہے اور تیرا ہم خیال گروہ تعداد افراد میں زیادہ ہے۔ لیکن تمہاری امارت اور کثرت آبادی اس بات کی دلیل بالکل نہیں کہے تو حق پر ہے۔ پس نتیجہ اخذ ہوا کہ توحید کا شنیدائی ہو کر، صاحب جاہ و حشمت و سلطنت ہونا جماعت کثیر کی حمایت حاصل ہونا۔ شرائط ایمان نہیں ہیں۔ بلکہ ان سب کے باوجود بھی سندن کفر بارگاہ الہی سے منصوص ہے۔ لہذا التواصب کا ۹۲ فیصد والا دعویٰ یہاں ہر جہت سے کالعدم قرار پا جاتا ہے اور مردود ٹھہرتا ہے۔

۱۰۔ اس کے برعکس صاحب دوم کی قلت مال و عیال مانع ایمان اور وجہ کفر نہیں قرار دی گئی ہے۔ بلکہ مالی ناتوانی و قلت آبادی بوجہ ایمان خالص کافی قرار دی گئی اور اس میں برکت و انعام کی خوشخبری سنائی گئی۔ کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تیرے باغ سے بھی اچھا باغ مجھے عنایت کرے گا۔ اور بوجہ کفر ولایت اسے تباہی و ویرانی کا پیغام سنایا گیا۔ اور پانی نیچے ہونے کا تذکرہ کیا گیا۔ اور اسے خبردار کیا گیا کہ پھر تیری طلب تشنہ رہے گی کہ پانی سر پر سے گزر چکا ہوگا۔

اور پانی جو اترے گا وہی ولایت کا ماطہ ہو رہے ہیں اور علاوہ دیگر اخبار کے قرآن مجید میں جو ”مَرْجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ“ کا ذکر ہوا ہے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مشہور علامہ اہلسنت جلال الدین سیوطی ”دُرِّ الْمَنثور“ میں لکھتے ہیں کہ :-

”اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں دو دریاؤں سے مراد حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما ہیں۔“

علامہ سیوطی نے یہ روایت حضرت انس بن مالک سے نقل کی ہے اور اس کی تفصیل دور حاضر کے مشہور خطیب اہلسنت مولوی محمد شفیع نے اپنی کتاب ”سفینہ نوح“ کے صفحہ ۳۹ پر بھی تحریر کی ہے۔

۱۱۔ پس انکار ولایت کے سبب تباہی و بربادی اس شخص کا مقدر بنی اور پھر سمجھتا یا کہ اب پچھتاے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت ، واویلا کیا کہ کاش وہ اپنے رب کا شرک نہ کرتا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز تھی جو اس سے سزا دہنی جس کا نام ”شرک“ ٹھہرا۔ تو حضور عالی اس کو شناخت کرنا بالکل آسان ہے۔ یہ اس کا قیاس تھا۔ جس کو اس نے وحی والہام کے مقابلے میں معتبر سمجھ کر اپنے پر ظلم کر کے خود اپنے پر وار د کیا۔ اور خدا کی اطاعت میں اپنے پیدا کردہ خیال کی اتباع کر کے اسے توحید کا حصہ جانا اور مرتکب کفر قرار دیا گیا۔ پس یہی اس کا قیاس ہی تھا جبے اس نے رہبر جانا اور خدا کا شرک ٹھہرایا۔ اور خدا کا سب سے پہلا شریک اسی چیز

۱۰۳

کو ابلیس نے بتایا تھا کہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے قیاس شیطان نے کیا۔ اور خدا کے خلیفہ ”ابو البشر“ جسے مٹی سے خلق کیا گیا اور اس کی صورت بن جلنے کے بعد فرشتگان کو حکم سجدہ دیا گیا۔ مگر تو حید کے اول پرستار نے بوجہ زعم باطل تعظیم سے انکار کر دیا۔

۱۲۔ پس مثال مکمل بیان کر دینے کے بعد اللہ نے ثابت کیا کہ ”ولایت“ اللہ کی ہے جو حق ہے۔ بہتر ثواب والی ہے۔ خلیفہ عقبہ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ”ولی“ یعنی صاحب ولایت وہ ہی ہستی ہوتی ہے جو حق ہو، خلیفہ ثواب اور خلیفہ عقبہ اس کا خالص تعلق ہو، اور احادیث رسولؐ میں ہے کہ:-

”حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ

یا اللہ پھر دے حق کو اس طرف جدھر علیؑ پھرے“

(ابن مردويه بحوالہ راجح المطالب ص ۲۲۷)

پس حدیث رسولؐ سے حضرت امیرؑ کا سراپا حق ہونا ثابت ہوا اور ولایت کے معیار کا تقاضا پورا ہوا۔

اسی طرح کتب السنن میں مرقوم ہے کہ حضورؐ نے آپؐ کو

”خلیفہ البریہ“ (یعنی مخلوقات کی سب چیزوں کی خیر) فرمایا۔

ملاحظہ ہوں کتب السنن :-

(۱) صواعق محرقة ابن حجر مکی - (۲) تفسیر فتح البیان ص ۳۲۳ مؤلفہ  
 نواب صدیق حسن بھویالی جلد ۱ (۳) تفسیر فتح قدیر شوکانی ص ۶۲ ج ۵ -  
 (۴) تفسیر درنخور علامہ جلال الدین سیوطی ص ۳۷  
 اور ثواب و عذاب کا تعلق جنت و دوزخ سے ہے چنانچہ ارشاد  
 پیغمبر ﷺ ہے :-

”اے علیؑ تم جنت و دوزخ کو تقسیم کرنے والے ہو  
 (تقسیم النار و الجنة)

ثبوت کے لئے ملاحظہ ہوں کتب المسند  
 (فردوس الاخبار، دلمی، جواہر العقیدین، صواعق محرقة وغیرہ)  
 پس ”خیر ثواباً“ والا معیار بھی حضرت علیؑ میں موجود ہے۔  
 اور قرآن مجید میں ہے کہ ”الحاقبہ للمتقین“ - یعنی عاقبت متقیوں  
 کے لئے۔ اور ارشاد نبویؐ ہے کہ :-

”جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سرورِ  
 عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پروردگار نے مجھ کو  
 علیؑ کی نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ تمام متقین کا امام ہے۔“  
 (اخر جہ الدلمی فی فردوس الاخبار بحوالہ ارجح المطالب ص ۲)

پس ”خیر العقباء“ والی شرط بھی پوری ہوئی کہ عاقبت متقیوں  
 کے لئے ہے اور علیؑ ”امام المتقین“ ہیں۔

چنانچہ اگر ہم سارے بیان کی تلخیص کر کے اس کے دو باب

وضع کریں تو ایک خصوصیاتِ ولایت پر مبنی ہوگا اور دوسرا معیارِ دلی پر

## قرآنی خصوصیاتِ ولایت

قرآنی خصوصیاتِ ولایت مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱۔ صاحبِ ولایت ہستی تقسیمِ رزقِ دنیوی و عیال میں مومن و کافر کا امتیاز روا نہیں رکھتی بلکہ عدل کے مطابق مساوی تقسیم کرتی ہے۔
- ۲۔ ولایت وہ جوہر ہے کہ حاملِ ولایت "خلق" کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

- ۳۔ وہ صاحبِ قدرت و ارادہ ہوتا ہے کہ جو منشا ہو اسے فوری پورا کرنے کی قوت بھی ہو کہ ادھر کہے ہو جاؤ اور وہ شے ہو چکے۔
- ۴۔ ولایت وہ حکومت ہے کہ سزاوار کو عتاب و عذاب کرتی ہے اور مطیع و صالح کو انعام و اکرام عطا کرتی ہے۔ اس کے حکم سزا کو کسی طاقت و بل بوتے پر ٹالا نہیں جاسکتا اور نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے کہ بدلہ اُٹا دیا جائے۔

- ۵۔ ولایت وہ اختیارِ سرمداری و سرپرستی ہے جس کی اساسِ حق و خیر پر ہے اور اس ولایت کی اطاعت کا اجر ثواب اور نتیجہ کار خیر ہی خیر ہے۔ اس لئے دینی و تحت کا ہونا ضروری نہیں ہے جبکہ استحقاقِ ولی برقرار رہیگا۔ جس طرح اللہ ملائکہ کے لئے بھی اللہ ہی ہے اور حضرت کفار و مشرکین کے لئے بھی رسولؐ کہ رحمتہ للعالمین ہیں۔



# معیار ولی

۱۔ معیار ولی یہ ہے کہ اُس میں مندرجہ بالا تمام خصوصیات موجود ہوں۔

۲۔ باطل سے محفوظ رہا ہو اور سراپا حق یعنی معصوم ہو۔

۳۔ ”خیر ثواباً“ اور خیر ”عقباً“ کا مصداق ہو۔

اس تشریح و توضیح کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ لفظ ”ولایت“ کے مفصل معنی مع حل شدہ مثال خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں ”سر داری“ سر پرستی و حکومت“ بیان کئے۔ اور یہ لفظ اپنے عام معنی دوست و یار سے اپنے قرآنی اصطلاحی معنی میں خاص ہو گیا کہ جب بھی ”ولایت“ کا لفظ اسلامیات کے مباحث میں استعمال ہو گا تو اس کے وہی معنی مراد ہوں گے جو اللہ نے بتائے ہیں۔ اگر یہ لفظ کسی اور جگہ دوسرے معنوں میں آیا ہو تا تو یہ اختلاف پیچیدہ ہو سکتا تھا۔ لیکن قدرت نے خود ہی اُن معنوی شبہات کو دور فرما کر بڑی کرم فرمائی کی ہے۔ اب اگر پھر کوئی صاحب اس سے مراد دوستی لیتے ہیں تو یہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوگی ورنہ قرآن میں وہاں دوستی کا ترجمہ کر کے عبارت کو مربوط بنا کر دکھا دیں۔

لہذا قرآنی معنی کو فوقیت دیتے ہوئے اور ”ولی“ کے معیار کو مد نظر رکھتے ہوئے اب پھر آیت عنوان کی طرف لوٹیں کہ ارشاد ہوتا ہے۔  
بِسَّالِ اللّٰهِ وَلِیِّہِ، رسول ولی ہے،

یعنی ثواب و عاقبت پر صاحب اختیار ہو۔

اور وہ نمازی جو حالت رکوع میں زکوٰۃ دے۔

نکتہ :- علمائے نزدیک شناخت کا قاعدہ یہ ہے کہ موصوف کو صفت سے پہچانا جائے۔ کیونکہ قرآن تمام علوم کا ماخذ ہے لہذا حسن کلام ہی تھا کہ ولایت جیسے منصب جلیلہ پر فائز ہونے والی ہستی کا تعارف القاب و صفات ہی سے کر دایا جاتا۔ اگر آمت میں صفت بیان کرنے کی بجائے ”نام“ آجاتا تو فصحاء عرب فوراً قلم تنقید سنبھال لیتے چنانچہ ادبی نکتہ نگاہ سے بھی یہ آیت کلام خدا ہونے کی روشن دلیل ہے۔

جس طرح ولایت کے معنی محفوظ ہیں اسی طرح صلا ولایت کی حفاظت کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ”ولی“ کے معنی میں کچھ لوگوں نے اختلاف کر لیا شاید اس لئے کہ ان کی نظر یہ لفظ ولایت کو قرآن میں نہ دیکھ سکیں کیوں کہ وہ ایک ہی مرتبہ آیا ہے۔ لیکن ”ولی“ کئی مرتبہ وار دہرایا ہے اور کہیں عام معنی میں کہیں خاص معنی میں۔ لہذا اپنی سمجھ کے مطابق معنی تسلیم کئے گئے۔ لیکن اس آیت کی شان نزول میں قطعاً کسی ایک عالم دین اسلام نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی شان میں نہیں ہے۔ ضعیف سے ضعیف روایت بھی ہمارے نظر سے نہیں گزری ہے کہ علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ کی جانب اس آیت کو منسوب کیا گیا ہو، تو یہ اللہ کا شکر ہے کہ سارے مسلمان حضرت علیؑ کو ”ولی“ تسلیم کرتے ہیں۔ خوارج و نواصب کوئی بحث نہیں۔

علیٰ حفظہ القیاس میں ”ولی“ بیان ہوئے۔  
اللہ — محمد — علیؑ

پس چونکہ انکار ولایت کفر و شرک ہے جیسا کہ پہلے ثابت کیا گیا۔  
اس لئے ”ولی“ کا منکر مشرک و کافر ہوگا۔ لہذا دفاع ایمان کے  
لئے ضروری ہے کہ ”ولایت علی“ کا معتقد ہو ”دل سے  
تسلیم کرے اور زبان سے اقرار کرے۔ خصوصیات ولایت و شرائط  
منصب ولایت تینوں ولیوں نے تطبیق رکھتی ہیں۔ جنکا اعادہ بے فائدہ ہے۔

## ترجمہ آیت ولایت کا ایک اختلاف

بعض لوگ ”وَهُمْ سَوَاءٌ كَعُونَ“ کا ترجمہ ”وہ رکوع  
کرنے والے ہیں“ کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اس امر کو ملحوظ رکھنا  
چاہئے کہ اس سے قبل جب یہ فرما دیا گیا کہ ”وہ نماز کو قائم کرتے  
ہیں“ یقیناً الصلوٰۃ تو اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ رکوع  
کرنے والے ہیں کیونکہ رکوع تو نماز ہی کا رکن ہے۔ لہذا اس کے  
بعد پھر وہ رکوع کرنے والے ہیں کہنا غیر ضروری ٹکرا ہوگا اور اللہ سبحانہ تعالیٰ  
غیر ضروری کلام فرمانے سے قطعاً پاک ہے۔ اس لئے وہ رکوع کرنے والے  
ہیں۔ ”صحیح ترجمہ نہیں ہے۔ بلکہ ”نماز قائم کرتے ہیں۔“ فرما کر ذکر رکوع اس لئے فرمایا  
کہ مولا علیؑ نے حالت رکوع میں زکوٰۃ دی۔ اس لئے ”بحالت رکوع  
زکوٰۃ دیتے ہیں“ ہی صحیح ہوگا۔

جس طرح لفظ ”دلی“ کا ترجمہ ”پیار“ دوست کرنے سے حسنِ کلام قائم نہیں رہتا۔ اسی طرح سرائیکوٹ کا ترجمہ ”رکوع کرنے والے ہیں“ عبارت کی خوشنمائی کو قائم نہیں رکھتا۔ فصاحت و بلاغت تو قرآن کا اعجاز ہے۔ اور غلط تراجم کر کے اسے اس اعزاز سے محروم کرنے کی کوشش کی جائے تو کلامِ الہی کی صحت برقرار نہیں رہتی۔ شاید اسی مذموم سازش کے لئے فلیس متی عباسی پارٹی انکار کلامِ عربی کہہ کے ”ترجمہ قرآن“ کو اپنے مذہب کی اساس ٹھہراتی ہے۔ تاکہ دیگر اقوام میں اس کلام کے وحی و الہام ہونے کے بارے میں شبہات کو تقویت ملے۔

تردیدِ رشید گنگوہی | قطب عالم اہلسنت حضرات  
رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب

”ہدایۃ الشیعہ“ میں آیہ انما ولیکم کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اُن کا اعتراض ہے کہ اس آیت سے نصِ خلافتِ بلا فصل قائم نہیں ہوتی۔ نیز اُن کا خیال ہے اگر حضر مطلق مانا جائے تو اول و آخر یکساں ہو گا اور ایسی صورت میں جناب امیر کے بعد کوئی امام نہیں ہو سکتا۔

یہ بحث ایک طرف دقیق و خشک ہے جو ناظرین کے مزاجوں پر بار ہو گی اور دوسرے ہم اس پر الگ سے بحث کرنا چاہتے ہیں البتہ صرف ردِ اعتراض کی خاطر اتنا عرض کریں گے کہ یہ اعتراض لغو ہے۔

۱۱۰  
 کیونکہ ہم علامہ اہلسنت محمد شفیع اوکاڑوی صاحب المدنی کے الفاظ کو مستند  
 صفحات میں نقل کر چکے ہیں کہ حضرت امیر سرہشتہ ولایت و خلافت ہیں۔  
 اور ان کے بعد دیگر آئمہ اُن کی ولایت کے وارث ہیں جس طرح  
 حضرت امیر سرکار ختمی مرتبت کے وارث ہیں (پس اصل تو آپ  
 ہی ہیں کیونکہ آپ ابوالا شکہ ہونے کی وجہ سے دیگر آئمہ سے  
 افضل ہیں۔ اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا کہ سرکارِ پیغمبر  
 جو کہ آپ کے مُربی ہیں اُن کے علاوہ دیگر تمام مخلوقات سے افضل  
 ہیں خواہ کوئی نبی ہو یا امام یا خلیفہ۔ اس لئے حصر مطلق تسلیم کرتے  
 ہوئے بھی دیگر آئمہ کی امامت پر کوئی فرق نہیں ہے کہ اُن کی امامت  
 آپ سرکار کے تحت میں ہی آئے گی۔ یہی وجہ ہے ہم جناب امیر  
 کے علاوہ کسی دوسرے امام کے خلیفہ بلا فصل تحریر نہیں  
 کرتے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ معصومین نے فرمایا ہے کہ اولنا محمد  
 و اخوانا محمد و سبطنا محمد و کلاً محمد لہذا حصر مطلق یا حقیقی کی بحث  
 ہمارے موقف کو کسی جہت سے کمزور نہیں کرتی ہے۔

روز مرہ کا مشاہدہ ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ امجد کا ہی مکان ہے۔  
 یعنی امجد کے علاوہ اس کا کوئی مالک نہیں ہے لیکن امجد کی اولاد جو کہ اس  
 جائیداد کی وارث ہے۔  
 اُسے بھی امجد کی غیر حاضری میں وہی مراعات ہوں گی اور حصر  
 کی بحث بیکار ہوگی۔

صلیٰ ترحیمہ:- ہمارا اول بھی محمدؐ اور ہمارا آخر بھی محمدؐ اور درمیانے والا بھی محمدؐ  
 ہمارے سب محمدؐ (یعنی چودہ معصومینؑ کا نور ایک ہی ہے)

# آیہ ولایت کا اگلی آیت سے اتصال

اور

## غلبہ کی خوشخبری

سورہ مائدہ آیہ ولایت کے بعد والی آیت جس کا نشان ۵۶ ہے

یوں ہے۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُغْلِبُونَ

”اور جو ولی مانے گا اللہ کو اور رسول کو اور مومنین کو (جو حاکم رکوع میں ذکوۃ ادا کرتے ہیں) سو وہ گروہ بلاشبہ غالب ہے۔ پس آیہ مبارکہ سے تعلیم حاصل ہوئی کہ غالب آنے کے لئے ضروری ہے کہ ولایت کو تسلیم کیا جائے۔ علیؑ ولی اللہ کو مانا جائے۔ کہ جو حضور اکرم کے فرمان کے مطابق ”اسد اللہ الغالب غالب علی کل غالب ہیں۔“

## اختلاف معنی اتفاق مفہوم

اگر ولایت کے جزوی معنی ”دوستی“ مددگاری“ ”امداد“ وغیرہ بھی لئے جائیں تو بھی اتفاق مفہوم شکستہ نہیں



ہوتا۔ کیونکہ دوست دہی ہے جو ضرورت کے وقت کام آئے۔ اڑے وقت میں مدد کرے۔ بوقت ضرورت امداد کے لئے پکارا جائے۔ اور کسی ”مدد“ کی احتیاج اسی صورت میں ہوا کرتی ہے جب کسی شے کی کمی، کسی قوت میں ضعف یا قلت و مسائل مطلوبہ درپیش ہوں۔ اور ایسے امور کمزوری، ناتوانی، جہالت، کمی، لاغری وغیرہ ہی کی وجہ سے معرض وجود میں آیا کرتے ہیں۔ اور اعانت اسی صاحب سے طلب کی جاتی ہے جو اپنے سے مطلوبہ عوارض میں قوی و مستحکم ہو۔ یعنی معلوم ہوا کہ طالب ”مطلوبہ امر“ میں اپنے ”مددگار“ سے کمزور ہے۔ اور مددگار، غالب ہے۔ کہ اس کی کسی خاص ضرورت میں سرپرستی کر رہا ہے۔ اس امر ضعیف کے لئے اس شخص کی نگہداشت و نگہبانی کر رہا ہے۔ یعنی متولی امر مطلوبہ ہے۔ یہ مثال امرواحد اور طالب تنہا کی تھی۔ اب اگر اس کو اجتماعی شکل میں لائیں تو اس کا انتظام حکومت و عوام کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ کہ حکومت والی امور سلطنت ہوتی ہے۔ اسی لئے صاحب مسند کو ”والی“ کہا جاتا ہے۔

اور جب اسی تمثیل کو یورپی کائنات پر پھیلا کر دیکھیں گے تو معاملہ خالق و مخلوق کے درمیان ہو گا کہ مخلوق محتاج ہے اور خالق غنی ہے کہ اس کی کفالت کرتا ہے یعنی ضروریات یوری کرتا ہے سرپرستی کرتا ہے۔ ہر امداد دیتا ہے۔ اسی درجہ کو اس نے ”ولایۃ“



کا نام دیا ہے۔ جو دنیوی حکومتوں سے بہت سی بڑی حکومت کا مالک ہے کہ اس کی سلطنت سے بڑی کسی کی ریاست نہیں ہے اور تمام حکومتوں کا دراصل ”والی“ ہے۔ وارث ہے۔ با اختیار ہر براہ، مہر پرست ہے، رفیق ہے، شہنشاہ ہے۔ مقتدر ہے پس ”ولی“ ہے تو معلوم ہوا کہ اگر ضمنی معنی بھی لے لئے جائیں تو مراد وہی ہوتی ہے جو خود خدا نے بالوصاحت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ اب مجھے یہ کہنے دیجئے کہ اے برادرانِ گرامی قدر جب آپ ”ولی“ کو دوست و مددگار مانتے ہیں تو پھر ”یا علی مدد“ کہنے میں کیا حرج ہے۔ خوب جی سمجھ کے علیؑ کیجئے کہ یہ ذکر وہی ہے عباد کہتے ہیں۔

اور حضرت علی بن عثمان محبوبی المشہور داتا گنج بخش لاہوری اپنی کتاب کشف المحجوب میں فرزوق کا یہ شعر نقل فرماتے ہیں۔  
 مقدم بعد ذکر اللہ ذکر ہم  
 فی کل بدء مختوم بہ الکلم  
 ”یعنی اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے۔ ہر کلام کی ابتدا اور انتہا میں۔“

اور اسی طرح حافظ ابو نعیم اہلسنت نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء جلد ۳ میں ص ۱۳۹ پر لکھا ہے۔

من یحرف اللہ یحرف اولیئہ

فَالدِّينَ مِنْ بَيْتِ هَذَا اِنَّا لَهُ اِلَهٌ صِر

یعنی جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے وہ اِن کی ولایت کا بھی عارف ہے دین حق اس ہی گھر کی بدولت تمام جہان کو نصیب ہوا۔

اور علامہ البنت ابن حجر مکی اپنی شیعوں کے خلاف تحریر کردہ کتاب "صواعق محرقة" کے ص ۱۹۸ پر یہ شعر نقل کیا ہے۔

اِنَّ عُمَدَةَ ۱۱ اَصْلَ التَّقْوَا كَا نَوَا اَلْمُتَّهَمُ

اَوْ قِيْلَ مِنْ خَيْرِ اَصْلِ الْاَرْضِ قِيْلُهُمْ

کہ اگر اہل تقویٰ کی گنتی کی جائے تو ان سب کے امام و پیشوا

یہی ہیں اگر کوئی کہے کہ اہل زمین پر سب سے بہترین کون ہے؟ تو کہا جائے گا یہی ہیں۔

## ولایت علیؑ اور ثواب خیر

”حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد کیا کہ جو شخص

میرے جیسی زندگی گزارنا چاہتا ہو۔ اور میری موت سے مرنے کی آرزو

رکھتا ہو اور جنت میں رہائش رکھنے کا طالب ہو جس کا کہ خدا نے

مجھ سے وعدہ کیا ہے کیونکہ خدا نے اُس کی شاخیں اپنے ہاتھ سے

لگائی ہیں۔ پس چاہئے کہ وہ علی بن ابی طالب سے تولد رکھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو جناب امیر کو کہا گیا ہے

پس بہ تحقیق وہ تمہیں ہرگز ہدایت سے نہیں نکالے گا اور تم کو گمراہی میں نہیں ڈالے گا۔

(آخر جہ الطبرانی فی البکیر مسند ابن ارقم، والحاکم فی المستدرک و  
البعیم والدلمی بحوالہ راجح المطالب ۶۸۵)

روایت بالا کی عبارت اس کا تقاضا ہی نہیں کرتی کہ "خیلو" شواباً اور ولایت علی ابن ابی طالب کے بارے میں مزید کچھ کہا جائے۔ اگر ثواب خیر کوئی اس سے زیادہ ہو سکتا ہے تو بتا دیا جائے خود حضورؐ نے زبان وحی بیان سے حجت تمام فرمادی۔

## خیر عقیبا اور تولدِ حبشی

حدیث رسولؐ ہے کہ "جب قیامت کو اللہ اگلے پچھلے لوگوں کو جمع کرے گا اور جہنم پر صراط کو نصب کرے گا۔ تو اُس پر سے کوئی شخص نہ گذر سکے گا، سوائے اُن کے کہ علی ابن ابی طالب کی ولایت کا پروانہ راہداری جن کے پاس ہوگا۔" (مستدرک حاکم)

تصدیق ابو بکر | قیس بن عازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ

حضرت امیر علیہ السلام سے ملے اور جناب امیر کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ جناب امیر نے پوچھا آپ کیوں ہنستے ہیں۔ ابو بکرؓ کہنے لگے میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کو فرماتے ہوئے سنا،

کہ روزِ قیامت علی کے پروانہ راہداری کے سوا کوئی ایک شخص بھی صراط سے نہیں گزر سکے گا۔ (ابن سمان)

لہذا یہاں بندہ عاصی یہ خیرات نہیں کر سکتا کہ شہادتِ یار غار، خلیفۃ المسالین، خسرِ پیغمبر صدیق اکبر اہلسنت کے بعد کوئی دوسری گواہی پیش کرنے کی جسارت کرے۔

## ولایتِ علیؑ کا اعلان عام بحکمِ ولیِ بزبانِ ولی

حضرت علیؑ علیہ السلام کی ولایتِ کلام اعلانِ مقامِ غدیر پر ایک لاکھ سے زائد اجتماع میں بحکمِ ولیِ اول اللہ سبحانہ، تعالیٰ بزبانِ ولی دوم سرکارِ ختمی مرتبت شیخِ المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا گیا۔ اور اُسٹ سے عہد لیا گیا۔ علاوہ دیگر ان گنت کُتب کے کہ جن میں اس جلسہ کا حال مرقوم ہے میں نے یہی بہتر سمجھا ہے کہ میرے مسلک کے خلاف تحریر کردہ کتاب ”صواعقِ محرقہ“ ہی کا انتخاب کروں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکیؒ باسنادِ صحیح اس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں۔

”جناب رسولؐ مقبول نے مقامِ غدیرِ خم پر درختوں کے نیچے خطبہ ارشاد کیا۔ اور فرمایا کہ خدا کے لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ ہر نبی اپنے پہلے نبی کی نصف عمر پاتا ہے۔ چنانچہ میں گمان کرتا ہوں کہ عنقریب یادِ گاہِ ایندوسی میں میری طلبی ہوگی۔ جسے میں قبول کروں گا۔ (سنو) وہاں مجھ سے بھی سوال کیا جائیگا۔ اور تم لوگوں سے بھی۔“

پس تم کیا کہو گے؟ سب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں اور دیں گے  
 آپ نے احکامِ الہی کو کما حقہ پہنچایا۔ اور حق کو شش و قصیت  
 ادا فرمایا۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آنحضرتؐ نے  
 سوال کیا کہ کیا تم لوگ اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ سوائے  
 خدا کے کوئی مَسْبُود نہیں محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ جنت اور  
 نار حق ہے۔ موت اور اس کے بعد جینا حق ہے۔ قیامت کے قائم  
 ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ اور خدا ان سب کو جو قبور میں ہیں  
 زندہ فرمائے گا؟ سب نے عرض کیا بے شک ہم ان تمام باتوں کا  
 اقرار کرتے ہیں۔ یہ (جواب) مسند رسولؐ مقبول نے فرمایا کہ  
 بارالہا! تو شاہد رہ۔ پھر ارشاد فرمایا ایہا الناس! اللہ تعالیٰ  
 میرا مولا ہے۔ اور میں کل مومنین کا مولا ہوں۔ اور ان کے لئے  
 ان کے نفوس سے اُولی ہوں (یعنی مُتَّصِف ہوں) پس جس جس کا  
 ”مولا“ ہوں، اس اس کا علی مولا ہے۔“

اس حدیث کو ”حدیث غدیر“ کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث اس  
 قدر طرقِ کثرہ سے روایت ہوئی ہے کہ محدثین نے ان کے جمع کرنے میں  
 بڑی بڑی ضخیم جلدیں تحریر کی ہیں۔ علامہ اہلسنت حافظ جلال الدین  
 سیوطی اپنی کتاب ”التبصیہ“ میں تحریر کرتے ہیں کہ محمد بن جریر بن یزید الطبری

صلیٰ کل نفوس سے خطاب فرمایا۔ مسلمین یا مومنین نہیں کہا۔

نے اس حدیث کو چھٹّر طریقوں سے روایت کر کے مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام کتاب الولایہ ہے۔ اور مشہور امام اہلسنت ذہبی اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی کثرت طرق کو دیکھ کر میں بے ہوش ہو گیا۔ اور ابن حجر مسکن صواعق محرقہ میں اعتراف کرتے ہیں کہ ترمذی اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور اس کے بہت سے طریقے ہیں۔ چنانچہ ابن عقدہ نے ایک کتاب میں اس کے طریقوں کو جمع کیا ہے جس کی سندیں اکثر صحیح و احسن ہیں۔

## صحابِ رسولؐ جو اس حدیث راوی ہیں

حدیث ”من کنت مولاً فعلی مولاً“ مندرجہ ذیل صحابہ کرام سے روایت ہوئی ہے۔ اور یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ راویان حدیث خود بھی ”علی“ کو ”سیاہی“ مولا ”جانتے تھے جیسا کہ ”رسولؐ کریم“ کو ”مولا“ مانتے تھے۔ علامہ اہلسنت حافظ ابن عقدہ نے اپنی کتاب ”الہوا لا“ میں یہ فہرست مرتب کی ہے۔

حضرات۔ ابو بکر الصدیق ۲۔ عمر ابن الخطاب ۳۔ عثمان بن عفان ۴۔ علی بن ابی طالب ۵۔ طلحہ بن عبید اللہ ۶۔ زبیر بن عوام ۷۔ عبد الرحمن بن عوف ۸۔ سعد بن ابی وقاص ۹۔ عباس بن عبد المطلب

- ۱۰۔ حسن بن علی ۱۱۔ حسین بن علی ۱۲۔ عبید اللہ بن عباس -
- ۱۳۔ عبد اللہ بن جعفر الطیار ۱۴۔ عبد اللہ بن مسعود ۱۵۔ عمار بن یاسر
- ۱۶۔ ابوذر غفاری ۱۷۔ سلمان فارسی ۱۸۔ سعد بن زرارہ
- ۱۹۔ خنیزیمہ بن ثابت ۲۰۔ ابوالیوب انصاری ۲۱۔ سہل بن حنیف
- ۲۲۔ عثمان بن حنیف ۲۳۔ حذیفہ یمانی (۲۴) عبد اللہ بن عمر ۲۵۔ بلال بن
- عازب - ۲۶۔ رفاعة بن رافع ۲۷۔ سمرة بن جندب - ۲۸۔ سلمة بن اکوع سلمی -
- ۲۹۔ زید بن ثابت ۳۰۔ ابو العیلة انصاری ۳۱۔ ابو قتادہ ۳۲۔ سہل بن سعد
- ۳۳۔ ہدی بن حاتم طائی - ۳۴۔ ثابت بن یزید (۳۵) کعب انصاری -
- ۳۶۔ ابوالہیثم ۳۷۔ یاشم بن عتبہ ۳۸۔ مقداد الکندی - ۳۹۔ عمر بن ابی سلمہ -
- ۴۰۔ عبد اللہ بن ابی اسید - ۴۱۔ عمران بن حصین - ۴۲۔ جریر بن عبد اللہ الجلی
- ۴۳۔ زید بن ارقم - ۴۴۔ حذیفہ بن اسید - ۴۵۔ عمرو بن الحمق الخزاعی
- ۴۶۔ زید بن عارث - ۴۷۔ مالک بن حویرث - ۴۸۔ جابر بن سمرقہ
- ۴۹۔ عبد اللہ بن ثابت انصاری - ۵۰۔ بریدہ بن حبیب - ۵۱۔ ابو حمزہ
- ۵۲۔ جابر بن عبد اللہ ۵۳۔ حبشہ بن جنادہ - ۵۴۔ ضمیرہ الاسیدی
- ۵۵۔ عبید اللہ بن عازب ۵۶۔ عمرو بن مرہ - ۵۷۔ عبد اللہ بن ابی
- ۵۸۔ زید بن سہرا حیل ۵۹۔ عبید اللہ بن بشر - ۶۰۔ نعمان بن عجلان -
- ۶۱۔ عبد الرحمن بن نعیم ۶۲۔ ابو الحارث خادم رسول ۶۳۔ ابو فضالہ -
- ۶۴۔ عطیہ بن بشر ۶۵۔ عامر بن ابی لیثا - ۶۶۔ ابو الطفیل عامر
- ۶۷۔ عبد الرحمن بن عبد رب - ۶۸۔ حسان بن ثابت - ۶۹۔ سعد بن جنادہ



- ۷۰۔ عامر بن عمیر۔ ۷۱۔ عبد اللہ بن یامیل۔ ۷۲۔ حباب بن جویں، عقبہ بن عامر  
 ۷۳۔ ابو ذویب الشاعر۔ ۷۴۔ وھب بن عبد اللہ الوائلی۔ ۷۵۔ ابن عجلان الباطلی  
 ۷۶۔ عامر بن لیل۔ ۷۷۔ ابو شریح۔ ۷۸۔ جناب بن سفیان۔ ۷۹۔  
 ۸۰۔ اسامہ بن زید۔ ۸۱۔ وحشی بن حرب۔ ۸۲۔ قیس بن ثابث۔ ۸۳۔ عبد الرحمن  
 بن منذر۔ ۸۴۔ حبیب الخزاعی۔ ۸۵۔ انس بن مالک۔ ۸۶۔ ابو ہریرہ  
 ۸۷۔ جبہ بن عمرو۔ ۸۸۔ ابو ہریرہ انصاری۔ ۸۹۔ ابو رافع۔ ۹۰۔ ابو عمرو انصاری  
 ۹۱۔ ابو زریب بن عوف۔ ۹۲۔ ابن قرہ ثقفی۔ ۹۳۔ سعید بن سعد بن عبادہ  
 ۹۴۔ ابو سرحۃ الغفاری۔ ۹۵۔ فاطمہ بنت رسولؐ۔ ۹۶۔ ام المومنین عائشہ  
 ۹۷۔ ام المومنین ام سلمہ۔ ۹۸۔ ابانی بنت ابوطالب۔ ۹۹۔ فاطمہ بنت حمزہ  
 ۱۰۰۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہم۔ ان کے علاوہ کئی دیگر اصحاب  
 کا ذکر کیا ہے لیکن ان کے نام نہیں لکھے۔

## علمائے اہلسنت کے نزدیک حدیث غدیر صحیح بلکہ متواتر ہے

جہور علمائے اہلسنت والجماعۃ نے حدیث ”من كنت مولاه  
 فاحصی مولاه“ کا ذکر کر کے تصدیق کی ہے کہ یہ حدیث صحیح اور  
 مشہور ہے اس کی صحت میں متعصب و منکر کے سوا کسی نے کلام  
 نہیں کیا اور ایسے گمراہوں کا اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل علماء

نے اس حدیث کو صحیح و متواتر مانا ہے۔ نام کتاب بھی درج ہے۔

۱۔ مرزا محمد محمد خان فی النزل الابرار ۲۔ شمس الدین محمد بن

محمد الجزری فی الاسنی المطالب ۳۔ حافظ ذہبی فی التذکرۃ الحفاظ۔

۴۔ ملا علی قاری در شرح مشکوٰۃ سہر قاة ۵۔ حافظ جمال الدین

عطار اللہ بن فصل اللہ بن عبد الرحمن نیشاپوری در البعین ۶۔

علامہ ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی فی الکتاب المقبلی کتاب

ابحاث مسودہ ۷۔ عبد الرؤوف المنادی فی الشرح جامع صغیر

سیوطی ۸۔ علی بن احمد بن نور الدین العزیزی فی السراج النیر

شرح جامع صغیر سیوطی ۹۔ علامہ جلال الدین سیوطی فی القوائد

المستکاثرہ والازہار متنائزہ ۱۰۔ علامہ علی شفی فی المختصر قطف الازہار۔

۱۱۔ حافظ نور الدین حلبی الشافعی در انسان العیون ۱۲۔ حافظ احمد

بن محمد العاصمی در زین الفتنہ ۱۳۔ حافظ محمود بن محمد بن علی

شیخانی القادری فی الصراط السوی الحاتم المحدثین ابن حجر مکی فی

الصواعق المحرقة ۱۵۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی در لمعات۔

۱۶۔ مرزا مخدوم بن میر عبد الباقی فی النواقض الروافض۔

۱۷۔ محمد بن اسمعیل صلاح الامیر مینی الصنعانی فی الروضة الندیہ۔

۱۸۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فی السیف المسلول۔

۱۹۔ مولوی محمد صدر عالم در معارج الحلی۔

۲۰۔ قطب عالم اہلسنت مولوی رشید احمد گنگوہی فی المصابیۃ الشیعہ

۲۱۔ علامہ اہلسنت مولوی محمد شفیع اوکاڑوی در سفینہ نوح وغیرہم۔  
 بوجہ طوالت محولہ کتب کے اقتباسات نقل نہیں کئے گئے۔ تاہم  
 مولوی محمد صدر عالم کی رائے اُن ہی کے الفاظ میں ہدیہ قاریین ہے۔

## سنی مولوی محمد صدر عالم کی رائے

”آگاہ ہو کہ حدیث مولانا حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ کے نزدیک  
 متواترات میں سے ہے۔ جیسا کہ حافظ موصوف قطب الانہار میں لکھتے  
 ہیں۔ اس حدیث کے طریقوں کو شمار کر کے دکھاتا ہوں تاکہ اس کا  
 متواتر ہونا واضح ہو جائے۔ پس میں کہتا ہوں کہ امام احمد اور حاکم  
 ابن عباس سے اور ابن ابی شیبہ اور احمدان سے اور ہمدانی سے  
 اور احمد ابن ماجہ براء بن عازب سے اور طبرانی اور ابن جریر اور ابوالنعیم  
 جندب انصاری سے اور ابن قانع حبشی ابن جنادہ سے اور ترمذی  
 کہتے ہیں کہ یہ حدیث اقسام حسن اور غریب میں سے ہے۔ اور نسائی  
 اور طبرانی اور ضیاء مقدسی ابوالطفیل سے اور وہ ابی یزید بن ارقم اور  
 وہ حذیفہ بن اسید الخفاری سے اور ابن ابی شیبہ اور طبرانی ابوالیوب  
 سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم اور ضیاء سعد بن وقاص سے  
 اور شیرازی القاب میں جناب عمر بن خطاب سے طبرانی مالک ابن حویرث  
 سے ابوالنعیم فضائل الصحابہ میں یحییٰ بن جعدہ سے اور یزید بن ارقم سے  
 اور ابن عقیقہ کتاب الموالاة میں حبیب بن بدیل بن ورقاء اور قیس

بن ثابت اور زید بن شراحیل انصاری سے اور احمد جناب علی اور دیگر تیرہ صحابیوں سے اور ابن ابی شیبہ جابر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں پس اس کا علی مولا ہے۔

## قطبِ اہلسنت رشید احمد گنگوہی کا اعتراف

”اور روزِ غدیر حضرت کا یہ ارشاد کہ من كنت مولا فاعلی مولا اہل سنت کے لبر و شیم معتبر و مقبول۔ چنانچہ مبارک دینا حضرت عمرؓ کا حضرت امیرؓ کو اس بشارت پر اہلسنت کی کتب میں موجود ہے۔ مگر بلادِ شیعہ کا کیا علاج ؟

حضرت علیؓ کے مولا ہونے کا کس کو عذر و انکار ہے ؟ مولا کے معنی ناصر اور دوست کے آتے ہیں۔ اور متصرف کے بمعنی بھی ہیں۔“  
(ہدایتہ الشیعہ ص ۷۷)

حضرت مولانا صاحب :-! آپ تو اب ہم میں موجود نہیں ہیں۔ ادائیگی حق کی جزا آپ کو مل رہی ہوگی۔ آپ کا اقرار سرائیکھوں پر۔ بھلا ہمیں کیسی بلادِ شیعہ ہو سکتی ہے ؟ کہ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو ہم آپ کے فقرات کو نقل کرنے کی سعادت کیوں حاصل کرتے۔ ہم یہی تو دہرا رہے ہیں کہ سنی بھائیوں نے ولایتِ علیؓ سے کبھی انکار نہیں کیا مگر بتائیے۔ ان ناصبیوں اور فامپس حتی عباسی کے اطاعت گزاروں کا کیا علاج ہے جو آپ کے مذہب کا لبادہ اوڑھ کر انکار

ولایت کر کے ۹۲ فیصد اکثریت پر اتر آتے ہیں۔ البتہ آپ نے جوابی بالتصرف کا ثبوت طلب کیا ہے تو اس کے جواب کا انتظار فرمائیے۔

## سنی آئمہ حدیث کی طویل فہرست جنہوں نے تخریج حدیث غدیر کی ہے

حدیث غدیر کو بخاری، مسلم، واقدی اور ابو داؤد کے سوا ہر طبقہ کے محدثین کی جماعت کثیر نے روایت کیا ہے۔ ان کی فہرست مع سال و قافہ درج ذیل ہے۔

- ۱۔ ابن شہاب الزہری استاذ امام مالک  $\text{رحمہ اللہ}$  ۱۲۵ھ - ۲۔ محمد بن اسحاق متوفی ۱۵۲ھ - ۳۔ معمر بن راشد متوفی ۱۵۳ھ - ۴۔ ابو یوسف امرا ئیل بن یونس سبعی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۱۶۳ھ - ۵۔ شریک بن عبد اللہ قاضی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۱۶۳ھ - ۶۔ محمد بن جعفر بغدادی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۱۹۳ھ - ۷۔ وکیل بن جراح رواسی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۱۹۴ھ - ۸۔ عبد اللہ ہمدانی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۱۹۹ھ - ۹۔ ابو احمد محمد بن عبد اللہ زبیری الجبالی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۲۰۳ھ - ۱۰۔ یحییٰ بن آدم اموی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۲۰۳ھ - ۱۱۔ امام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۲۰۳ھ - ۱۲۔ اسود بن عامر شامی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۲۰۵ھ - ۱۳۔ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۲۱۰ھ - ۱۴۔ حسین بن محمد المروزی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۲۱۳ھ - ۱۵۔ ابو نعیم فضل بن وکیل کوفی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۲۱۹ھ - ۱۶۔ عفان بن مسلم صنعار  $\text{رحمہ اللہ}$  ۲۲۰ھ - ۱۷۔ سعید بن منصور خراسانی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۲۲۴ھ - ۱۸۔ ابراہیم بن حجاج  $\text{رحمہ اللہ}$  ۲۲۱ھ - ۱۹۔ علی بن حکیم الاودی  $\text{رحمہ اللہ}$  ۲۳۱ھ

- ۲۰۔ علی بن محمد طنافسی <sup>۲۳</sup>ھ - ۲۱۔ ہادیہ بن خالد البطری <sup>۲۳</sup>ھ
- ۲۲۔ عبد اللہ بن ابی شیبہ عسبی <sup>۲۳</sup>ھ - ۲۳۔ عبید اللہ بن عمر قواریزی <sup>۲۳</sup>ھ
- ۲۴۔ اسحاق بن ابراہیم ابن راہویہ <sup>۳۳</sup>ھ - ۲۵۔ عثمان بن محمد بن ابوالحسن
- بن ابی شیبہ <sup>۲۹</sup>ھ - ۲۶۔ قتیبہ بن سعید بلخی <sup>۲۳</sup>ھ
- ۲۷۔ امام احمد بن حنبل <sup>۲۴</sup>ھ - ۲۸۔ ابو موسیٰ یارون بن عبد اللہ الجہلی <sup>۲۳</sup>ھ
- ۲۹۔ محمد بن بشار عبدی <sup>۵۳</sup>ھ - ۳۰۔ ابو موسیٰ بن مثنیٰ <sup>۵۲</sup>ھ
- ۳۱۔ حسن بن غرقہ عبدی <sup>۵۷</sup>ھ - ۳۲۔ حجاج بن یوسف شاعر بغدادی <sup>۲۵۹</sup>ھ
- ۳۲۔ اسماعیل بن عبد اللہ سمویہ <sup>۶۷</sup>ھ - ۳۳۔ حسن بن علی عامری <sup>۲۷</sup>ھ
- ۳۵۔ محمد بن یحییٰ زبلی <sup>۵۸</sup>ھ - ۳۶۔ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی <sup>۴۳</sup>ھ
- ۳۷۔ احمد بن یحییٰ بلاذری <sup>۲۸</sup>ھ - ۳۸۔ عبد اللہ بن مسلم دینوری (ابن قتیبة) <sup>۲۷</sup>ھ
- ۳۹۔ محمد بن عیسیٰ ترمذی <sup>۲۹</sup>ھ - ۴۰۔ ابن عاصم احمد بن عمر <sup>۲۸</sup>ھ
- ۴۱۔ زکریا بن یحییٰ السجری الخياط <sup>۲۹</sup>ھ - ۴۲۔ عبد اللہ بن امام احمد بن حنبل <sup>۲۹</sup>ھ
- ۴۳۔ احمد بن عمرو النیر <sup>۳۳</sup>ھ - ۴۴۔ محمد بن شعیب نسائی <sup>۳</sup>ھ
- ۴۵۔ حسن بن سفیان نسوی <sup>۳۳</sup>ھ - ۴۶۔ احمد بن علی ابوالعلاء الموصلی <sup>۳</sup>ھ
- ۴۷۔ محمد بن جبریل طبری <sup>۳</sup>ھ - ۴۸۔ ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد لغوی <sup>۳</sup>ھ
- ۴۵۔ ابو عبد اللہ الزاہد الحکیم ترمذی <sup>۳۳</sup>ھ - ۵۰۔ احمد بن محمد طحاوی <sup>۳۳</sup>ھ
- ۵۱۔ ابو عمر قرطبی <sup>۳۸</sup>ھ - ۵۲۔ حسین بن اسماعیل محلی <sup>۳۳</sup>ھ
- ۵۲۔ ابن عقیلہ <sup>۳۲۲</sup>ھ - ۵۳۔ یحییٰ بن عبد اللہ عسری <sup>۳۲۲</sup>ھ
- ۵۵۔ وعلج بن احمد سجری <sup>۳</sup>ھ - ۵۶۔ محمد بن عبد اللہ البزار شافعی <sup>۵۲</sup>ھ

- ۵۷- محمد بن جنان بستی ۳۵۲ھ ۵۸- سلیمان بن احمد طبری ۳۶۰ھ  
 ۵۹- احمد بن جعفر قطیعی ۳۶۸ھ ۶۰- علی بن عمر دارقطنی ۳۷۵ھ  
 ۶۱- ابن بسط ۳۸۷ھ ۶۲- حافظ علامہ ذہبی ۳۹۳ھ  
 ۶۳- ابو عبد اللہ حاکم ۴۰۷ھ ۶۴- عبد المالک بن محمد الحر گوتی ۴۰۷ھ  
 ۶۵- احمد بن عبد الرحمن شیرازی ۴۱۷ھ ۶۶- ابن مردودیه صہبانی ۴۱۰ھ  
 ۶۷- احمد بن محمد سکویہ ۴۱۷ھ ۶۸- احمد بن محمد ثعلبی ۴۲۷ھ  
 ۶۹- احمد بن عبد اللہ ابو نعیم صہبانی ۴۳۰ھ ۷۰- اسماعیل بن علی زنجویہ ۴۳۲ھ  
 ۷۱- الرازی ابن سمان ۴۴۵ھ ۷۲- احمد بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ  
 ۷۳- ابن عبد البر نمری قرطبی ۴۶۳ھ ۷۴- احمد بن علی خطیب بغدادی ۴۶۳ھ  
 ۷۵- علی بن احمد واحدی ۴۶۷ھ ۷۶- ناصر سجستانی ۴۷۷ھ  
 ۷۷- علی بن محمد الجلابی (ابن مغاری) ۴۸۲ھ ۷۸- ابو قاسم حسکانی -  
 ۷۹- علی بن حسن ما تخلصی ۴۹۲ھ ۸۰- احمد محمد غزالی ۵۰۵ھ  
 ۸۱- حسین بن مسعود بنجوی ۵۱۶ھ ۸۲- زرین بن معاویہ عبد ری ۵۳۵ھ  
 ۸۳- احمد بن محمد عاصمی - ۸۴- محمود بن عمر زنجبیری ۵۳۷ھ  
 ۸۵- محمد بن علی نظری ۸۵- عبد الکریم بن محمد وزی سمعانی ۵۶۲ھ  
 ۸۷- موفق بن احمد ابو المودید خطیب خوارزم ۵۶۸ھ ۸۸- علی بن حسن (ابن عساکر) دمشق ۵۷۸ھ  
 ۸۹- محمد بن عمر مدینی صہبانی ۵۸۱ھ ۹۰- فضل اللہ تور شیبی -  
 ۹۱- اسعد بن ابوشیحہ عجبلی ۵۸۷ھ ۹۲- امام محمد بن عمر فخر الدین رازی ۵۹۱ھ  
 ۹۳- ابو سعادات مبارک بن محمد (ابن اثیر) جزری ۶۱۶ھ ۹۴- علی بن محمد جزری

- ۹۵ - ابو الحسن ابن اثیر <sup>۶۳۰</sup>ھ - محمد بن عبدالواحد حنبلی <sup>۶۳۳</sup>ھ  
 ۹۷ - محمد بن طلحہ نصیبی <sup>۶۵۲</sup>ھ - ۹۸ - یوسف بن محمد (ابن شیخ)  
 ۹۹ - یوسف بن قز علی سبط ابن جوزی <sup>۶۵۴</sup>ھ - ۱۰۰ - محمد بن یوسف  
 کبخی شافعی <sup>۶۵۸</sup>ھ - ۱۰۱ - عبدالرزاق رسی <sup>۶۶۱</sup>ھ  
 ۱۰۲ - یحییٰ بن ثمرت لودی <sup>۶۶۶</sup>ھ - ۱۰۳ - احمد بن عبداللہ محب الدین طبری <sup>۶۶۶</sup>ھ  
 ۱۰۴ - ابراہیم بن عبداللہ وصابی شافعی - ۱۰۵ - محمد بن احمد غسانی <sup>۶۶۹</sup>ھ  
 ۱۰۶ - ابراہیم بن محمد مدینی - ۱۰۷ - احمد بن محمد سنائی <sup>۶۷۶</sup>ھ - ۱۰۸ - یوسف  
 بن عبدالرحمن المزنی <sup>۶۸۲</sup>ھ - ۱۰۹ - محمد بن احمد ذہبی <sup>۶۸۲</sup>ھ  
 ۱۱۰ - حسن بن حسین نظام الدین نیشاپوری - <sup>۶۸۸</sup>ھ - ولی الدین  
 محمد بن عبداللہ خطیب بخاراوی <sup>۶۸۸</sup>ھ - ۱۱۲ - ابن وردی عمر بن <sup>۶۸۹</sup>ھ  
 ۱۱۳ - احمد بن عبدالقادر قسبی نحوی <sup>۶۸۹</sup>ھ - ۱۱۴ - محمد بن یوسف زرنزی <sup>۶۹۲</sup>ھ  
 ۱۱۵ - محمد بن سعید کاظمی <sup>۶۸۸</sup>ھ - ۱۱۶ - عبداللہ بن اسحاق یافعی <sup>۶۸۸</sup>ھ  
 ۱۱۷ - اسماعیل بن عمر (ابن کثیر دمشقی) <sup>۶۹۲</sup>ھ - ۱۱۸ - عمر بن الحسن مراغی <sup>۶۹۸</sup>ھ  
 ۱۱۹ - علی بن شہاب الدین ہمدانی <sup>۶۹۸</sup>ھ - ۱۲۰ - محمد بن عبداللہ مقدسی <sup>۶۹۹</sup>ھ  
 ۱۲۱ - خواجہ یار <sup>۶۹۲</sup>ھ - ۱۲۲ - محمد بن محمد شمس الدین جرزی <sup>۶۹۳</sup>ھ  
 ۱۲۳ - احمد بن علی مقرئ <sup>۶۹۵</sup>ھ - ۱۲۴ - شہاب الدین دولت آبادی <sup>۶۹۵</sup>ھ  
 ۱۲۵ - ابن حجر عسقلانی <sup>۶۹۵</sup>ھ - ۱۲۶ - ابن صباغ مالکی <sup>۶۹۵</sup>ھ  
 ۱۲۷ - محمد بن احمد عینی حنفی <sup>۶۹۵</sup>ھ - ۱۲۸ - حسین بن معین الدین نیرودی <sup>۶۹۵</sup>ھ  
 ۱۲۹ - اصفیٰ الدین محمد <sup>۶۹۵</sup>ھ - ۱۳۰ - فضل اللہ خنجی شیرازی



- ۱۳۱۔ علی بن عبداللہ نور الدین سمہودی شافعی رحمہ اللہ ۱۳۲ھ۔ علامہ علی بن  
 بن ابوبکر سیوطی رحمہ اللہ ۱۳۳۔ محدث کمال الدین ۱۳۴۔ عید الوہاب  
 بن محمد بن رفیع الدین احمد رحمہ اللہ ۱۳۵۔ احمد بن محمد التیمیہ الملکی رحمہ  
 ۱۳۶۔ علی بن حسام الدین متقی رحمہ اللہ ۱۳۷۔ محمد طاہر قلعنی رحمہ  
 ۱۳۸۔ مرزا مخدوم بن عبدالباقی رحمہ اللہ ۱۳۹۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ  
 ۱۴۰۔ محمد بن رؤف منادی رحمہ اللہ ۱۴۱۔ شیخ عبداللہ العیدروس بن  
 ۱۴۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ۱۴۳۔ محبوب عالم محمد بن صفی الدین  
 ۱۴۴۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۴۵۔ احمد بن عبدالقادر عجمی ۱۴۶۔  
 مولوی رشید الدین خان دہلوی ۱۴۷۔ مولوی محمد مسبین لکھنوی  
 ۱۴۸۔ محمد صالح بخاری دہلوی ۱۴۹۔ مولوی ولی اللہ لکھنوی۔  
 ۱۵۰۔ مولوی حیدر علی فیض آبادی ۱۵۱۔ مولوی عابد اللہ اسماعیل اترہری  
 ۱۵۲۔ مفتی اعظم شیخ سلیمان قندوزی۔ وغیرہ وغیرہ

## ”مولا“ کے معنی

مندرجہ بالا بیان میں ہم نے ناقابل تحریف شواہد سے یہ ثابت کیا کہ سرور کونینؐ نے حضرت امیر علیہ السلام کو ”مولا“ فرمایا۔ لہذا اتباع رسولؐ کا تقاضا یہی ہے کہ تمام امت محمدیہؑ بالکل اسی طرح آنجنابؐ کو بھی مولا تسلیم کرے۔ جس طرح کہ حضرت رسول اکرمؐ کو مانتے ہیں۔ آپؐ نے یہ حکم عام جاری فرمانے سے

قبل خود ہی ”موکلا“ کے معنی ارشاد فرمائے۔ چنانچہ احتیاط ملاحظہ فرمائیں کہ مخاطب ”الناس“ ہیں کہ آپ جناب تمام بنی نوع الانسان کے رسول ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے مولا ہونے کا ذکر فرمایا۔ اور کل اہل ایمان کا مولا ہونا اپنی ذاتِ گرامی کے لئے ارشاد کیا اور اس کی تشریح فرمائی کہ اُن کے لئے اُن کے نفوس سے اولی ہوں۔ اور پھر حکم صادر کیا کہ جس طرح میں تمام مومنین کے نفوس پر اولی ہوں یہی وہی ہے۔ چنانچہ معلوم ہو گیا کہ حضور جس طرح متصن ہیں اسی طرح جناب امیر بھی ہیں۔ لیکن بعد از رسول امت میں کچھ وجوہات کے باعث ”موکلا“ کے معنی میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ مگر اسے دور کر لینا کوئی دقیق کام نہیں ہے۔ کہ ہمارے پاس دو رہنما اصول ہیں۔ رجوع کتاب باری اور تشریح رسول۔ لہذا آئیے اب قرآن مجید سے اس لفظ ”موکلا“ کے معنی تلاش کرتے ہیں۔ اور ہر مطلب کو اللہ و رسول اور علی کی ذات کے ساتھ استعمال کر کے دیکھتے ہیں کہ کون سے معنی مراد رسول ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں لفظ مولا چند معنی میں آیا ہے۔ لہذا لغوی و قرآنی دونوں معنی کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

<p>عربی زبان میں مولا بمعنی ہمسایہ بھی مستعمل ہو سکتا ہے۔ لیکن اس حدیث میں لفظ مولا کے معنی ہمسایہ کسی نے نہیں کئے۔ کیونکہ اللہ کا ہمسایہ کوئی نہیں رسول کا سایہ نہیں اور نہ ہی آپ تمام مومنین کے ہمسائے تھے۔ لہذا یہ معنی مراد نہ ہوئے۔</p>	<p><b>مولا بمعنی چار</b> یعنی ہمسایہ</p>
--	--

مولا بمعنی معتق  
یعنی  
آزاد کنندہ

ظاہر ہے کہ اللہ نے یا رسولؐ نے یا علیؑ نے اس وقت جب یہ ارشاد ہوا کسی غلام کو آزاد نہ کیا علمائے یہ معنی بھی مراد نہیں لئے ہیں۔ اور ہے لہذا بحث بے سود ہے۔

مولا بمعنی معتق  
یعنی  
آزاد کردہ

چونکہ اختلاف نہیں ہے لہذا بحث بے سود ہے۔ یہ معنی تو کسی صورت سے بھی نہیں ہو سکتے۔ اللہ کبھی غلام نہ تھا اور نہ ہی حضورؐ اور اسی طرح علیؑ۔ یہ معنی بھی کسی عالم نے مراد نہیں لئے ہیں۔ اس لئے بحث کی ضرورت نہیں۔

مولا بمعنی حلیف  
یعنی  
ہم عہد

ہم عہد کے معنی بھی یہاں مراد نہیں ہو سکتے کیوں کہ واقعات میں کسی عہد و پیمان کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی حضورؐ کسی حلیف سے عہد قائم فرما رہے تھے کہ یہ مطلب مراد ہو۔

مولا بمعنی ابن عم  
یعنی  
چچیرے بھائی

ابن عم کے معنی تو یہاں ہو سکتے ہی نہیں ہیں کہ اللہ کسی کا ابن عم نہیں۔ رسولؐ تمام مسلمانوں کے چچا زاد بھائی نہ تھے۔ لہذا یہ مطلب

مولا بمعنی عصبہ  
یعنی  
متعلقین و لواحقین

بھی نہ ہوا۔ عصبہ کے معنی بھی مراد نہیں کہ اللہ کسی کا ناظر دار نہیں اور حضورؐ کل مومنین کے یا کل مومنین حضورؐ کے عصبہ نہیں تھے۔ انہی معنی میں ”مواہی“ قرآن مجید

میں سورہ مریم آیت ۲۵ میں استعمال ہوا ہے۔ "انی خفت الموالیٰ من وراثتی" اس لئے یہ معنی بھی مراد نہیں۔

مولا بمعنی وارث | قرآن مجید یہ لفظ وارث کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جیسے "ولسکل جعلنا موالیٰ مما ترک"

الوالدان والا قربوت " لیکن بدقسمتی سے یہاں یہ معنی بھی نہیں لے سکتے کہ حضرت ابوبکر کی حدیث ہے انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اسی لئے علمائے نے ان معنی کو نہیں لیا ہے۔ تاہم میرے نزدیک اگر یہ معنی لے لئے جائیں تو حرج کوئی نہیں لیکن ہم یہ ابتدا کرتے ہی نہیں۔ آپ پر جھوٹ دیتے ہیں۔ قول حضرت ابوبکر اور آیت قرآن پر خوب غور فرمائیں۔ البتہ "کل" کے لفظ کو ازراہ نواز سنیں "کل" نہ کیجئے۔ اپنے من پسند معنی لینا ہماری عادت بھی نہیں ہے۔ دین کا معاملہ ہے۔

مولا بمعنی صدیق و رفیق | قرآن مجید میں یہ لفظ بمعنی دوست و رفیق و صدیق استعمال ہوا ہے۔ جیسے سورہ دخان میں "لیوم یار و دوست

لا یخفی مولیٰ عن مولیٰ شیئاً" اکثر علمائے نے یہ معنی بیان کئے ہیں۔ مگر یہاں یہ معنی بھی چسپاں نہیں ہوتے کیوں کہ ظاہر ہے کہ جس جس کے حضور دوست تھے حضرت علیؑ بھی اُس اُس کے دوست تھے اور اگر اس بحث کو اُٹا دیا جائے۔ اور یوں کہا جائے کہ شاید حضورؐ نے اس حدیث کے یہ معنی لئے ہیں کہ جو میرا دوست ہے وہ علیؑ کا دوست ہے۔ کیونکہ بعض اشخاص

رسولؐ کے دوست تو تھے مگر جناب امیرؑ سے تقار رکھتے تھے لہذا اسے لوگوں کی تنبیہ کے لئے آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا تو سطحی نظر میں یہ بات ٹھیک لگتی ہے۔ لیکن غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس لفظ میں "مولا" کا لفظ مضاف واقع ہوا ہے۔ نہ کہ مضاف الیہ یعنی یوں ارشاد ہے کہ "جس کا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے" نہ کہ یہ کہ "جو میرا مولا ہے وہ علی کا بھی مولا ہے" پس لفظی اعتبار پر بھی اس حدیث میں مولا کے معنی صدیق و رفیق یا دوست لینا درست قرار نہیں پاتا۔

مولا بمعنی ناصر یعنی مددگار	قرآن مجید میں اس لفظ کو ناصر و مددگار کے معنی میں بھی وحی کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں یہ معنی بھی جامع نہیں ٹھہرتے کیونکہ جناب امیرؑ حضورؐ کے ہر طرح تابع فرماں تھے۔ جس کسی کی نصرت حضورؐ فرماتے تھے اس کی نصرت جناب امیرؑ پر واجب تھی۔ اس کے اس قدر اہتمام سے اعلان کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔
مولا بمعنی مالک	اس لفظ کو اللہ نے اپنے کلام میں بمعنی مالک بھی استعمال فرمایا ہے۔ لیکن اس حدیث میں یہ معنی بھی پورے نہیں اتر پاتے کیوں کہ کسی ملکیت کا ذکر روایات میں بیان نہیں ہوا ہے۔

مولا بمعنی السید المطاع یعنی اولیٰ	صحاح میں ہے "وکل من ولی" ۲ سروا حد فہو ولیہ یعنی جس کی ہر امر میں ہر کوئی اطاعت کرے۔ یعنی سید المطاع علیہ السلام
---------------------------------------	--

کی کثیر تعداد نے ان معنوں کو حدیث عندیر کے لئے منتخب کیا ہے۔  
 مولیٰ بمعنی اولیٰ کثرت سے استعمال ہوا ہے  
 ثبوت کے لئے روایت منقولہ بالا ملاحظہ فرمائیے  
 کہ خود حضورؐ نے نفوس پر اولیٰ ہونے کا بیان فرمانے کے بعد بھی  
 حدیث مذکورہ ارشاد فرمائی۔

## علمائے اہلسنت نے "اولیٰ" مراد لی

علمائے اہلسنت نے "مولا" کے معنی اولیٰ لئے ہیں مثلاً ابن جنّا  
 نے اپنی تفسیر میں امام فخر الدین رازمی تفسیر کبیر میں۔ ثعلبی کشف البیان  
 میں۔ واحدی تفسیر وسط میں امام بغوی تفسیر معالم التنزیل میں۔ جوہری  
 صحاح میں۔ علامہ درزی سبجہ معلقہ کی شرح میں یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔  
 علاوہ ازیں قرنیۃ السنت "اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم" الٰہ اولیٰ  
 بکم من انفسکم سے بھی اسی معنی اولیٰ ہی کا پلک بھاری معلوم ہوتا ہے۔ اور  
 اس سے بڑھ کر حجت کیا ہو سکتی ہے؟

بس تلخیص یہ ہوئی کہ ولایت ہی کے معنی میں یہ لفظ استعمال  
 ہوا ہے۔

## رسم دستار بندی

ہم نے بیان کیا ہے کہ خداوند کریم نے ولایت کی حفاظت کا اہتمام  
 ہر پہلو سے مکمل فرمایا ہے۔ تاکہ اختلاف کی صورت میں صحیح رہنمائی آسانی

سے حاصل ہو سکے۔ چنانچہ ولی و مولا کے معنی سید المطاع و ولی بالضرۃ کے علاوہ بیان کرنے والے حضرات سے گزارش ہے کہ ذرا سمجھائیں کہ اگر ان معنی کے غیر معنی مقصود تھے تو پھر رسم دستار بندی کی ضرورت کیوں پیش آئی اور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزِ غدیر حضرت امیرؓ کو اپنا عمامہ و سحاب کیوں باندھا۔؟

چنانچہ خطیب بغدادی، دہلی، ابوداؤد، ملا متقی، ابن ابی شیبہ، محب الطبری ابن صباغ مالکی، جلال الدین سیوطی، برہان الدین شافعی اور کئی دیگر علمائے اہلسنت نے اس دستار بندی کا روزِ غدیر منعقد ہونا بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ برہان الدین لکھتے ہیں :-

”آنحضرتؐ کا ایک عمامہ مہربارک پر تھا۔ جس کا نام حضرتؐ نے سحاب رکھا ہوا تھا۔ حضرتؐ نے وہ عمامہ جناب علیؓ کو بندھوایا تھا۔

(بعد میں) جب کبھی جناب امیرؓ اس عمامے کو باندھے ہوئے حضرتؐ کے حضورؐ میں حاضر ہوتے تو سرورِ کائنات ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو علیؓ سحابؐ میں تمہارے پاس آ رہے ہیں۔“

(صاحبِ کنوز الحقائق نے حضرت امیرؓ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اللہ نے روزِ بدر و خنین ہماری مدد ایسے فرشتوں سے کی تھی جو عمامہ پوش تھے۔ اور عمامہ مسلمانوں و مشرکوں کے درمیان فرق صلا اہلسنت کی روایات میں ہے کہ اللہ ”سحاب“ میں اترتا ہے سحاب ایک بادل رحمت کا نام ہے۔

اب غور فرما کر غیر متعصبانہ فیصلہ فرمائیے کہ محض یار دوست بنانے کے لئے بھی کبھی ایسا اہتمام دستار بندی دنیائیں کیا جاتا ہے؟ یقیناً آپ حضرات نفی میں جواب دیں گے۔ اور آپ یہ بخوبی جانتے ہیں کہ رسم تاجپوشی کس کو کہتے ہیں۔ پس حضورؐ نے خود جناب امیرؒ کو تاج ولایت پہنا کر تمام اُمت کا مولا یعنی حاکم اولیٰ بالتصرف مقرر فرمایا۔ جیسے حاکم آپ جناب خود اُمت پر تھے کہ اُن کے نفوس پر بھی قابو تھا۔ ایسا اہتمام کے انفرادی کے بعد مولا کے معنی دوست کرنا کبھی بھی درست و جائز نہیں تسلیم کئے جاسکتے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ مولا کے معنی صاحب ولایت۔ سید مطاع اولیٰ تصرف حاکم ہی کے ہیں۔

## حضرت عمر اور دیگر اصحاب کی مبارکبادی

کسی عبارت و اقتباس کا مطلب اخذ کرتے وقت سیاق و سباق مخاطب کا تخیل، محل بیان تعمیل و رد عمل، نزاکت موقع وغیرہ ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ صرف لفظی معنی مراد لیکر شرح کر دینا مستند نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کوئی مریض کہتا ہے کہ ”دو انار لا دیجئے“ تو یہ ملازمین یہی سمجھے گا کہ اُس نے انار جو کہ ایک پھل کا نام ہے اُس کی خواہش کی ہے۔ لیکن اگر شب بھرت جب کہ ہر طرف آتش بازی چھوٹ رہی ہو اور آپکا بچہ ضد کرے کہ ”دو انار لا دیجئے“ تو یقیناً موقع کی ضرورت کے مطابق آپ اُسے آتش بازی والا انار ہی سمجھیں گے نہ کہ مریض والا۔



پس ایسے قرائن نتائج اخذ کرتے ہوئے اہم سمجھے جاتے ہیں۔  
 اسی طرح جب ہم موقع غدیر کے واقعات کو ملحوظ رکھتے ہوئے  
 لفظ ”مولا“ کے معنی کریں گے تو صرف ”اولی بالتصرف“ ہی تمام  
 تقاضے پورے کرتے ہوئے مفہوم تطبیق ادا کریں گے۔ چنانچہ  
 اسی موقع میں کا ایک رد عمل اصحاب کی جناب امیرؑ کو مبارکبادی  
 اور پیغام تہنیت دینا بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کی مبارکبادی کا تذکرہ  
 آپؐ نے رشیدؒ کو ہی صاحب کے اعتراف میں مطالعہ فرمایا۔ اور  
 ملا معین معارج النبوة میں لکھتے ہیں کہ اس روز اکثر حضرات حتیٰ کہ  
 اہل اہل المومنین نے جناب امیرؑ کو مبارکباد دی۔

اسی طرح حدیث کی مشہور کتاب اہلسنت مشکوٰۃ کے باب مناب  
 علیؑ میں تحریر ہے کہ روز غدیر خطبہ رسولؐ کے بعد حضرت عمرؓ خطاب  
 نے حضرت علیؑ کو یوں مبارک باد پیش کی۔

”مبارک اے مبارک! آپؑ کو اے فرزند ابوطالب! کہ آپؑ ایسی  
 صبح کی اور ایسی شام کی (یعنی آج کا دن آپؑ کے لئے ایسا آیا) کہ آپؑ میرے  
 مولا ہو گئے اور تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کے مولا ہو گئے۔“

امام عزالی اور مقام مولا | اہلسنت کے امام غزالی اپنی کتاب  
 تہ العالمین مطبوعہ بیبی مقالہ رابعہ

میں لکھتے ہیں کہ ”حضرت عمرؓ کے الفاظ کی رو سے ”مولا کا مقام“ حضرت  
 علیؑ کو اُسی روز حاصل ہوا تھا۔ پہلے حاصل نہیں تھا۔ حالانکہ مومنین

صلیہ واقع غزالی مرحوم نے کتاب ”کشف ما فی الدارین“ میں یہی لکھا ہے۔

و مومنات کے دوست تو حضرت امیرؓ پہلے بھی تھے۔ لہذا اس حدیث میں ”مولا“ کے معنی دوست کرنا درست نہیں ہیں۔ بلکہ جانوں پر صاحب اختیار حاکم ہے یعنی بعد از رسولؐ منصب ہدایت پر فائز مخلوقات کا امام اور وصی رسولؐ۔

امام غزالی اسی جگہ پر لکھتے ہیں کہ یہ مبارکبادی یعنی سچ بچ کہنا تسلیم و رضا و حکیم ہے۔ لفظ حکیم حاکمیت علیٰ کو تسلیم کرنے کا گواہی دیتا ہے۔ مشہور علامہ ابلسنت سبط ابن جوزی اپنی کتاب کشف خواص الامۃ کے صفحہ ۲ پر لفظ مولا کے معنی دوست کی سجاوٹیوں تحریر کرتے ہیں۔

علامہ سبط ابن جوزی کا

فیصلہ و اقرار

صریح فی اثبات امامۃ و قبول طاعتہ“ یعنی یہ (حدیث میں لفظ مولا) حضرت علیؓ کی امامت کے اثبات اور آپ کی اطاعت قبول کرنے کے بارے میں نص صریح ہے۔

علمائے کرام کی تصریحات کے بعد اب مؤلف حقیر ایک سوال کرتا ہے کہ اگر مولا کے معنی محض ”دوست“ ہیں اور اس کی مبینہ توضیح کہ کچھ لوگ حضرت امیرؓ سے دوستی نہیں کرتے تھے لہذا حضورؐ نے ان کو دوست بنانے کے لئے ایسا ارشاد فرمایا درست ہے تو تمام اہل اسلام سے گزارش ہے کہ مخالفین میں سے کسی ایک ایسے فرد کا نام ظاہر کریں جس کو حضرت عمرؓ یا کسی اور صحابی رسولؐ نے مبارکباد دی ہو۔ کیونکہ دوستی کا اطلاق

ہر دو طرفین پر مساوی اثر انداز ہو گا اور یہ تقاضائے انصاف کے خلاف ہو گا کہ ایک فرد کو تو مبارک یاد پیش کی جائے اور دوسرے کی کوئی مٹے پرواہ نہ کی جائے۔ اسلامی مساوات خصوصاً معاشرہ اصحاب رسول میں جب خود حضورؐ اس میں بظاہر موجود ہوں ایسی صورت حال ناقابل اعتبار ہے۔ لیکن چونکہ سوائے حضرت علیؑ کے مبارکبادی کسی دوسرے شخص کو نہیں دی گئی اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ توضیح موضوع پہ دلیل ہے۔ اور پھر محض دوستی پر تہنیت پیش کرنا دستور و رواج کے بھی خلاف ہے حالانکہ جب رشتہ اخوت کا واقعہ رونما ہوا تو بھی ایسا اہتمام نہ کیا گیا جبکہ ”اخوتی رشتہ“ دوستی سے بلند تر ہوتا ہے۔ اس لئے علمائے اہلسنت کی جماعت کثیرہ کا یہ فیصلہ جس کی تصدیق علامہ اہلسنت سبط ابن جوزی اور امام غزالی نے کی ہے۔ درست اور قابل قبول ہے۔ کہ مولا سے مراد اولیٰ بالمسرت ہے۔

## قصیدہ خوانی

اہتمام خدا اور رسولؐ ملاحظہ فرمائیے کہ بات صرف عمامہ پوشی اور مبارک باد پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس تقرر کے بعد قصیدہ خوانی بھی ہوئی۔ جیسا کہ علامہ سبط ابن جوزی نے ”تذکرہ خواص الامتہ“ کے متن پر مشہور صحابی رسولؐ حضرت حسان بن ثابت کا ایک قصیدہ نقل کیا جو اُسی وقت حضورؐ کی موجودگی میں حاضرین کے سامنے پڑھا گیا۔ اس قصیدہ کے دو اشعار مع ترجمہ نقل کرتا ہوں جو معنی ”مولا“

را یا دوست والی -

کی تشریح کرتے ہیں۔

فَقَالَ لَهُ قُمْ يَا عَلِيٌّ فَاَنْتَ رَضِيْتُكَ مِنْ بَعْدِ مَا مَآءُ هَادِيَا

یعنی حضور نے علی سے فرمایا: اے علی! کھڑ ہو جا پس تحقیق

میں نے تجھے پسند کیا بعد کے لئے امام اور ہادی

فَخَصَّ بِهَا دُونَ الْبَيْتِ كُلِّهَا عَلِيًّا وَسَامَا لَا نُوْزِيرَ لَهَا وَخِيَا  
”پس (رسولؐ نے) تمام مخلوقات کو چھوڑ کر (اس امام و ہادی منصب)

کے لئے علیؑ کو مخصوص کیا اور انہیں کا نام رکھا وزیر ہمارے

مخصوص یا رسمی دوستی وغیرہ کیلئے قصیدہ خوانی ہونا اپنی سمجھ میں نہیں آتا

بلکہ ایسے اہتمامات و الحقائق مخصوص ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ  
ہم ایک اور ثبوت پیش کرتے ہیں۔

علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ حدیث کی تین اقسام ہیں۔ (۱) قولی۔

(۲) فعلی (۳) تقریر رسولؐ۔ تقریری قسم یعنی تقریر رسولؐ اسے کہتے ہیں کہ

”رسولؐ کی موجودگی میں ان کے سامنے کوئی بات کہی جائے یا کوئی فعل کیا جائے

اور رسولؐ تردید نہ فرمائیں۔ یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ قول یا فعل

صحیح ہے۔ اور اسے حدیث تسلیم کر لیا جائے۔ جیسا کہ محدث اہلسنت شیخ

عبدالحق دہلوی نے مقدمہ مشکوٰۃ میں اس قسم کی حدیث کا ذکر کیا ہے۔

اب اس اصول حدیث کے پیش نظر ذرا غور فرمائیے کہ صحابی رسولؐ حضرت

حسان بن ثابتؓ نے ”مولا“ کے معنی اپنے اشعار میں (محب اصحاب رسولؐ

میں جبکہ حضورؐ خود تشریف فرما بھی ہیں) امام ہادی اور وزیر بیان

کہے ہیں۔ دوست و یار نہیں کہا ہے۔ لہذا حضورؐ کو یا کسی صحابی کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوا کہ فوراً لوگ دیتے کہ مراد تو دوستی ہے تم کیا امامت کی قصیدہ خوانی کر رہے ہو۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے صحیح ترجمانی فرمائی۔ اسی لئے حضورؐ اور صحابہ خاموش رہے ورنہ کوئی نہ کوئی قوعین موقع پر اعتراض کرتا۔ چلیے حضورؐ کے سامنے جرات نہ ہوئی۔ سرگوشی ہی ہو جاتی کہ حسان مبالغہ کر رہے ہیں لیکن ایسا کوئی واقعہ اس روز پیش نہ آیا جو اعلانیہ ہوتا۔ دلوں کے راز اللہ جانتا ہے۔ البتہ حاکمیت پر اعتراضات ہوئے جو آگے آئیں گے۔

## حضرت جبریلؑ کا حضرت عمرؓ سے مکالمہ

روزِ غدیر کہ جبکہ ولایت علیؑ کا اعلان عام ہوا۔ دربارِ رسالتؐ میں نہ صرف اصحابِ رسولؐ ہی حاضر تھے بلکہ فرشتگان بھی اس جشن کی مسرتوں میں شریک تھے۔ چنانچہ علامہ اہلسنت شہاب الدین ہمدانی اپنی کتاب ”مودۃ القربی“ میں ایک روایت حضرت عمرؓ کی زبانی بیان کرتے ہیں جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

”جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ (والہ) وسلم نے علیؑ کو کھڑا کر کے ارشاد فرمایا جس کا میں مولا ہوں پس اس کا علی مولا ہے۔ اے پروردگار دوست رکھ اُسے جو اُسے دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اُسے جو اُسے دشمن رکھے۔ اور

چھوڑ دے اُسے جو اُسے چھوڑ دے۔ نصرت دے اُسے جو اُسے نصرت دے۔  
 اے میرے پروردگار۔! تو میرا ان پر گواہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے  
 ہیں میرے پہلو میں ایک نوجوان خوبصورت طیب خوشبو والا کھڑا تھا۔  
 مجھ سے کہنے لگا اے عمر! سرورِ دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک  
 ایسی گمراہ لگائی ہے۔ کہ منافق کے سوا کوئی اُسے نہ کھولے گا۔ پس تو  
 اس کے کھولنے سے ڈرتا رہا! عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ جبکہ حضور  
 نے علیؑ کے حق میں ارشاد فرمایا تو میرے پہلو میں ایک نوجوان بھی  
 خوشبو والا موجود تھا۔ اُس نے مجھ سے ایسے کہا۔ حضرت نے فرمایا  
 اے عمر! وہ شخص آدم کی اولاد میں سے نہیں تھا بلکہ وہ جبرائیل علیہ السلام  
 تھے۔ اور میرے کہنے کی تاکید کرنے کے لئے آئے تھے۔ جو کچھ میں نے  
 تم سے علیؑ کی نسبت کہا تھا۔

اب اس روایت کی روشنی میں ”مولا“ کے معنی اور روشن ہو جاتے  
 ہیں۔ میرے اہلسنت بھائیوں میں سے کوئی بھی یہ نہیں مانے گا کہ  
 حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اس وقت آپس میں دوست نہ تھے۔ بلکہ علمائے اہلسنت  
 کے مطابق حضرت عمرؓ کا گرم جوشی سے مبارک باد پیش کرنا ہی اُن کی  
 رفاقت کا ثبوت ہے۔ اب ذرا غور فرمائیے۔ کہ اگر مولا کے معنی دوست  
 تھے تو پھر حضرت جبرائیلؑ کو جنابِ عمرؓ سے ایسا ملامت کرنے کی کیا ضرورت  
 تھی جبکہ وہ تو پہلے ہی آپ کے دوست تھے۔ یا تو یہ کہتے کہ حضرت عمرؓ پہلے

حضرت علیؑ سے دشمنی رکھتے تھے اسی لئے جبریلؑ نے نائیک کی۔ جو کہ آپؐ کو بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ بصورت دیگر ”مولا“ کے وہی معنی لیجئے جو مرادو مقصود رسولؐ تھے۔ یعنی حاکم

حضورؐ کا یہ دُعا فرمانا کہ ”اے اللہ دوست رکھ اُسے جو اُسے دوست رکھے۔ یا ”دشمن رکھ اُسے جو اُسے دشمن رکھے“ یا چھوڑ دے اُسے جو اُسے چھوڑ دے“ یا نصرت دے اُسے جو اُسے نصرت دے“ اور پھر خدا کو گواہ ٹھہرانا۔

یہ تاکیدات ہیں۔ کہ محکوم و اطاعت گزار کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ دل سے وفادار ہو۔ کسی خوف یا ڈر یا طاقت وغیرہ سے مجبور ہو کہ اطاعت مجبوری یا ریاکاری یا منافقت ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حضورؐ۔ وہ تمام طریقے بروئے کار لائے جن سے مقصد کو تقویت تو ضیع حاصل ہو سکتی تھی۔

حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ کا حل بھی کر دیا کہ ”مولا“ بن جانے کے بعد ”علیؑ“ کو چھوڑ دینا یعنی ”علیؑ مولا“ سے گریز کرنا یا علیؑ ولی اللہ سے نفرت کرنا خلاف حکم رسولؐ ہے اور اللہ کو چھوڑ دینے یا اللہ سے عداوت رکھنے کے برابر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہلسنت بھائی حضرت عمرؓ کی گواہی کے مطابق حضرت علیؑ کو ”مولا“ اور ولی اللہ بسم و حنیف تسلیم کرتے ہیں اور شیخہ تنبیہ جبرائیلؑ کے مطابق دلائل علیؑ کی باندھی ہوئی گرہ کی ہر دم ہر گھڑی



علیؑ ولی اللہ کہہ کر حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن لواصب نہ تو حضرت عمرؓ کی شہادت کا اعتبار کرتے ہیں اور نہ انہیں حضرت جبرائیلؑ کی تنبیہ کی کچھ پروا آتی ہے۔ یہود و نصاریٰ کے ایجنٹوں کی تسلیم کو اہلسنت کی تسلیم ظاہر کر کے دونوں بھائیوں میں پھوٹ ڈالتے ہیں۔

## انکارِ ولایت اور عذابِ زبانِ قرآن

ایک بہت ہی مزے کی بات یہ ہے کہ جو حضرات ”مولا“ کے معنی ”دوست“ گھڑنے کی کوشش کرتے ہیں وہ چند لوگوں کا اعتراض نظر انداز کر جاتے ہیں کہ جنہیں ”مولا“ کا اعزاز علیؑ علیہ السلام کے لئے ناگوار معلوم ہوا۔ شاید یہ ترک ”دروغ“ را حافظ نہ باشد“ کے تحت سرزد ہوتا ہے۔

برادرانِ گرامی قدر! اگر حضورؐ کا مقصد حضرتؑ کو محض یاد دہانی بنادینا ہوتا تو پھر اس بات پر نکتہ چینی یا اعتراض کی کیا گنجائش تھی۔ لیکن قومی شواہد موجود ہیں کہ چند لوگوں کو ”علی“ کا مولا ہونا پسند نہ آیا۔ اور ان لوگوں نے بلا جھجک اپنی اس ناپسندیدگی کا اظہار برملا کر دیا۔ اور اس کو دل میں نہ چھپایا۔ صاف صاف حضورؐ کے سامنے سچی بات کہہ دی۔ چنانچہ علامہ اہلسنت محمد بن سالم شافعی حنفی حاشیہ مراجع المنیر عزیزی شرح جامع صغیر سیوطی میں لکھتے ہیں کہ :-



”جب آنحضرت نے خطبہ میں ”من کنت مولاً فعلی مولاً“ ارشاد فرمایا تو بعض اصحاب نے (اعتراضاً) کہا کہ کیا ہم لوگوں کے لئے شہادت (توحید و رسالت کی گواہی) کا ادا کرنا اور نماز و زکوٰۃ کا پابند ہونا کافی نہیں ہے؟ جواب ہم پر ابوطالب کے بیٹے کو (علیؑ کو) بلندی و بزرگی دی جاتی ہے۔ آیا یہ امر آپ کی جانب سے ہے یا خدا کی جانب سے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ یہ امر خدا ہی کی جانب سے ہے۔“

معتز ضیق کا اعتراض کرنا اور حضورؐ کا قسم کھا کر اس تقرر کا منجانب اللہ ہونا بتانا۔ از خود اس امر کی دلیل ہے کہ اعتراض کرنے والوں نے ”مولاً“ کے معنی حاکم بالتصرف لئے بھی تو کہا کہ ”ابن ابی طالب کو بلندی و بزرگی دی جاتی“ اگر ”مولاً“ کا مطلب دوست ہوتا تو پھر اس حد کی ضرورت کیوں پیش آتی۔ پس ثابت ہوا کہ ”مولاً“ صاحب ولایت کے معنی میں ہے۔

ہم نے گذشتہ صفحات میں ولایت کے  
**مُنہ مانگ کا عذاب** بیان میں عرض کیا تھا کہ مُنکر ولایت پر

بوجہ انکار ولایت عذاب الہی نازل ہوا۔ اسی کی روشنی میں قرآن مجید کے پارہ ۱۲ رکوع ۵۱ سورۃ المہارج کی یہ آیات مقدسہ تلاؤ فرمائیے۔  
 ”سئل سائل بعذاب واقع۔ ملکفرین یسئله دافع“  
 یعنی ”ایک مانگنے والے نے عذاب مانگنا جو منکروں کے لئے واقع

ہونے والا ہے۔ کوئی شخص اس کو روکنے والا نہیں ہے۔

(ناظرین سے گزارش ہے کہ وہ ولایت کے قرآنی معنی)

کے بیان میں سورۃ الکہف کی محولہ آیات کو دوبارہ دیکھیں کہ منکر ولایت کو وہاں کافر کہا گیا ہے۔ آخر میں بیان ہے ایسے کافر کو سزا سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہ چیز دونوں جگہوں پر مشترک و منطبق ہے علامہ اہلسنت ثعلبی اپنی تفسیر میں اور علامہ اہل حدیث نواب صدیق

حسن بھوپالی اپنی تفسیر فتح البیان جلد ۱۲ مطبوعہ مصر ص ۱۴۸ ان آیات کی تفسیر لکھتے ہیں کہ ”حدیث من کنت مولاً“ جب تمام اطراف اور چھوٹے بڑے شہروں میں پہنچ گئی تو حرث بن نعمان فہری خدمت رسول میں حاضر ہوا۔ اپنی اڑنی کو بٹھا کر آیا۔ اور حضور سے کہنے لگا ”یا محمد! آپ نے ہمیں لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے کا حکم دیا۔ ہم نے مان لیا۔ پھر آپ نے نماز پجکانہ کا حکم دیا۔ ہم نے مان لیا۔ پھر آپ نے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ وہ بھی ہم نے قبول کیا۔ پھر آپ نے حج اور اپنے اموال کی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا وہ بھی ہم نے قبول کر لیا۔ اس پر بھی آپ راضی نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ نے اپنے چچا کے بیٹے (علیؑ) کے بازو کو بلند کر کے اُس (علیؑ) کو تمام اَسْوَا پر فضیلت دی۔ اور آپ نے کہہ دیا کہ ”جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ (بھی) مولا ہے“ یہ حکم آپ کی جانب سے ہے یا اللہ کی جانب سے؟“ حرث کی یہ گفت گو سن کر رسول اللہ کی آنکھیں غضب سے

سُرخ ہو گئیں۔ اور حضور نے فرمایا قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی  
معبود نہیں ہے یہ حکم اللہ کی جانب سے میری جانب سے نہیں۔  
حضور نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ تو حرت کھڑا ہو گیا۔ اور یہ  
کہتا ہوا (اپنی اونٹنی کی طرف) چلا کہ جو محمد کہتے ہیں اگر یہ حق ہے  
تو اے اللہ۔! ہم پر آسمان سے پتھر بھیج یا کوئی اور دردناک عذاب بھیج۔  
راوی کا بیان ہے کہ پس خدا کی قسم حرت اپنی اونٹنی تک نہیں پہنچا  
تھا کہ اللہ نے اُسے آسمان سے پتھر مارا جو اس کے سر پر لگا اور  
دُبر سے نکل گیا۔ وہیں مر گیا۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔“

نوٹ :- اس واقعہ کو اخطب خوارزم شاہی نے بھی نقل کیا ہے  
لیکن ہم نے اس کا حوالہ نہیں دیا کیونکہ مولوی رشید گنگوہی مرحوم  
”حدیث الشلیحہ“ میں ص ۱۱۱ پر لکھتے ہیں کہ ”ایسی ہی روایت  
پتھر گرنے کی داہی موضوع ہے اور اخطب خوارزم زیدی غالی  
کذاب ہے۔ اس کی روایت لکھنی بھی (الزام اہلسنت میں) جہاں  
ہے۔ میسرے خیال میں اگر گنگوہی مرحوم نے تفسیر ثعلبی اور فتح  
البیان کا مطالعہ فرمایا ہوتا تو وہ شاید اس انداز سے روایت کا  
انکار نہ کرتے کیونکہ ثعلبی اہلسنت کے معتبر مفسرین میں سے ہیں اور  
نواب صدیق حسن بھوپالی اہلحدیث کے بلند پایہ علماء میں شمار ہوتے  
اگر یہ روایت موضوع ہے تو پھر ان علماء نے جو بلاشبہ گنگوہی صاحب  
سے علم و فضل میں بلند شمار ہوتے ہیں کیوں لکھا اور اگر نقل کیا تو

تو اس پر جرح کیوں نہ کر دی۔ کہ شبہ دور ہو جاتا، اور چونکہ گنگوہی صاحب ثعلبی کو بھی معتبر نہیں سمجھتے اس لئے ہم نے اقتباس نقل کرنے کے لئے نواب صدیق حسن صاحب کی عبارت کو منتخب کیا ہے۔ جن کا انکار کرتے ہوئے دور کی سوچنا پڑے گی۔ لیکن ناظرین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ بات شروع سے آرہی ہے کہ مغل فہین کو جب ان کے مسلمات سے قائل کرتے ہیں تو وہ کتاب و مصنف ہی کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شروع شروع میں لوگوں نے انفرادی طور پر کتب و علماء کا انکار کیا پھر جوں جوں موقف کمزور ہوتے گئے انکار کتب بڑھتا چلا گیا حتیٰ کہ اسی روش کے تحت اہل قرآن حضرات نے سرے سے حدیث ہی کا انکار کر دیا۔ پھر ایک اور گروہ نواسیب پیدا ہو گیا اس نے اسلام کے سارے عربی لٹریچر کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ بلکہ متن قرآن کو بھی نہیں چھوڑا صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر یہ روش جاری رہی تو کسی دن لوگ قرآن کا ہی انکار نہ کر دیں۔ ابھی تو خیر ترجمہ کے قائل تو ہیں۔ پھر کیا نہ رہے بانس نہ کیے بانسری۔ والا حساب ہو گا۔ ہماری ضعیف سے ضعیف حدیث کو لیکر یوں اچھالا جاتا ہے کہ جیسے کسی خواجہ میرا کے صاحبِ اولاد ہونے کی خوشخبری کو مگر اپنے بارے میں انکار انکار انکار۔ لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اخطبؓ جس کو زیدی غالی کہا اب بنا کر خارج کیا گیا ہے۔ اہلسنت کے نزدیک اس کی توثیق کیا ہے۔ بیان کر دوں۔ جبکہ رشید گنگوہی صاحب نے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔

”ابو الولید الموفق بن احمد ابی سعید اسلمی المعروف یا خطیب خوارزم صاحب کتاب المناجیح - ولادت ۱۰۹۱ھ وفات ۱۱۵۶ھ حنفی المذہب چنانچہ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب بغیۃ الوعات میں خطیب خوارزم کے متعلق لکھتے ہیں۔

”وہ علم عربی کے استادِ کامل فقیہ، فاضلِ اجل، ادیب اور شاعر تھے“

ابن النجار اپنی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں :-  
 ”خطیب خوارزم بہت بڑے فقیہ فاضلِ ادیب شاعر تھے اور محض شری ان کے شاگردوں میں سے تھے“ محمد بن محمود خوارزمی نے جامع اسانید ابی حنیفہ میں ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ الصدر الکبیر مثنیٰ الدین احمد خطیب خطباء الشرق والغرب صدر الامم القاب سے انکا ذکر شروع کرتے کے بعد لکھتے ہیں کہ خطیب خوارزم (امام) ابو حنیفہ کے بڑے مداح تھے اور حضرت امام حنیفہ کی مدح میں کہے ہوئے اشعار نقل کئے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ مولوی رشید گنگوہی صاحب کا الزام کوئی وقعت نہیں رکھتا جبکہ علامہ سیوطی جیسے حافظ و مفسر خطیب موصوف کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ زید شہید کے حامی ابو حنیفہ بھی تھے پھر گنگوہی صاحب ان کو امام کیوں مانتے ہیں؟  
 خیر آدم برسرِ مطلب کہ پتھر والی روایت سے معلوم ہوا کہ حرث بن نعمان نے بھی مولا کے معنی صاحبِ ولایت تسلیم کئے نہ کہ یارِ دست

سمجھے۔ اب مزے دار نکتہ یہ ہے کہ مختصر ضمین اصحاب رسولؐ اور حرث فہری  
توحید و رسالت کے قائل، نماز، بیڑہ صفتے والے، روزے رکھنے والے،  
زکوٰۃ دینے والے اور پھر صحابی عرب کے رہنے والے عربی زبان سے  
واقف مولاؑ کے معنی درست نہیں سمجھ رہے۔ بلکہ حاکم ادنیٰ سمجھتے  
ہیں۔ اور پھر حضورؐ بھی اُن کے فہمیدہ معنی کو رد نہیں فرما رہے بلکہ  
تصدیق کر رہے ہیں (سبار مع حلف)

نیز اصحاب مختصر ضمین کا ولایت کے مقابلے میں فرائض ایمان توحید  
و رسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، بیعت کرنا اس امر کی مکمل شہادت ہے  
کہ ولایت علیؑ اُمت پر فرض کی گئی ہے۔ جس طرح شہادت توحید و رسالت  
فرض ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ فرائض ہیں۔ اسی طرح علیؑ کو مولا ماننا  
فرض ہے۔ اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

جیسا کہ حرث فہری کو کافرین والا عذاب جو اس نے مُنہ سے مانگا  
مِل گیا۔ اور خدا نے ثابت کر دیا ہے کہ علیؑ کو مولا اس کے حکم سے رسول اللہؐ  
نے بنایا۔ اور اس کے انکار کی صورت میں وہی عذاب ہے جس کے مستحق  
کافر ہوا کرتے ہیں۔

اگر اس واقعہ حرث بن نعمان فہری سے انکار کیا جاتا ہے تو منکرین  
سے ہمارے ادنیٰ عرض ہے کہ وہ اس آیت کے معنی و تفسیر سے آگاہ  
کریں کہ وہ کون تھا جس نے عذاب کا سوال کیا اور معذیب ہوا نیز  
اس کی کیا وجہ تھی؟

محض روایت کا انکار کر دینا آسان بات ہے۔ لیکن وجہ زید بھان کر کے تردید کو پایہ ثبوت تک پہنچانا اور بات ہے۔ آخر کون کونسی چیز کا انکار ہو گا۔ دستار بندی، مبارک بادی، قصیدہ خوانی، جبریل کی تاکید، حد، حضور کی قسم، تین مرتبہ دھرائی، وغیرہ وغیرہ۔  
 المختصر پورے واقعہ کی ہر کڑی اپنے معنی خود بتا رہی ہے۔  
 لہذا علمائے کرام، اصحاب رسول، اللہ کے آخری نبی اور خود خدا نے جو معنی مراد لئے وہ اولی بالتصرف، سیر المطاع، صاحب امر کُن فیکون ہی ہیں۔

## حدیث ولایت کا بار بار ارشادِ رسولؐ

فرمایا رسولؐ خدا نے کہ ”علی میرے بعد کل مومنون و مومنات کے ولی ہیں“ اسے حدیث ولایت کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث متعدد طرق سے ثقہ رواۃ کے ذریعے سے بے شمار کتب اہلسنت میں درج ہے۔ مختلف موقعوں پر حضورؐ کا بار بار اپنے بعد تمام اہل ایمان کے حضرت علیؑ کو بحیثیت ”ولی“ متعارف فرمانا تاکید ضروری کا بین ثبوت ہے۔ اور یہ قول پیغمبرؐ امر ولایت و امامت پر نص جلی ہے۔ کیونکہ حضورؐ اکثر و بیشتر اس حکم کی تکرار فرماتے رہے۔ اور بالآخر روز غدیر مکمل استقامات کے ساتھ تاج ولایت حضرت امیرؑ کے لئے مخصوص فرما دیا۔ حدیث ولایت اپنے مدعا پر نہایت صریح، صاف و بلا واسطہ طریقہ سے دلالت



کرتی ہے۔ اور حضورؐ کے بعد حضرت علیؑ کا ولی امر بالنصر ہونے کا حتمی ثبوت ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ بعض لوگوں نے صحت حدیث سے تو انکار نہیں کیا مگر ولی سے ”دوست“ معنی لئے حالانکہ ہم نے گذشتہ اوراق میں اس غلط تاویل کی تفصیل سے بیخ کنی کر دی تاہم یہاں ایک عجیب نکتہ پیش خدمت ہے۔

تمام مسلمانوں کو خلا اور رسولؐ کی قسم دیکر انصاف کرنے کی اپیل کرتا ہوں کہ ازراہ مہربانی اتنا بتا دیں کہ اُن کا عقیدہ حضرت علیؑ کے بارے میں کیا ہے؟ کیا علیؑ اتنے ہی جھگڑا لوتھے کہ ”آپس میں رحم رکھنے“ کے تاکیدِ حکمِ خدا کے خلاف ہر مسلمان سے پھر صحابیؓ رسولؐ سے لڑتے پھرتے تھے کہ متعدد مرتبہ ....

لوگوں کو اُن کی دوستی کا یقین دلانے کی ضرورت رسولؐ کو محسوس ہوئی اور خوبی یہ کہ ایک مرتبہ بھی علیؑ سے نہیں فرمایا کہ اے برادر یہ کیا روزِ روز کی شکایتیں ملتی ہیں۔ اپنی طبیعت میں تھوڑا علم پیدا کرو۔ اور مسلمانوں سے دوستی رکھا کرو۔ چلئے اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علیؑ کے خلاف دیگر اصحاب کو غلط فہمی بحیثیت عام انسان ہو جانا ممکن تھا لہذا اجتہاداً فریقِ مخالفت سے خطا ہو جاتی تھی اور رسولؐ اس معاملہ میں حضرت امیرؑ کی صفائی بیان کر کے معاملہ رفع فرما دیتے تھے۔ مگر یہ دونوں صورتیں ناقابلِ اعتبار ہوں گے۔ کیونکہ اول تو علیؑ اہل ایمان



خلافتِ قرآن موجودگی رسولؐ میں کوئی تشدد کر سکتے ہی نہ تھے اور اگر کرتے تو کبھی تو سزائے موت ہی دیکر اصحاب کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ باریار ایسا اجتہاد کرتے۔ چلئے اکا دکا واقع ہوا۔ خیر ہے کوئی حرج نہیں۔

دوم وجہ فیصل یہ ہے کہ آخر دیگر اصحاب بھی تھے اُن میں تنذراج گم جوش و تیز طبع افراد بھی تھے۔ اور اُن کے آپس میں تنازعات بھی وقوع پذیر ہو جاتے اور حضورؐ ان میں باہمی شکر و بخی ختم فرما دیتے۔ لیکن علی علیہ السلام کے علاوہ ہمیں اور کوئی دوسرے صاحب نہیں مل پاتے کہ کبھی اُن کی بھی اس انداز میں حوصلہ افزائی کر کے صلح کروائی ہو کہ دیکھو جس کا میں دوست اُس کا یہ شخص بھی دوست آخر یہ دوستی کی سند کا استحقاق صرف علیؑ کو کیوں بار بار ملتا رہا۔ دیکھو بھی تو یارانِ با وفا تھے۔ زیادہ نہیں تو چلئے عشرہ مبشرہ ہی میں سے کسی کو کبھی یہ اعزاز بخش دیا ہوتا۔ چار یاران میں سے باقی تین حضرات میں کوئی ایک اس شرف سے نواز دئے جاتے۔ اور حضرت عمرؓ کی تو گرم طبیعت سے کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا۔ اُن ہی کو یہ نسبت عطا ہو جاتی۔ مگر ایسا کوئی واقعہ صحیحہ کتب میں موجود نہیں ہے کہ سوائے حضرت امیر علیہ السلام کے کسی دوسرے شخص کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہو کہ فلاں میرے بعد تمام اُمّت کا ولی ہے۔

اور پھر تیسری وجہ قاطع یہ کہ ”میرے بعد دوست ہے“

بہت عجیب بات جو جاتی ہے کہ میرے ہوتے ہوئے دوست نہیں بعد میں دوست ہے۔  
اس کے کیا معنی نکلے۔ پس ”من بعدی“ کی شرط نے مکمل  
طور پر ثابت کیا کہ مراد آنحضرت کی ”ولایت“ تھی نہ کہ دوستی و  
رفاقت۔

کتب اہلسنت | چنانچہ اگر ہم حضرات اہلسنت کے بے شمار محدثین  
کرام، محققین عظام، مفسرین اسلام اور مؤرخین  
کی صرف کتابوں کا نام لکھیں۔ جن میں حدیث ولایت نقل کی گئی ہے۔  
تو اس کے لئے کافی جگہ درکار ہے بس براے ثبوت چند کا حوالہ تحریر کر کے  
بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔  
ملاحظہ فرمائیے۔

- ۱۔ مسند امام احمد حنبل جز اول ص ۳۳۱، جز الرابع ص ۱۶۵ و ص ۲۳۴ م  
جز خامس ص ۳۵۸، ۳۶۱، ۳۶۲ وغیرہ۔
- ۲۔ خصائص علویہ امام نسائی ص ۲۲ مطبوعہ نیو امپیریل پریس لاہور۔
- ۳۔ مستدرک علی الصحیحین امام حاکم جز ثالث ص ۱۱۱، ۱۲۸، ۱۳۲، ۱۳۳ م
- ۴۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری ابن حجر عسقلانی الجز الثامن ص ۵۳
- ۵۔ کنز العمال ملا علی قلی الجز السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۱۱ م ص ۱۵۲  
حدیث ۲۵۵۶ ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۵۷ وغیرہ
- ۶۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر البخاری ص ۳۳، ص ۳۳۵
- ۷۔ قرۃ العینین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۲۰۵

- ۸۔ استیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابن عبدالبر <sup>منہ</sup>  
 ۹۔ میزان الاعتدال علامہ امام ذہبی ترجمہ جعفر بن سلمان جزا الاول  
 ۱۰۔ اصحاب فی تمیز الصحابہ ابن حجر ترجمہ علی الصواعق محرقہ ابن حجر  
 مکی۔ ۱۲۔ ترمذی وغیرہ وغیرہ۔

اصحاب رسولؐ اور ویان حدیث | حدیث ولایت کو مندرجہ ذیل  
 اصحاب رسولؐ نے روایت فرمایا۔

- ۱۔ حضرات علی ابن ابیطالب، امام حسن بن علی، ابوذر غفاری  
 عبداللہ بن عباس، ابوسعید بن مالک الخدری، براء بن عازب الانصاری  
 ابو لیلیٰ بن عبداللہ انصاری، عمران بن حصین، بریدہ بن حصیب الاسلمی  
 عبداللہ ابن عمر، عمرو بن العاص، وہب بن حمزہ۔

شاہ عبدالعزیز محدث کے اعتراضات اور فرما آغا  
 محمد سلطان دہلوی کے جوابات (ماخوذ از البلاغ المبین)

آنحضرتؐ نے بار بار متعدد موقعوں پر اور مختلف مقامات پر  
 اس اعلان صریح کا اعادہ فرمایا ہے۔ ولایت علیؑ کا یہ ایک ایسا صحت صریح

اعلان ہے کہ جس میں کسی شک و شبہ کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے۔ لیکن  
 مخالفین کو بھرم رکھنے کے لئے ضروری ہوا کہ کوئی نہ کوئی راہ اعتراض وضع کریں۔

چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کے مطابق اعتراضات کئے ان سب اعتراضات کو جمع کر کے مولوی نصر اللہ کابلی نے عربی زبان میں ایک کتاب ”صوافح“ نامی تحریر کی۔ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب ”تحفہ اثنا عشریہ“ میں انہی اعتراضات کو بزبان فارسی تالیف کیا تحفہ اثنا عشریہ کے دندان شکن جوابات سے یازدہ بھرا پڑا ہے۔ اور اہل علم حضرات سے اُس کتاب کی حقیقت مخفی نہیں ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب اس حدیث پر اعتراض وارد فرماتے ہیں کہ :-

”حدیث سوم۔ روایت بریدہ مرفوعاً قال ان علیاً منی وانا من علی وھو ولی کل صومن بعدی“ وایں حدیث باطل نہی کہ در اسناد ارجح واقع شد از شیعی است۔ در روایت خود و جمہور اور التضعیف کردہ اند۔ پس بحدیث اور احتجاج نتوان کرد۔ نیز ولی از الفاظ مشترکہ است کہ وقتہ اذ اوقات حضرت امیر امام مفسر صی الطاعنۃ متہم بود۔ بعد از جناب صلی اللہ علیہ وسلم

گویا تین اعتراضات ہوئے۔ (۱) حدیث ولایت روایت بریدہ ہے۔ اور اس کے اسناد میں ارجح آتا ہے جو متہم بہ تشیع ہے۔ اہل سنت و الجماعۃ اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ لہذا اُس پر احتجاج کی بنا قائم نہیں ہو سکتی۔

(۲) ”ولی“ الفاظ مشترکہ میں سے ہے جس کے کئی معنی ہیں صرف اولیٰ بتصرف کیوں مراد لی جائے ؟

(۳) بعد میں تعین مُدّت نہیں ہے۔ اہلسنت بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اپنے وقت میں (وقتِ حکومت ظاہری میں) علی مرتضیٰ امام مقرر صلاحت تھے۔

**اعتراضِ اوّل** | صاحبِ البلاغ المبین ان اعتراضات کے جوابات یوں تحریر فرماتے ہیں جس کے

مطالعہ سے شاہ صاحب کے اعتراضات کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ پہلے اعتراض کا جواب دینے سے قبل مرزا صاحب لکھتے ہیں اگر شاہ صاحب کی یہ بات دُرست مان لی جائے کہ فضائل علیؑ میں کسی شیعہ خیالِ راوی کا قول معتبر نہیں ہے تو پھر کسی سُنی خیالِ راوی کی فضائلِ اصحابِ ثلاثہ میں کسی روایت کے صحیح ہونے کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

پس اگر اس اصول کو مان لیا جائے تو پھر جتنے فضائل حضراتِ شیخین کے بیان کئے جاتے ہیں۔ سب کے سب ضعیف قرار پائیں گے پس یہ اصول قطعی بے بنیاد ہے۔ (پھر یہ کہ حضرت علیؑ مشترکہ بزرگ ہیں لہذا میرے خیال میں اُن کے بارے میں یہ اصول بالکل ہی ناقابلِ قبول ہوگا)

آغا صاحب بیان فرماتے ہیں کہ راوی صرف بریدہ الاسلامی نہیں ہیں بلکہ دیگر اصحاب بھی ہیں۔ اور مختلف علما نے مختلف اصحاب سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ اور اس کی پوری تفصیل البلاغ المبین میں درج کی ہے۔ اب شاہ صاحب کی دیانتداری کا اچھا تجربہ ہو گیا۔ آپ نے فقط یہ کہہ کر کہ یہ حدیث محض بریدہ سے مرفوعاً نقل ہے لوگوں کو

مخالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ اور غضب یہ ڈھایا کہ خوران کے والد گرامی قدر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی تصنیفات قرۃ العین اور ازالۃ الخفا میں اس حدیث ولایت کو عمران بن حصیب اور عبد اللہ بن عباس سے نقل کیا ہے اور انتہائی مزے کی یہ بات ہے کہ ان کی اسناد میں اجلع کا نام ہی نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر شاہ صاحب کی بیٹ دھرمی اور کوتاہ فطری کا اور کیا ثبوت ہو کہ شاہ صاحب نے اپنے والد محترم ہی کی کتب کا مطالعہ فرماتے کی تکلیف گوارہ نہ کی۔ اور پھر جب دیکھتے ہیں کہ کئی روایتوں کے اسناد میں اجلع موجود نہیں ہے تو اس اعتراض کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ مرزا صاحب مرحوم نے اس کے بعد اجلع کنڈی کے بارے میں علمائے اہلسنت کے خیالات رقم کئے اور ثابت کیا ہے کہ وہ کیسا شیعہ تھا اور اس کے عقائد کیا تھے اور ترمذی ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ جیسے لوگوں نے اس سے روایات لی ہیں۔

**اعتراض دوم** | دوسرا اعتراض میں "ولی" کے معنی پر بحث ہے جو تفصیلاً ہم گذشتہ اوراق میں کر چکے

ہیں۔ اب میں تو شاہ صاحب ہی کی طرح کہتا ہوں کہ جب "ولی" کے معنی حاکم آپ بھی تسلیم کرتے ہیں تو پھر آپ دوست معنی آخر کیوں لیتے ہیں جبکہ قرآن و موقع و محل ان معنی کو برداشت نہیں کرتے۔ اور آغا صاحب جواب دیتے ہیں کہ خاص موقع بھی تو ملاحظہ کیجئے کہ حضرت علی سردار فوج ہیں۔ شکری ان کی شکایت کرتے ہیں حضورؐ غصہ ہو کر فرماتے ہیں کہ تم ایک وقت اور ایک موقع کی سرداری پر کیا اعتراض

کرتے ہو علی تو میرے بعد تم سب پر حاکم دوالی ہے۔

اعتراف سوم

”من بعدی“ صریحاً بعد متصل کا اظہار کر رہا ہے۔ آنحضرتؐ تو فرماتے ہیں کہ علیؑ

میرے بعد ولی یعنی حاکم صاحب امر ہوگا۔ لیکن ”صاحب“ کہتے ہیں کہ نہیں پچیس سال سے بھی زیادہ کا عرصہ منقضی ہونے کے بعد حضرت علیؑ حاکم ہوں گے۔ یہ طریقہ عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی۔

پس ثابت ہوا کہ شاہ صاحب کے اعترافات کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ خود ان کے والد نے حدیث ولایت کو درست تسلیم کر کے نقل فرمایا۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مرتبہ بہر حال اپنے فرزند شاہ عبدالعزیز سے بلند ہے اس لئے باپ کے فیصلے کو بیٹے کا عدم واقفیت کی بنا پر بدل ڈالنا درست قرار نہیں پاسکتا۔

لہذا اب تک کی ساری بحث کی تلخیص یہ ہوئی کہ بعد از رسولؐ حضرت علیؑ کو ”ولی اللہ“ تسلیم نہ کرنا صریحاً مخالفت حکم رسولؐ ہے۔ اور حضورؐ کی حکم عدم ولی خدا کی نافرمانی ہے۔ اور اس حکم کا انکار کر دینا کفر ہے۔ اس لئے ایمان اتباع کے لئے ولایت علیؑ پر ایمان استدھوری ہو گیا۔ اور اہمیت ولایت مع اہتمامات خدا و رسولؐ ہم نے گزشتہ اوراق میں تفصیل سے بیان کر دیے۔ فرمان خدا و رسولؐ سے حضرت علیؑ علیہ السلام کو ”ولی اللہ“ ماننے کے اسباب مع فوائد و روایات تحریر کر دیئے۔ اور یہ بھی تحریر کر دیا کہ تمام اہلسنت حضرات کا عقیدہ متفقہ ہے

کہ حضرت علیؑ بلا شک و شبہ ”ولی“ ہیں اور ان کی مخالفت صرف وہ نواہی ہی کرتے ہیں جن کے قدم صحیح راستے سے ڈل گئے ہیں اور ان کی منزل اسلام کی بجائے فلسطین حتیٰ یا عباسی کے نظریات ہیں۔ مسلمانوں کے دو بڑے گمراہ ہیں سنی و شیعہ۔ دونوں ولایت کے قائل ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اولیٰ ذکر دل و نیت سے حضرت علیؑ کو سرچشمہ ولایت مانتے ہیں۔ لیکن شیعہ دل سے بھی مانتے ہیں۔ اور زبان سے بھی۔ ”علیؑ ولی اللہ“ کا اقرار کرتے ہیں۔ کبھی کسی سنی المذہب شخص نے یہ اعتراض نہیں کیا ہے۔ ”علی اللہ کے ولی ہیں“ غلط کلمہ ہے۔ یہ بدعت ہے۔

## ”علیؑ ولی اللہ“ کا اقرار اتباعِ رسولؐ ہے

علمائے جماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کسی بات کو بدعت اسی وقت کہا جاسکتا ہے جبکہ وہ بات قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو۔ لیکن آج تک اطاعتِ خدا یا اتباعِ رسولؐ خدا کو کسی شخص نے بدعت نہیں کہا ہے۔ بلکہ ایسا خیال ضلالتِ کبیر سمجھا جائے گا۔ تمام اہلسنت والجماعت کے علماء کرام کو دعوتِ عام دی جاتی ہے کوئی بھی صاحب۔ یہ فتویٰ صادر کرے کہ ”علیؑ ولی اللہ“ کا اقرار کرنا بدعت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ناصبی کے علاوہ ایسی جرات کرنے پر کوئی تیار نہ ہو گا کیوں کہ وہ سب جانتے ہیں کہ اس صورت میں ہمیں تمام اصحابِ رسولؐ ازواجِ پیغمبرؐ البیتؑ



رسولؐ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے کرام وغیرہم کی تکذیب کرنا پڑیگی۔ کیوں کہ ان سب مستیوں نے حضرت علیؑ کو ”ولی“ تسلیم کیا ہے۔ لہذا ایسے مسلمہ عقیدہ کو بدعت سمجھنا براہِ راست ان کی شان میں گستاخی کے مترادف ہوگا۔ پس اقرار علیؑ ولی اللہ ”بدعت نہیں سنت ہے بلکہ از روئے قرآن و احادیث فرض و واجب ہے۔“

حالانکہ مذہبِ جمہور اہل سنتہ والجماعتہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز قرآن و حدیث میں نہیں بلکہ اچھی ہے تو اس کے جاری کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ثواب ہے اور اس بدعت کو ”بدعت حسنة“ کے نام سے تخریہ کیا جاتا ہے کہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ۔

”جس نے جاری کیا اسلام میں طریقہ نیک پھر اس کے بعد اس طریقہ حَقنہ پر عمل کیا گیا تو اس شخص کے واسطے اس قدر اجر و ثواب لکھا جائے گا جس قدر اس پر عمل کرنے والوں کو اس کے بعد ہوگا اور اُن لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔“

چنانچہ اسی لئے حضرات اہلسنت نے خطبہ جمعہ میں حضرت علیؑ اور دیگر حضرات کے نام بعد از رسولؐ بلا اجازت قرآن و حدیث شامل کیے تاکہ ان کے اکابرین کا تذکرہ زندہ رہے حالانکہ زمانہ رسولؐ میں ایسا نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی حضورؐ نے ایسا کوئی حکم امت کو جاری فرمایا تھا۔ اسی طرح تراویح، اذان میں الصلوٰۃ خلو من النوم کا اضافہ وتر میں دُعاے قنوت، چاند مصیٰ در حرم کعبہ وغیرہ وغیرہ سب بعد میں ہوئے

جبکہ زمانہ رسولؐ میں ایسا نہ ہوتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ بدعاتِ حسنہ کی فہرست میں تھے لہذا لوگوں نے بلا حیل و حجت عمل کیا اور کرتے ہیں۔ درود شریف ہی کی مثال لے لیجئے کہ نماز میں صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھا جاتا ہے لیکن خطبات کے موقع پر اصحاب و ازواج وغیرہم کو بھی بڑھا لیا جاتا ہے۔ لیکن اس کو کوئی بھی اضافہ نہیں سمجھتا ہے۔ اسی طرح کئی اور مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

اگر بالفرض محال کلمہ ”علی ولی اللہ“ نئی چیز ہو (معاذ اللہ) تو بھی مسلم شریف والی روایت کے مطابق بدعت سیئہ قرار نہیں پاسکتا کیوں کہ ہر عبادت طریقہ نیک ہے اور حضورؐ کی حدیث جناب ام المومنین عائشہؓ سے مروی ہے کہ ”علی کا ذکر عبادت ہے“ پس اس عبادت کو جاری کرنے والا شخص اور اس پر عمل کرنے والے لوگ حدیثِ صحیحہ مسلم کے مطابق مستحقینِ ثوابِ عظیم ہیں۔

حکم رسولؐ کے مطابق و کلامیۃ علیؑ کا دور بعد از رسولؐ شروع ہوتا ہے اس لئے توحید و رسالت کے ساتھ ذکر و ولایت فرمانبرداری رسولؐ ہے نہ کہ بدعت یا عروجِ فعل ہے۔ اور آپ کے ذہن میں یہ چیز ضرور ہوگی کہ حضرت علیؑ کی ولایت سے ناخوش لوگوں نے سب سے پہلے شہادت یعنی توحید و رسالت کی گواہی کا احسان جنایا تھا۔ جو اس امر کی قوی دلیل ہے کہ و کلامیۃ توحید و رسالت کے برابر درجہ پاتی ہے۔ جو ان اشخاص کو ناگوار ہوا کہ بعد از رسولؐ اس تیسری شہادت کا

بھی بوجھا اٹھائیں۔ چنانچہ پوچھ لیا کہ حضورؐ اپنی منشاء سے یہ حکم دے رہے ہیں یا خدا کی مرضی سے تو حضورؐ نے اس امر کو قسمیہ اللہ کے ساتھ منسوب فرمایا۔ شہادت کے بعد جو امور معترض نے پیش کئے فرض و واجبات میں سے تھے یہ بھی اس امر کی مضبوط دلیل ہے۔ کہ ولایت تمام دعویدار ان ایمان پر فرض و واجب ہے۔ لہذا حضورؐ کے وصال کے بعد ولایت پر ایمان و اقرار بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح توحید و رسالت پر ہے۔ اسی لئے سنی بھائی ولایت سے نہ تو انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے اقرار کو بُرا سمجھتے ہیں۔ لیکن نواصب چونکہ سائے اسلامی لٹریچر ہی کو ”خرافات“ کہتے ہیں اس لئے ان کے ہاں ولیوں و مرشدوں پیروں، فقیروں، عالموں محدثوں اور مفسروں کا کوئی مقام نہیں ہے۔ البتہ مستشرقین ان کے آقا و مولا و بزرگ و ولی ہیں جن کو وہ محسنین اسلام مانتے ہیں۔

## تحریف و اضافہ در کلمہ طیبہ

ملت امامیہ اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ کلمہ ”علی ولی اللہ“ شرط ایمان ہے شرط اسلام نہیں کیونکہ اگر کوئی کافر ”لا ایلہ الا اللہ محمدؐ“ کا اقرار کر لے تو وہ مسلمان ہے لیکن اتنا کلمہ پڑھنے سے وہ شخص دائرہ اسلام میں تو داخل سمجھا جائے گا لیکن اس کا یہ اقرار ثبوت ایمان نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ :-

”اے رسولؐ جب تمہارے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپؐ یقیناً خدا کے رسولؐ ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ آپؐ یقیناً اس کے رسولؐ ہیں۔ مگر اللہ ظاہر کئے دیتا ہے یہ منافقین ضرور جھوٹے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے (غلط) ایمان کو سپر بنا رکھا ہے اور اس کی آڑ میں لوگوں کو سبیل اللہ سے روکتے ہیں۔ اور بلاشبہ یہ لوگ جو کام کرتے ہیں بُرے ہیں۔“ (المنافقون)

پس ضروری ہے مسلمانوں میں داخل ہو کر اپنے آپ کو متہم نفاق سمجھا جانے سے قبل حفظ مالِ تقدّم و احتیاط لازم کے تحت کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جماعت مومنین اس کلمہ گو کو فوراً سمجھ لے کہ یہ منافق نہیں بلکہ اس کا ایمان کامل ہے۔ کیونکہ بصورت دیگر یہ احتمال قائم رہے گا کہ معاشرہ مومنین کہیں اس پر اشتباہِ نفاق نہ قائم کر لے۔ اور اس کا اسلام کہیں لوگوں کی نگاہوں میں مشکوک نہ ہو۔ عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اصولِ اسلامیہ میں کوئی ایسی اصل ضرور ہو جو اس مسئلے کو حل کرتی ہو۔ چنانچہ شارع اسلام علیہ صلوٰۃ والسلام سے رجوع کرتے ہیں کہ اے احمد مجتبیٰ! نجات دہندہ عالمین اس گتھی کو سلجھا دیجیے کہ ایک شخص جس نے اپنا آبائی مذہب ترک کیا آپ کا کلمہ پڑھا رشتے ناطے، دینی و معاشرت ترک کر دئے لیکن اس کے باوجود اس کا ایمان مستحکم ہے۔ اس حوصلہ شکنی کا تذکرہ فرمائیے۔ تو بارگاہِ رسالت مآب سے یہ جواب ملا کہ۔

”ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت علیؑ سے فرماتے تھے کہ تجھے نہیں محبوب رکھیگا مگر مومن اور نہیں عداوت رکھیگا مگر منافق۔

(نسائی بحوالہ ارجح المطالب ص ۶۳)

”زہد بن حبش سے روایت ہے کہ فرمایا علیؑ نے کہ قسم ہے اس ذات کی جو داناہ کو شگافتہ کر کے درخت پیدا کرتا ہے اور آدمی کو ظاہر کرتا ہے۔ محبہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد کیا ہے کہ مجھے نہیں دوست رکھیگا مگر مومن اور مجھ سے نہیں بغض رکھیگا۔ مگر منافق۔“

(آخر جہاد احمد مسلم، نسائی اور ترمذی نے اسے حسن صحیح مانا ہے) چنانچہ حضورؐ نے تہمت منافقت سے محفوظ رہنے کا یہ طریقہ بتایا کہ محبت و دوستی رکھی جائے۔ سرکار ولایت مآب علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے چنانچہ کتب الملتقط میں موجود ہے زمانہ رسولؐ اور زمانہ اصحاب میں مومن و منافق کی کسوٹی و لائے امیر المؤمنین تھی۔ امام احمد حنبل مناقب میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان تحریر کرتے ہیں۔

”ہم منافقوں کی شناخت علی علیہ السلام کے ساتھ ان کے بغض رکھنے کے سوا نہیں کر سکتے تھے“ (معلوم ہوا کہ منافق کی پہچان کرنے کا افضل ترین طریقہ یہی ہے)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم انصار لوگ منافقوں کو بہ سبب اُن سے بغض کے جناب امیر کے ساتھ شناخت کیا کرتے تھے  
(اخر مجہ ترمذی)

”عم رسول حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا انہوں نے جناب امیر کے حق میں کسی شخص کو بُرا کہتے ہوئے سُن پایا تھا۔ وہ اُس شخص سے کہہ رہے تھے کہ میرا گمان ہے تو منافقوں میں ہے۔“  
(اخر مجہ الخوارزمی)

”بحر علوم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں جب منافقوں کی پہچان کرنا ہوتی تو ہم ذکر علیؑ کرتے اگر سامع کا چہرہ ہشاش ہوتا تو ہم سمجھ لیتے کہ یہ مومن ہے اور اگر ناگوار دنا پسندیدگی کے آثار نمایاں ہوتے تو فوراً جان جاتے کہ یہ منافق ہے۔“  
(احمد و خوارزمی وغیرہ)

پس ہدایت رسول کریم و عمل اصحاب رسولؐ سے ثابت ہوا کہ ”ولا یؤی علی“ ہی ایک ایسی معیاری کسوٹی ہے کہ جو مومن و منافق میں تمیز پیدا کرتی ہے۔ اس لئے جُہدِ لفاق کی نوبت آنے سے پہلے ہی ”علی ولی اللہ“ کا اقرار کر لینا ایمان کامل کی دلیل جمیل ہے۔ اسی لئے ہم شیعانِ حیدر کہارِ کلمہ طیبہ میں ذکرِ ولایتِ علیؑ کر کے - شرک، کفر اور لفاقِ تینوں سے یزادی اختیار کرنے کا اعلان عام کرتے ہیں - جبکہ ہمارے

دوسرے بھائی ولایت کا اعلان عام نہیں کرتے لیکن دل سے مانتے ہیں۔  
 ہو سکتا ہے اُن کا نظریہ یہ ہو کہ کیوں کہ نفاق پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے  
 ایمان ولایت بھی پوشیدہ ہی رہے تو کیا حرج ہے۔ بہر حال کوئی  
 سُنی بھائی بھی حضرت علیؑ کو "ولی" ماننا معیوب نہیں سمجھتا اور نہ ہی  
 اس کا اقرار ناپسند کرتا ہے۔

شیعوں کا یہ ایمان ہے کہ توحید و رسالت اور اقرار ولایت علیؑ کے  
 بعد اُن کا ایمان مکمل ہے اور اب کلمہ پڑھ لینے کے بعد کسی کلمہ گو کو ہمارے  
 نزدیک اس وقت تک حد کفر نہیں لگائی جاسکتی جب تک ان تینوں  
 عقائد کی مخالفت ثابت نہ ہو۔ یعنی شیعوں والا کلمہ ایک کلمہ گو کو اسکا پورا  
 دینی تحفظ دیتا ہے۔ لیکن اہلسنت بھائیوں کے مطابق کلمہ پڑھنے  
 بلکہ دیگر اركان اسلام بجالانے کے باوجود بھی دعویٰ دار اسلام دائرہ  
 اسلام سے خارج ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ یہی واقعہ احمدیوں و مرزاہیوں  
 سے ہوا ہے۔ کہ اُن کلمہ نماز روزہ وغیرہ سب کے سب اہلسنت ہی کے  
 طرز پر ہی لیکن چونکہ "منافقت" ہے اور اس کا دفاع "ولایت  
 سے نہیں ہوا۔ لہذا کافر قرار دے گئے۔ پس معلوم ہوا کہ صرف اہلسنت  
 کی طرز پر کلمہ پڑھ لینا ایمان کی دلیل نہیں ہے بلکہ باوجود اقرار کلمہ کے  
 دائرہ اسلام سے خارج ہونا ممکن ہے۔ جبکہ شیعوں والے کلمہ میں مکمل  
 تحفظ موجود ہے۔

# وہابی مقدمے کا فیصلہ عدالتِ محمدیہ میں اہلِ حدیث علامہ نواب صدیق حسن کی زبانی

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بعدالت عالیہ (ہائی کورٹ)، لاہور پیر ابراہیم محمد صدر تنظیم آئمہ لاہور اور مولوی محمد شفیع جوش مہتمم مرکز اشاعت (سائلان) نے حکومت پاکستان بوساطت سیکریٹری تعلیم اسلام آباد (مسئول الیہ) کے نام رٹ درخواست نمبر ۷۶-۵۹ اسکالہ داخل کی ہے جس کا نفس مضمون یوں ہے۔

رٹ درخواست برائے قرار دے جانے کہ اصل اور حقیقی کلمہ اسلام  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ ط

اور مسئلہ الیہ کا اقدام جس کے ذریعے اس نے ملک کے اندر نہم و دہم جماعت کے طالب علموں کے لئے ایک مختلف کلمہ تجویز اور شائع کیا ہے کوئی قانونی جواز اور قانونی حیثیت نہیں رکھتا۔

مودبانہ گزارش ہے۔

۱۔ یہ کہ پاکستان مسلمانان برصغیر کی ان مساعی کے نتیجے میں معرض وجود میں آیا جو انہوں نے ایک اسلامی نظام قائم کرنے اور اسلامی حکام کے مطابق ایک حکومت قائم کرنے کے لئے کیں۔

۲۔ یہ کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲ میں اس بات کا اعلان کیا گیا ہے



کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ اور آرٹیکل ۱۱ میں سے جمہوریہ پاکستان کا نام دیا گیا ہے۔

۳۔ یہ کہ پیغمبر اسلام کی احادیث کے مطابق اسلام کے پانچ ستون ہیں۔ جنہیں ارکان اسلام کہا جاتا ہے۔  
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

(عربی) اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں۔ اول شہادت دینا اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ دوم نماز قائم کرنا۔ سوم زکوٰۃ ادا کرنا۔ چہارم حج کرنا۔ پنجم رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح بخاری جلد ۱)

پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور مستند حدیث کے مطابق جو صحیح مسلم کی جلد اول میں زیر عنوان کتاب الایمان درج ہے۔ اپنی پانچ چیزوں کو اسلام قرار دیا گیا ہے اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔  
(عربی) اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو۔ ماہ رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر طاقت ہو۔

۴۔ یہ کہ مذکورہ بالا حوالہ جات سے بالکل واضح ہے کہ ایک غیر مسلم کو اسلام میں داخل ہونے کے لئے سب سے اول بات کلمہ کا اعلانیہ اقرار ہے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔

خواہ وہ مذکورہ بالا دیگر چار سٹ رائٹ پوری کرتا ہوں۔ اس لئے یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ کلمے کو اس کے الفاظ اور معانی کے ساتھ تحفظ دیا جائے۔ اور کلمے کے الفاظ میں کسی قسم کی تبدیلی یا اضافے کی نہ تو اجازت دی جائے اور نہ ہی ایسا کوئی اقدام برداشت کیا جائے۔“ چونکہ یہ رٹ سائلان نے عدالت عالیہ میں داخل فرمائی ہے۔ اس لئے زیر غور عدالت امر پر کسی قسم کی تبصرہ نگاری قانونی نکتہ نگاہ سے ٹھیک قرار نہیں پاتی۔ دوم یہ کہ مسئول الیہ حکومت پاکستان ہے۔ لہذا جواب دعویٰ تیار کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اس رٹ کی ملکی قانون میں کیا حیثیت ہے اس کی جانچ پڑتال کرنا متعلقہ ماہرین قانون کا کام۔ لیکن چونکہ اس کا تعلق دینی معاملہ سے ہے اس لئے یہ امر مانع نہیں ہے کہ اس میں دینی سطح پر اظہار خیال کیا جائے۔ جہاں تک سائلان کی پہلی دو شکستوں کا تعلق ہے اس میں کسی مسلمان کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن تیسری شک کا جواب ہم اپنی طرف سے تحریر کرنے سے قبل بالکل اسی نوعیت کا مقدمہ جو بارگاہِ نبویؐ میں پیش ہوا۔ اس کا حال ایک مشہور علامہ اہل حدیث کی زبانی سناتے ہیں۔ واضح رہے۔ کہ اس مقدمہ میں بھی مسئول الیہ حکومت تھی۔ اور سائل اصحاب رسولؐ، دعویٰ کا نفسِ مضمون بھی یہی تھا۔

نوٹ :- اگر احادیث کے مطابق صرف پانچ ہی بنیادیں کافی ہیں تو پھر اس اس قرآن کا کیا حشر ہوگا۔

چنانچہ علامہ البدریث نواب صدیق حسن خان بھوپالی قزوچی اپنی تفسیر فتح البیان جلد ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں۔

”حدیث ”من کنت مولاہ“ جب تمام اطراف اور چھوٹے بڑے شہروں میں پہنچ گئی تو حرث بن نعمان فہری (صحابی رسولؐ) خدمت رسولؐ میں حاضر ہوا۔ اپنی اونٹنی کو بٹھا کر آیا اور حضورؐ سے کہنے لگا (بارگاہ رسالتؐ میں رٹ داخل کی) ”یا محمدؐ آپ نے ہمیں کلمہ کے شہادت ملنے دینے کا حکم دیا۔ ہم نے مان لیا۔ پھر آپؐ نے نماز پنجگانہ کا حکم دیا۔ ہم نے مان لیا۔ پھر آپؐ نے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا وہ بھی ہم نے قبول کر لیا۔ پھر آپؐ حج اور اپنے اموال کی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا وہ بھی ہم نے قبول کر لیا۔ پھر اس پر بھی آپؐ راضی نہ ہوئے حتیٰ کہ آپؐ نے اپنے (علیؑ) کے بازو کو بلند کر کے اس (علیؑ) کو تمام انسانوں پر فضیلت دی۔ اور آپؐ نے کہہ دیا ”جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (بھی) مولا“ یہ حکم آپؐ کی جانب سے ہے یا اللہ کی جانب سے“

حرث کی یہ گفتگو سن کر رسولؐ اللہ کی آنکھیں غضب سے مریخ ہو گئیں۔ اور حضورؐ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ حکم اللہ کی جانب سے ہے میری طرف سے نہیں۔ حضورؐ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔“

جس طرح سائلان رٹ ۷۶-۱۵۹ نے اپنی تیسری شق میں اسلام کے ہستون یعنی ارکان اسلام ظاہر رکھے ہیں۔ اسی طرح صحابی حارث فہری

نے بھی وہی پانچ ستون بیان کیے اور چھٹا ستون ”ولایت علی“  
 جس طرح ساکنان موصوفہ نے نظر انداز کیا ہے اسی طرح فہری نے  
 اُس کو گراں سمجھ کر رسول اللہؐ سے ثبوت طلب کیا ہے۔ اور حضورؐ نے  
 تین دفعہ قسم کھا کر ”ولایت علیؑ کی شہادت دی۔ اگر فہری ولایت  
 علیؑ کو ستون اسلام نہ سمجھتا تو ہرگز حضورؐ سے اس طرح گستاخانہ  
 گفتگو نہ کرتا اور اگر حضورؐ ولایت کو اصل دین نہ سمجھتے تو بالکل تین  
 دفعہ قسم اٹھا کر اس کی گواہی نہ دیتے۔

پس عدالت جناب رسولؐ کے اس فیصلے کے بعد جو اہلحدیث  
 علامہ نواب صدیق حسن صاحب نے نقل کیا کسی عدالت کو یہ اختیار  
 حاصل نہیں ہے کہ رسولؐ کے فیصلے کو تبدیل کرے۔ اسلامی ریاست  
 میں اس کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔

## ایمان ولایت تکمیل دین ہے

### محمد رسول اللہ کا فیصلہ اللہ کی توثیق

آخری دین کے آخری رسولؐ کی آخری کتاب کا آخری حکم ”ولایت“ ہے جب تک  
 اعلان ولایت عام نہ ہوا اور تقرری بمطابق رسم و رواج و ترک حشمت نہ  
 کر دی گئی دین تکمیل نہ ہو سکی۔ پس جس طرح آخری دین، آخری رسولؐ  
 آخری کتاب اہمیت رکھتے ہیں اسی طرح آخری حکم ولایت اہم و ضروری

صحیحین سے پانچ ارکانِ اسلام بیان کر دینا صرف "اسلام" ثابت کرتا ہے۔  
 "ایمان کامل نہیں، پس تکمیل ایمان کے لئے اقرارِ ولایت لازمی ہے۔  
 چنانچہ علمائے اہل سنت و الجماعت کی جماعتِ کثیر نے تسلیم کیا ہے جب روز  
 غدیر حضرت رسول خدا نے ولایت علی ابن طالب کا اعلان فرمادیا  
 تو بارگاہِ خداوندی سے تکمیلِ دین کی سند نازل ہوئی اور اللہ نے اپنے سچے  
 رسولؐ کے سچے فیصلے کی توثیق فرمادی۔ اس کے بعد دین میں کوئی  
 حکم نازل نہ ہوا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت  
 ہے کہ :- "روزِ غدیر جب حضورؐ حدیثِ غدیر بیان فرما چکے تو لوگ  
 ابھی متفرق نہیں ہوئے تھے کہ یہ آئت (الیوم اکملت لکم دینکم و  
 اتممت علیکم نعمتی الخ یعنی آج کے دن ہم نے تمہارا دین کامل  
 کر دیا اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند فرمایا)  
 نازل ہوئی۔ پس حضورؐ نے فرمایا اللہ اکبر دین کے کامل ہو جانے  
 اور نعمت کے پورا ہونے اور میری رسالت اور علیؑ کی ولایت پر خدا کے  
 راضی ہونے پر" (اخر مجہد حافظ النعمیم، ابوبکر بن مردیہ عن ابوبکر  
 علامہ جلال الدین سیوطی فی الدر المنثور دلیلی وغیرہ وغیرہ)  
 پس ثابت ہو گیا کہ ولایت برحق ہے۔ اور تکمیل ایمان کے لئے  
 اسی طرح ضروری ہے جس طرح کہ توحید و رسالت۔ لہذا علمائے اہلسنت  
 والہدایت ہی کی زبان سے ہم نے حکمِ خدا رسولؐ کا اعتراف یہی ناظرین  
 کر کے ثابت کیا کہ ولایت علیؑ اسلام کا ستون ہے اور اس کا انکار

خدا رسولؐ اصحاب رسولؐ اور علمائے متقدمین کی تکذیب کرتا ہے۔  
اس لئے اسلام کے صرف مبینہ پانچ ارکان ہی کافی سمجھنا قرآن مجید  
سے ثابت نہیں ہے۔ پس اگر احادیث خلاف قرآن ہوں تو قابل  
جرح ہو جاتی ہیں۔

اگر کہا جائے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیحین ہیں لہذا دوسری  
کتب ان سے نیچے درجہ پر ہیں تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ قرآن ان کے  
اد پر ہے اس لئے کوئی ایسی حدیث جو خلاف قرآن ہو تسلیم نہیں کی جاسکتی  
ہے۔ پھر ہم شیعہ مسلمان ان کتب کو معتبر نہیں سمجھتے کیونکہ ان ہی کی بدولت  
آئے دن ”رنگیلا رسول“ جیسی رسوائے زمانہ کتابیں دشمنان اسلام شائع  
کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض احادیث صحیح بھی ہیں۔

علاقہ شق میں سب سے پہلا دینی سقم یہ ہے کہ منقولہ روایات میں  
قطعا یہ بات واضح نہیں ہے کہ ”ایک غیر مسلم کو اسلام میں داخل ہونے  
کے لئے سب سے اول بات کلمہ کا اعلانیہ اقرار ہے“ گو کہ یہ درست ہے  
کہ کوئی شخص کلمہ کا اقرار کئے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا لیکن جہاں تک  
روایات محولہ بالا کا تعلق ہے ان میں یہ بات قطعی موجود نہیں۔

(۱) اولاً یہ کہ رٹ درخواست کے مرنامہ پر جو اصل اور حقیقی کلمہ اسلام

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللَّهُ

جلی لکھا گیا ہے۔ دونوں روایات میں یہ کلمہ موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص  
اد پر نقل کردہ کلمہ ان دونوں روایات میں بغیر کسی تبدیلی کے بعینہً نسخہ

ثابت کر دے تو ہم اس مقدمہ پر قانونی مصارت کا ذمہ اپنی گردہ سے ادا کر سیں گے۔ جب EVIDENCE بمطابق بیٹھا نہیں تو مؤقف کے حقیقت کیارہ جاتی ہے؟ پس از خود کلمہ کو بعینہ نہ نقل کر کے عدالت سے یہ استدعا کرنا کہ ”کلمے کو اس کے الفاظ اور معانی کے ساتھ تحفظ دیا جائے اور کلمے کے الفاظ میں کسی قسم کی تبدیلی یا اضافے کی نہ تو اجازت دی جائے اور نہ ہی ایسا کوئی اقدام برداشت کیا جائے“ کتنی جاہلانہ بات ہے۔

(۲) دوم یہ کہ دونوں روایات میں اعلانیہ اقرار کا ذکر نہیں ہے بلکہ شہادت دگوا ہی کا ذکر ہے جس کے لئے کلمہ شہادت (جسے دوسرا کلمہ کہا جاتا ہے) الگ سے موجود ہے۔ پس منقولہ روایات اس لحاظ سے کلمہ شہادت کے اثبات میں پیش کی ہوئیں تو بھی بات محقول تھی لیکن پہلے کلمہ کے لئے ان سے لفظی تحفظ کا استدلال درست نہیں ہے۔ واضح ہو کہ اضافہ یا تبدیلی خواہ معمولی ہو یا غیر معمولی بہر حال بقول آپ کے قابل اجازت و برداشت نہیں۔ اسی طرح جو روایات کتب شیعہ سے عنا میں نقل ہیں ان میں بھی کسی جگہ کلمہ کے وہ الفاظ بعینہ موجود نہیں ہیں جو زیر بحث ہیں۔

پس رٹ کی تیسری چوتھی اور دسویں شق آپس میں ٹکرا کر موقف کو انتہائی کمزور کر دیتی ہیں۔

۵۔ ہمارا کوئی تبصرہ نہیں حکومت جواب دے گی۔

۶۔ ہمیں اس پر اظہار خیال کرنا ضروری نہیں ہے۔  
 ۷۔ حکومت جواب دے گی۔

۸۔ یہ کہ ”رہنمائے اساتذہ“ نامی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر کلمہ کا ایک باب ہے۔ جس کے پہلے پر اگلافت میں مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں۔  
 کلمہ :- اسلام کے اقرار اور ایمان کے عہد کا نام ہے۔ کلمہ پڑھنے سے کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ کلمہ میں توحید و رسالت ماننے کا اقرار اور امامت کے عقیدے کا اظہار ہے۔ ان عقیدوں کے مطابق عمل کرنے سے مسلمان مومن بنتا ہے۔ کلمے کے تین حصے ہیں۔ اسی باب میں صفحہ ۳۷ پر کلمہ کا متن مندرجہ ذیل الفاظ میں درج ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلَىٰ وَلِيٍّ اللَّهُ وَصِيُّ رَسُولِ اللَّهِ وَخَلِيفَةُ بِلَا فُصْلٍ۔

۹۔ یہ کہ ”رہنمائے اساتذہ“ مندرجہ مذکورہ بالا باب سے یہ بالکل واضح ہے کہ وہ شخص جو اس باب میں دئے (لکھے) گئے کلمہ کا اعلانیہ اقرار و تصدیق نہیں کرتا۔ مسلمان نہیں بن سکتا۔ اس کی روزانہ رسائے لیکر قیامت تک کے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد غیر مسلم اور کافر قرار پاتی ہے۔  
**تبصرہ ۷۵** جبکہ مذہب سنیہ اور شیعہ دونوں کی دینیات مجہد ہے۔ ہر کوئی اپنے مسلک کے مطابق پڑھتا ہے تو شیعہ عقائد کے مطابق کتاب مذکورہ میں درج شدہ کلمہ صحیح ہے۔ اور اس پر کسی بھی شیعہ کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور چونکہ اس بات سے سنیوں



کا تعلق ہی نہیں ہے پھر ایک غیر متعلقہ بات میں بلاغ و زور و دلچسپی کا اظہار بے معنی بلکہ فضول ہے۔ ہاں اگر ان کی دینیات سے متعلقہ یہ کچھ ہوتا تو بات اور سچی اور وہ رٹ داخل کرنے میں حق بجانب ہوتے۔

**تبصرہ ۹ :-** | یہ الفاظ ”وہ شخص جو اس باب میں دے (لکھے) گئے کلمہ کا اعلانیہ اقرار اور تصدیق نہیں کرتا مسلمان نہیں بن سکتا“ خود ساختہ ہیں۔

۱۔ میں یا کتاب مذکورہ میں یہ عبارت ہمیں دکھائی نہیں دی ہے۔  
 ۲۔ اصل سانکھان نے یہ تحریف معنوی و لفظی کر کے انتہائی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ اور اس عبارت موضوعہ کے پیچھے بہت گھناؤنی و خطرناک سازش ہے کہ مسلمانوں کے دو بھائیوں کے درمیان نفرت پید کی جائے۔ ۳۔ اس کی عبارت ہم نے پیچھے نقل کی حالانکہ وہاں ایسے الفاظ و مفہوم بالکل موجود نہیں۔ البتہ یہ تحریر ہے۔

”ان عقیدوں کے مطابق عمل کرنے سے مسلمان مومن بنتا ہے“  
 اور مذہب امامیہ شیخہ میں امامت و ولایت کا عقیدہ ایمان کا عہد ہے۔ اس پر ہم نے طویل بحث گذشتہ اوقات میں پہلے ہی کر دی ہے۔ پس شق ۷ اور ۸ ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور ۷ میں حکومت پر کفر گری کا بے بنیاد الزام لگایا گیا ہے۔ حکومت محتاج بجانب ہوگی اگر استخافہ بخلاف سانکھان دائر کرے۔ اور جب یہ الفاظ ہی وجوہ نہیں رکھتے بلکہ من گھڑت ہیں پھر دوبار رسالت سے آج تک مسلمانوں پر کفر کس طرح

صادر آسکتا ہے۔ پس سائلان نے عدالت اور عوام کو دھوکا دینے کی مذموم و قابلِ تادیب حرکت کی ہے۔

(۱۰) ”یہ کہ مذکورہ بالا کلمہ کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ اسلام کے طور پر کبھی تعلیم نہیں دی۔ اور نہ اس کا کبھی اعلان کیا۔ نہ ہی پیغمبر کے دورِ حیات میں اسلام میں داخل ہونے والے کسی شخص نے اس کلمہ کا اقرار کیا۔ یہ کلمہ ہرگز وہ نہیں ہے جسے حضرت خدیجہ الکبریٰؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ نے جو نبوت کے ابتدائی دنوں میں پیغمبرؐ کے دستِ مبارک پر (اسلام میں داخل ہونے والے) میں اولین افراد تھے کبھی پڑھا۔ اس کلمہ کا شیعہ مکتب فکر کی مستند کتابوں میں کسی ایک میں بھی ذکر نہیں ملتا۔ درحقیقت کلمے کے الفاظ و حروف (متن) کے بارے میں آغاز اسلام سے گزشتہ چند سالوں تک مختلف مکاتیبِ فکر کے مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں رہا۔ کچھ عرصہ پیشتر اسلام کے مخالفین نے ایک سازش کے تحت کلمے میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

”علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل“

مذکورہ بالا اضافی الفاظ بجائے خود اس حقیقت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے کافی ہیں۔ کہ وہ اصل اور حقیقی کلمہ کا حصہ نہیں ہو سکتے اور یہ کہ ان کا کسی مقصد کے تحت بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اس بحث کے حق میں اہل تشیع علماء کی تصنیف کردہ کتابوں کے جن پر شیعہ

مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو کامل اعتماد ہے کہ مندرجہ ذیل اقتباسات کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ (چند آیات ہیں۔ ان کا جواب ۱۷ میں دیدیا ہے)

تبصرہ ۱۔ ایک طرف خیال سے لکھی گئی یہ عبارت سالکان کی کم علمی کی بین دلیل ہے۔ حالانکہ ولایت علی کے شواہد تفصیلاً ہم نے کتب اہلسنت سے نقل کئے ہیں۔ حضرت علی کی ولایت بعد از رسول شروع ہوتی ہے۔ پس حضورؐ کے بعد اس پر ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے گذشتہ اوراق میں اجمالاً ثابت کیا۔ کلمہ کے ساتھ ولایت علیؑ کی تعلیم حضورؐ نے خود دی۔ ثبوت کے لئے ملاحظہ ہوں کتب اہلسنت والجماعۃ۔

۱۔ منتخب کنز العمال برعاشیہ سند احمد حنیبل مطبوعہ مصر جلد ۳۵

۲۔ فردوس الاخبار ویلی۔

۳۔ ارجم المطالب مولوی عبید اللہ سمیل امرتسری ص ۲۷

۴۔ سفینہ نوح مولوی محمد شفیع اوکاڑوی ص ۶۰

علامہ و خطیب جماعت اہلسنت سابق مہر قومی اسمبلی پاکستان

مولوی محمد شفیع اوکاڑوی لکھتے ہیں :-

”کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی شب جنت کے دروازے پر سونے سے لکھا ہوا دیکھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب اور علی اللہ کے

۱۷۹

دوست اور فاطمہ اللہ کی خادمہ اور حسین اللہ کے برگزیدہ ہیں اور ان کے دشمنوں پر خدا کی لعنت ہو۔“

(سفینۂ نوح ص ۶)

اب سائلین کو چاہیے کہ ملا مفتی، دلیلی، مولوی سبیل، مولوی شفیع اوکاڑوی اور پھر اللہ جیال کے خلاف رٹ دائر کر دیں کہ انہوں نے یہ کلمہ کتابوں میں کیوں لکھا اور اللہ نے جنت کے دروازے پر یہ کلمہ لکھ کر سائکین والے کلمے میں اضافہ کیوں کر دیا۔؟ اور رسول خداؐ نے یہ کلمہ کیوں پڑھا؟

باقی رہ گئی یہ بات کہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ حضرت ابوبکر زید وغیرہم جب اسلام لائے تو انہوں نے علیؑ ولی اللہ کا کلمہ کیوں نہ پڑھا تو جواب یہ کہ جب رسولؐ نے پڑھ کر سنا دیا۔ اللہ نے جنت کے دروازہ پر لکھ کر دکھا دیا تو پھر اعتراض کیسا؟ میرے خیال میں جب حضورؐ نے یہ کلمہ پڑھ کر سنا یا ہو گا تو کسی نے بھی اعتراض نہ کیا ہو گا۔

اس مقام پر مسلمان نے ایک عدم واقفیت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ بعد از رسولؐ حکم کی اتباع کا ثبوت زمانہ حضورؐ میں طلب کیا ہے۔ جبکہ دین مکمل ہو رہا تھا۔ مثلاً بی بی خدیجہؓ کا جب انتقال ہوا تو اس وقت نماز جنازہ نہ ہوتی تھی۔ اب چونکہ ام المومنین کی نماز جنازہ نہ ہوئی اس لئے بعد میں حکم آنے کے باوجود ہم انکار کر دیں کہ پہلے مسلمانوں میں یہ نماز نہ تھی۔ اسی طرح مشرورہ میں شراب حلال تھی۔ نماز بظرف بیت المقدس پڑھی جاتی تھی۔ لہذا اس قسم کی بنیاد پر رجوع عدالت کرنا محض سستی

حالیہ الفاظ علیؑ ولی اللہ کا ترجمہ کیا ہے جو عربی عبارت میں موجود ہیں۔

شہرت حاصل کر کے بھونڈا طریقہ ہے اور لوگوں میں نفرت بھیلانے کی ناپاک سازش۔

چونکہ بات شیعہ مسلک کی جاری ہے اور ہمارے لئے کتب سنیہ سے شواہد پیش کرنا ضروری نہیں تاہم تمام باتیں ہم اہلسنت ہی کی کتب سے نقل کرتے آ رہے ہیں اور شیعہ کتابوں کی ابھی باری نہیں آئی ہے۔ اس حقیقت کی قلعی تواز خود کھل جاتی ہے کہ جب سے شیعہ فرقہ وجود میں آیا ولایت علیؑ کا اقرار کرتا آیا کہ مسلمان متقی اور دینی جیسے مقدمین نے اپنی کتب میں اس کلمہ کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ دینی نے سترھم میں وفات پائی اور ملا متقی نے سترھم میں۔ مولوی عبید اللہ سمیل کا سن وفات معلوم نہیں اور ماشاء اللہ مولوی شیخ ادکاڑوی زندہ ہی موجود ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ سالکان کا یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے کہ ”در حقیقت کلمے کے الفاظ و حروف (متن) کے بارے میں آغاز اسلام سے گزشتہ چند سالوں سے مختلف مکاتیب فکر کے مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں رہا کچھ عرصہ پیشتر اسلام کے مخالفین نے ایک سازش کے تحت کلمے میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

یہ بات کچھ اہلسنت بھائیوں کے لئے تو مستحضر ہو سکتی ہے لیکن شیعوں نے حکم رسولؐ کی اتباع کے مطابق حضورؐ کے بعد اقرار ولایت تمسرع کر دیا تھا۔ اور وہی کلمہ پڑھا جو خود حضورؐ نے پڑھا اور خدا نے درجہ پر لکھا اثبات از کتب شیعہ جو شخص کہ اپنے مذہب ہی کی کتابوں سے واقف

نہیں ہے تو یہ کیسے دعویٰ کر سکتا ہے کلمہ طیبہ کے ساتھ ذکر ولایت کتب شیعہ میں موجود نہیں۔

چنانچہ ثبوت کے لئے ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کلمہ طیبہ مومن کا :-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلَىٰ ذِي اللَّهِ

و خلیفۃ رسول اللہ " کہنا ہے۔

(تفسیر برہان جلد ۳ ص ۸۷)

نیز یہی مضمون ملاحظہ کریں۔ (۲) تفسیر صفی البحر الثانی والعشرون ص ۱۵۸

(۳) مجمع البحرین جلد ۱ ص ۱۵

(۴) حاشیہ مولانا مقبول احمد ترجمہ قرآن ص ۲۲

(۵) تفسیر میزان جلد ۱ ص ۱۹۵

(۶) اصول کافی جلد ۱ ص ۲۲۱

(۷) تفسیر قمی ص ۲۵ وغیرہ وغیرہ

پس ثابت ہوا کہ کلمہ طیبہ میں ذکر ولایت علیٰ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ شیخان اہلبیت ابتدا ہی سے اپنے اس عقیدے پر قائم چلے آ رہے ہیں اور ایمان کامل کے لئے ولایت کو ضروری و لازمی سمجھتے ہیں۔ شیعہ سنی ہر دو مکاتیب فکر سے اثبات بہتا ہو جانے کے بعد دائرہ گردہ رٹ کی شوق ۹ اور بنا کی کوئی حیثیت قائم نہیں رہ جاتی ہے۔

تبصرہ (۱۱) ہر دو فرقوں کی مستند کتب سے کلمہ کے ساتھ ولایت کا ذکر ثابت

کر دینے کے بعد یہ پیرہ از خود کا عدم قرار پایا جاتا ہے۔ بلکہ سائلان کے خلاف غلط بیانی کرنے پر تعزیر کا تقاضا کرتا ہے۔

۱۳۔ آئین کی دفعہ ۳۱ کے تحت مدعا علیہ پر یہ لازم ہے کہ وہ ایسے اقدام کرے جو مسلمانانِ پاکستان کے لئے اسلام کے بنیادی عقائد اور اصولوں کے مطابق اپنی زندگی مرتب کرنے میں مدد دیں۔ اور ایسی سہولتیں فراہم کرے جن کے ذریعے وہ قرآن مجید اور سنت کی منشا کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھیں۔ مدعا علیہ کا یہ فعل آئین کی مذکورہ بالا دفعات کے منافی ہے۔

تبصرہ - عقیدہ ولایت و امامت مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ علمائے اہلسنت کی اکثریت اور تمام اہل تشیع حضرت علی علیہ السلام کو "ولی اللہ" تسلیم کرتے ہیں۔ پس دفعہ مذکورہ کے مطابق اقرار ولایت کو تحریرہ کر کے مسئلہ الیہ نے اپنے ذمہ داری پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور دفعہ مذکورہ کی کسی جہت سے خلاف ورزی نہیں کی۔ سائلان کا الزام صرف منکرات و تعصب کا نتیجہ ہے۔

۱۴۔ یہ کہ مدعا علیہ اس کلمے کے سوا کہ جس کی تعلیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہو کسی اور کلمہ کے جاری کرنے کا قانونی طور پر مجاز نہیں ہے۔ تبصرہ :- مسلمانوں کے دونوں بڑے گروہوں کی کتب سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ کلمہ کے ساتھ ولایت علی کا ذکر پیغمبر کا تعلیم فرمودہ ہے۔

لہذا اس کی مخالفت کرنا۔ رسولؐ کے حکم و تعلیم کی نافرمانی ہے۔ اور دین میں حضورؐ کے فیصلے کے بعد کسی کو کوئی حق نہیں کہ اس فیصلے کو محض اپنی ضد و بہت دھری سے کام لیتے ہوئے قابل جرح سمجھے یا اس میں کسی تبدیلی کا بخاند ہو۔

مدعا علیہ نے ڈھائی کروڑ پاکستانی مسلمانوں کی شہادت کے ساتھ صحیح کلمہ لکھا ہے۔ جسے نہ صرف شیعہ مسلمانوں کی بلکہ حضرات اہل سنت کے جید علماء کی تائید حاصل ہے اور سنی بھائی اس کلمہ کو درجعت کا کلمہ تسلیم کرتے ہیں۔ محض مٹھی بھرنا صبیوں کو بغض علیؑ کا پرچار کرنے کی اجازت دینا البتہ تعلیم رسولؐ کے خلاف ہوگا۔ اور اس حرکت کی حوصلہ افزائی کرنے کا کوئی شخص بھی قانونی طور پر مجاز نہیں ہے۔

۱۴۔ یہ کہ مدعا علیہ کا فرض ہے کہ ہم دُہم کے طلبہ کے لئے اُسی کلمہ کی تعلیم دے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کے مسلمانوں کو پڑھایا ہے۔

تبصرہ :- مدعا علیہ نے اُسی کلمہ کی تعلیم لکھی ہے جسے رسولؐ نے تعلیم دیا ہے۔ حالانکہ اس کے بر خلاف ساٹھان یہ دعویٰ ہی

دائر نہیں کر سکتے کیوں کہ اُن کے ہاں چھ کلمے رائج ہیں مسئلہ الیہ کے خلاف رٹ داخل کرنے سے پہلے انہیں اپنے چھ کلمے ختم کر کے صرف ایک کلمہ کا اعلان کرنا چاہیے۔

۱۵۔ تبصرہ :- ساٹھان کے خلاف غیر قانونی، خلاف اسلام اور



بے بنیاد وجوہات کی بنیاد پر رٹ داخل کر کے نقص امن پیدا کرنے، ملک میں دو گروہوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے، دین کی آڑ لیکر اپنے مذموم سیاسی مقاصد حاصل کرنے، ڈھائی کروڑ عوام کے شہری و مذہبی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے۔ خلاف تعلیم رسولؐ مطالبہ پیش کرنے، اور حکومت کے خلاف بھڑکانا دعویٰ کرنے کی وفحات کے تحت مقدمہ قائم کیا جائے اور بعد از ثبوت ایسی عبرتناک مرزا دی جائے کہ ایسے مذموم عزائم آئندہ جنم نہ لے سکیں۔

کلمہ کو اصل و حقیقی کہہ کر جاری کرنے کا اختیار صرف شارع کو حاصل ہے۔ سالکان کا عدالت سے ایسا مطالبہ جو بارگاہ رسالت سے ہونا چاہئے۔ اُن کے ایمان پر روشنی ڈالتا ہے کہ دینی احکام بھی دینی عدالت میں پیش کر سکتے ہیں اور اپنے خیالات کے مطابق فیصلہ لے کر عام مسلمانوں پر مسلط کر سکتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کو نہ ہی کسی دینی قانونی جواز کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی عدالت ایسی جرأت کر سکتی ہے کہ کسی کلمہ کو اپنی مرضی سے قانونی سے مستحفظ و یا چھین لے کیوں کہ یہ ذمہ داریاں عام منصفین کی نہیں بلکہ رسولوں کی ہیں۔ اور ایسے اشخاص جو حرمت کلمہ ہی سے واقف نہیں ہیں وہ باقی دین کیا سمجھتے ہوں گے۔

سالکان کی دین سے عدم واقفیت کا ایک اٹل ثبوت ان کی یہ عبارت ہے کہ :-

”نیز یہ بھی استدعا ہے کہ مسئول الیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کلمہ

**لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ**

کے علاوہ کسی دیگر کلمہ کا اجرا کرنے، تسلیم کرنے یا شائع کرنے یا طلبائے کورس میں شامل کر لے سے منع کر دیا جائے۔“

اگر عدالت عالیہ اُن کی یہ استدعا بالفرض محال منظور کر لیتی ہے تو پھر باقی پانچ کلمے رخصت ہو جائیں گے۔ ذرا اس بارے میں سائلان کو کم از کم اپنے علمائے مشورہ کو لینا چاہئے تھا۔ اور پھر اس کمزور بنیادوں پر داخل کردہ رٹ کا خرچہ طلب کیا ہے۔ چلئے صاحب خرچہ کا بندوبست کر دیں گے پس آپ اپنے علمائے کرام سے یہ فتویٰ حاصل کر لیجئے کہ سوائے متذکرہ بالا کلمہ کے باقی پانچ کلمے بالکل بند و غلط۔ وہ فتویٰ بہر مدعا کر دیجئے اور بل بھیج دیں۔ اگر یہ نہ کر سکیں تو کم سے کم اتنا وعدہ دل سے کریں کہ اتحادِ اسلامیہ میں پھوٹ نہیں ڈالیں گے۔

## کلمہ طیبہ اور قرآن مجید

اسلام کے تمام عقائد و قوانین کی بنیاد قرآن مجید ہے۔ جس کے ایک جملہ کا انکار بھی دائرہ اسلام سے نکال دیتا ہے۔ شہادت کے الفاظ کا رد و بدل، نماز کی کیفیات میں تبدیلی، حج کے طریقوں میں فرق، روزہ کے اوقات میں اختلاف، زکوٰۃ کمصارت و مسائل میں بحث و تکرار شرع مروجہ میں حد کفر کے متحمل نہیں ہیں۔ لیکن قرآن مجید کی

کسی آیت کی تبدیلی بھی کفر کے مترادف ہے۔ لہذا اس قدر اہم بنیاد کو ترک کرنا۔ اسلام کی اصل بنیاد کو نقصان پہنچانا ہے۔ پس منقولہ احادیث جو سالکان نے رٹ میں بطور ثبوت پیش کی ہیں وہ حتیٰ نہیں ہیں۔ کہ مسلمان ہونے کے لئے محض یہی پانچ چیزیں کافی ہیں اور صرف اقرار کلمہ علامہ کر دینے سے سندا یمان حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر یہ توضیح درست ہے تو پھر کتب سماوی، انبیاء سابقین، قیامت وغیرہ کے عقائد کا کیا مقام رہ جاتا ہے۔ کیا کوئی شخص حضرت آدم کو صلی اللہ، حضرت نوح کو نجی اللہ، حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ، حضرت اسماعیل کو ذبیح اللہ، حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ کو روح اللہ ماننے سے انکار کر سکتا ہے؟ اور پھر کوئی مسلمان اس انکار کے باوجود ایسے شخص کو دعویٰ دار ایمان کہہ سکتا ہے اسی طرح صحائف آسمانیہ پر ایمان ضروری ہے اور کوئی شخص قیامت کو برحق تسلیم نہ کرنے پر مسلمان ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ جو سالکان نے اسلام کی شکل عدالت میں پیش کی ہے۔ وہ نہ صرف محرف، بلکہ مکمل ہے۔ اس سے متفقہ عقائد کی نہ صرف نفی ہوتی ہے بلکہ تکذیب ہو جاتی ہے۔ اس رٹ سے ایک طرف تو اہل اسلام کے جذبات دہنی کو ٹھیس لگتی ہے اور دوسری جانب مخالفین اسلام کو تنقید کرنے کے لئے قوی دلائل مہیا ہوتے ہیں۔ پس یہ رٹ اسلام جیسے ”مقدس دین“ کے تقدس و اکملیت پر ایک جارحانہ حملہ ہے۔ جسے اسلامی ریاست میں قطعاً برداشت نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ہم نے قرآن مجید کی تلاوت کی سعادت حاصل کی ہے اور یہ وثوق سے لکھتے ہیں کہ سارے قرآن میں سائل کا بیان کردہ کلمہ کسی ایک جگہ موجود نہیں ہے۔ بلکہ دو مختلف کلموں کو یکجا کر کے اُسے کلمہ کہا گیا ہے۔ اور محض مدعا یان کے بیان کردہ کلمہ کو اگر حقیقی بنیاد اسلام و ایمان مان لیا جائے کہ صرف اسے اعلانیہ اقرار کر کے کوئی شخص مومن مسلمان ہونے کا دعویٰ کر ہو سکتا ہے تو یہ بات از روئے قرآن مجید بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ سورہ منافقون میں اللہ نے بڑی وضاحت سے اس کا بیان نازل فرمایا ہے۔ اور خبردار کیا ہے کہ محض کلمہ مذکورہ کا اعلان کرنے والے اپنے غلط ایمان کو ڈھال بنا کر اس کی آڑ میں سبیل اللہ سے روکتے ہیں دیر آیات ہم گزشتہ صفحات پر نقل کر چکے ہیں دوبارہ مطالعہ فرمالیجئے ہمیں ثابت ہوا کہ سالکان کے بیان کردہ کلمہ کو ایسی بنیاد سی حقیقت بالکل حاصل نہیں ہے جس کا انہوں نے دعویٰ کیا ہے۔

## اعلانیہ اقرار کلمہ بحضور نبیؐ بھی دلیل ایمان نہیں

سورہ منافقون کی متذکرہ بالا آیات کی تلاوت سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔  
اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بھی اقرار کلمہ کیا جائے

تو مسندِ ایمان حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ منافقت و کذب کی قرآنی نشان دہی نازل ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ سالکان کا صرف "اقرارِ کلمہ" کو محض طریقہ حصولِ ایمان و اسلام بتانا بروئے کلام الہی بے بنیاد ہے۔

## ایسے کلمہ کو خدا و رسول کی دعا مغفرت و شفاعت سے محروم ہیں

ایسے کلمہ کو جنہوں نے کلمہ کو محض مکاری کی سپرینا رکھا ہے۔

آنحضرت نبی کریم ﷺ شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی سمجھی اُن کی

مغفرت کریگا۔ کیونکہ سورہ منافقون میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔

”سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَوْ لَا تَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ“ (سورۃ المنافقون ۷)

”یعنی اے رسول! تم اُن کے حق میں مغفرت مانگو یا نہ مانگو یہ برابر ہے۔

کیونکہ اللہ تو انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ خدا تو ہرگز فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

پس معلوم ہوا کہ جس کلمہ کے اقرار پر نہ ہی رسول کی شفاعت

نصیب ہوگی اور نہ ہی خدا کی مغفرت اُسے ہر ماہ ایمان بناتے کا کیا

فائدہ؟ شلیعہ و شمن مولوی محمد عمر اچھروی صاحب لاہوری کا

پسندیدہ ایک عام پنجابی شعر یاد آیا ہے جو وہ اکثر محافل میں بڑے ترنم

سے پڑھا کرتے تھے کہ :-

جنوں پنج تن نال پیار نہیں

اورے کلمے دا اعتبار نہیں

یعنی جس شخص کو پنج تن پاک (محمد علیؐ - فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ)

سے پیار نہیں ہے اس کے کلمے کا اعتبار نہیں ہے۔

پس ایسا بے اعتبار کلمہ حقیقی و بنیادی کیسے ہو سکتا ہے جس کو نہ ہی رسولؐ سے مستند حاصل ہو اور نہ رسولؐ کے خدا سے۔ اس لئے یہ کلمہ طیبہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کے ساتھ ولایت خاندان کا عقیدہ ایمان شامل نہ کیا جائے۔ تاکہ منافقت کی نجاست سے دامن پاک ہو۔ پس کلمہ طیبہ وہی ہو گا۔ جس کی بنیاد اس عقیدہ پر ہو کہ تینوں نجاست کفر، شرک اور نفاق سے تبرک کرے اور توحید رسالت و ولایت سے تولی کرے۔

الکلمۃ الطیبہ | قرآن حکیم میں جس طرح لفظ ولایت صرف ایک ہی مرتبہ نازل ہوا ہے الکلمۃ الطیبہ یعنی طیب کلمے

بھی صرف ایک ہی بار آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے :-

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْخَيْرَ فَلِلَّهِ الْخَيْرُ لَا جَمِيعًا إِلَيْهِ  
يُصْعَدُ إِلَيْهِ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَ  
الَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَ  
مَكْرُهُمْ أُولَئِكَ هُمُ يُجْرُونَ (سورۃ فاطر آیت ۷۵)

ص قابل توجہ امر یہ ہے کہ الکلمۃ الطیبہ جمع ہے۔ جو عربی زبان میں درجہ زیادہ

یعنی کم از کم تین کے لئے آتی ہے۔

یعنی اور جو شخص عزت پانے کا ارادہ رکھے تو یاد رکھے

اُسی کی بارگاہ میں طیب کلمے صغور کرتے ہیں، اور اسی کی بارگاہ میں اچھی باتیں (بلند) ہو کر پہنچتی ہیں۔ اچھے کام کو وہ خود بلند فرماتا ہے۔ اور جو لوگ مکاری کرتے ہیں اُن کے لئے عذاب شدید ہے اور اُن کی مکاری نہ تدایر ملیا میٹ ہو جائے گی۔

آمت منقولہ بالا سے مندرجہ ذیل تصریحات اخذ ہوتی ہیں۔  
۱۔ جو شخص معزز ہونا چاہے اُسے اللہ سے عزت مانگنی چاہیے کیونکہ تمام عزتیں اُسی کی ہیں۔

۲۔ عزت حاصل کرنے کی شرط یہ ہے کلمہ الطیب کہے جو بلند ہو کر اس کی بارگاہ میں جاتے ہیں۔ یعنی صرف ایک کلمہ نہیں بلکہ کم از کم تین طیب کلمے۔  
۳۔ عمل صالح بجالائے کہ اچھے عمل کو وہ خود بلندی عطا فرماتا ہے۔  
۴۔ مکاریوں کے لئے عذاب شدید ہے۔ اور اُن کی مکاری ملیا میٹ ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ عزت پانے کے لئے کلمہ طیب بلند کر کے بارگاہ خداوندی میں بھیجنا شرط ہے۔ وہ طیب کلمے وہی ہیں جنہیں بارگاہ خداوندی میں عرض کرنے سے شرف عزت و قبولیت حاصل ہوگا اب جب کوئی شخص خلوص دل سے دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو ضروری بات ہے کہ اُسے دینی و دنیوی دونوں عزتوں کی خواہش ہوگی۔ آباء دین کو ترک کر دینے کی صعوبتیں وہ اسی لئے برداشت کرے گا کہ  
صرف ایک کلمہ نہیں بلکہ کم از کم تین طیب کلمے۔



اُسے حقیقی عزتیں نصیب ہوں۔ اور اس عزت کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ کلمہ طیب کے جو پٹہ ہو کہ مالکِ عزۃ کی بارگاہ میں پہنچے۔ چنانچہ اُسے ضرورت ہو گی کہ کلمہ طیب تلاش کرے۔ اگر سلطانِ رٹ کا بیان کردہ کلمہ پڑھتا ہے تو جب اُسے سورۃ المنافقون کی تلاوت کا شرف ملتا ہے تو اس کے دل میں خیال پیدا ہو گا کہ یہ کلمہ تو بارگاہِ رسولؐ میں حضور کے سامنے پڑھ لینے سے بھی کوئی عزت نہیں ملتی بلکہ اَلنَّاسُ مَنَاقِصُ وَجھوٹ کا الزام لگتا ہے اور پھر آگے یہ کلمہ آخرت میں شفاعت و مغفرت کی ضمانت بھی مہیا نہیں کرتا۔ میں تو ویسا ہی رہا کہ آسمان سے گرا کھجور میں اُسکا۔ جس آس و اُمید نجاتِ اُخروی کی خاطر مسلمان بنا اس کی تو ضمانت نہیں مل رہی۔ ادھر وہ خود ذاتی طور پر پریشان ہے اور دوسری طرف لوگوں کو یہ شبہ ہے کہ نیا نیا دعویٰ دارِ اسلام بنا ہے پتہ نہیں سچے دل سے آیا ہے یا کسی جاسوسی مشن پر ہے۔ تو ایسی صورت میں جب نہ تو دنیوی تعظیم حاصل ہو اور نہ ہی اُخروی نجات کا یقین تو اس کو وارد کے لئے دو ہی صورتیں رہ جائیں گی کہ وہ ایسا کلمہ طیبہ معلوم کرے جو اس کی اس اُلجھن کو دور کر دے کہ شفاعت و نجات کی گارنٹی بھی مل چکا اور مسلمان معاشرے میں بھی اُسے مومن کا مل بالصدق سمجھا جائے۔ پس جب اُسے یہ معلوم ہو گا کہ عم ذ اور رسولؐ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ :-

”نبی کریمؐ نے فرمایا کہ یا علی اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد

حاکمِ ازمین طیب کلمے۔



مومن نہ پہچانے جاتے ” (ابن مغازی، نہایہ بیح المودۃ، ریح المطالب مناقب  
 تو جان گیا کہ مومن کی شناخت اور مولائی کا آپس میں الٹ رشتہ  
 ہے۔ لہذا تحقیق و تحسس کا شوق بڑھا اور بارگاہِ خداوندی میں عزت  
 حاصل کرنے کی خواہش میں اور اضافہ ہوا۔ کیونکہ کلمہ طیبہ اور علیؑ  
 دو وسائل تلاش کر لئے۔ اب ذہن میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ آخر  
 ”علیؑ“ اور شناخت مومن کا آپس میں تعلق کیا ہے۔ اور میسر  
 حصولِ عزت میں وہ کس کام آ سکتے ہیں۔ پس عمر بن شراحیل کی  
 ایک روایت نظر سے گزری۔

”جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی :-  
 اے پروردگار! جو علیؑ کی نصرت کرے تو اس کی نصرت فرما۔ جو علیؑ  
 کو عزت و بزرگی دے تو اُسے محزون و اکرم رکھ اور جو علیؑ کو چھوڑ  
 دے تو اُسے تو بھی چھوڑ دے“

(فردوس الاخبار علامہ اہلسنت دہلی)

پس اُسے یقین ہوا کہ مصوّر کی دعا اللہ نے ضرور قبول کی۔  
 لہذا نصرت علیؑ کی جانب قلب مائل ہوا۔ نفاق کا خدشہ رفع ہوا۔  
 یقین کی منزل قریب ہوئی۔ عزت پانے کا طریقہ معلوم ہو گیا کہ  
 پس یتین کلمہ (الکلمۃ الطیبہ) ادا کئے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلِيُّ وَلِيُّ اللَّهِ

جیسے بنی ذکر علیؑ بلند کیا ”الکلمۃ الطیبہ“ قرار پائے مطلوبہ عزت نصیب ہوئی۔

ولایت کے اقرار کو عمل صالحہ کی سند ملی۔ جسے خود خدا نے بلند کیا جس طرح روزِ غدیر رسولِ خداؐ نے صاحبِ ولایت کو بلند کیا جو نہی اطاعت رسولؐ کے مطابق علیؑ کو مولا مانا۔ بارگاہ رسالت سے عز و شرف بیہیوی و آخرت یوں نصیب ہوئی۔

”اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ فائز و ن (صاحبانِ مراتب) یعنی کامیاب ہیں۔“

(علامہ اہل حدیث نواب صدیق حسن بھوپالی فی تفسیر فتح البیان)

جلد ۱ ص ۲۲۳

علامہ اہل سنت حافظ جلال الدین سیوطی فی در المنثور جلد ۶ ص ۳۹ (اور صواعقِ محرقہ ابن حجر مکی ص ۹۹ و نیز

لہذا معلوم ہو گیا کہ علیؑ کو چھوڑنے والے کو خدا چھوڑ دیتا ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ بارگاہِ ایزدی میں شرفِ عزت حاصل کرنے کے لئے

اگر کوئی کلمہ تکمیل دین کے بعد خدا تک پہنچانا مقصود ہو تو وہ اس

وقت تک بلند نہیں ہوتا ہے جب تک ولایت و امامتِ علیؑ کے ایمان

اقرار اظہار نہ کر دیا جائے۔ کیونکہ خدا نے خود فرمایا کہ میں خود عمل

صالح کو بلند کرتا ہوں۔ اور علیؑ کے ذکر کو درجنت پر طلائی حروف

میں لکھ کر اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ

وہی کلمہ ہو گا جو بلند ہو کر سب سے حروف میں درِ فردس پر اپنے

انوارِ کھیلارہا ہے۔ اس لئے ایسا کلمہ جس کے اقرار سے عزتِ منجانب

۱۹۴

خدا حاصل نہ ہو بلکہ اس کے اعلانیہ اقرار کو خود خدا نے قبول نہ کیا ہو اور اپنے رسولؐ کو شفاعت سے روکا ہو اور مغفرت نہ کرنے کا پکا عہد کیا ہو۔ کلمہ طیب نہیں کہا جاسکتا ہے۔ البتہ کلمہ طیب "یے اکرامیان ولایت کی تشریح ساتھ ہو۔ تاکہ نجاسات کفر، شرک اور نفاق سے پاک ہو۔

اور انتباہ منجانب ربانی ہے کہ "کلمہ" کی مرکاری سے مذمومہ تدبیر کرنے والوں کے لئے عذاب شدید ہے اور ان کی ایسی مکتامانہ تدبیر فنا ہو جائیگی جن سے وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر اتحادِ ملت کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

## ”علیٰ ولی اللہ کی تکذیب

### کفر بھی ہے اور موجبِ عذاب بھی“

خداوند عظیم و بلند نے اپنی مرضی سے ذکر علیؑ کو عظمت و بلندی بخشی ہے۔ اور عرش و فرش پر اس ذکر کو عبادت قرار دیا، جو لوگ اس ذکر کو جو اللہ نے اور رسولؐ نے "غیر" قرار دیا اور اسے معزز و ارفع کیا پسند نہیں کرتے وہ صریحاً خدا سے دشمنی مول لیتے ہیں۔ اور ایسے ناسق و سرکش افراد کے لئے نہ ہی کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ پناہ۔ نہ ہی کوئی بچاؤ ہے نہ ہی راہ فرار۔ البتہ درجعت پر مرقومہ

طلابی کلمات کے مطابق "اللہ کی لعنت" اور دنیا و آخرت میں عذاب شدید الیم ہے۔

قابلِ توجہ بات ہے کہ جمہور اُمت کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علیؑ اللہ کے "ولی" ہیں۔ آج تک کوئی مسلمان اس شانِ علیؑ سے انکار نہیں کر سکا۔ کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ حضورؐ نے دعائے مقبول فرمائی ہے کہ "اے اللہ جو (بھی) علیؑ کو چھوڑ دے تو تو بھی اسے چھوڑ دے" البتہ لفظ "ولی" میں ضرور کچھ معنوی اختلافات ہیں جنکی تفصیلی بحث ہم پہلے کر چکے ہیں۔ لیکن جناب امیرؒ کو "علی ولی اللہ" ہر کلمہ گو نے تسلیم کیا ہے۔ اور آپ کو ہر چشمہ ولایت ہر سنتی و شیعہ دل تسلیم کرتا ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ امر مسلمہ کا اقرار بالسان کرنے اور رد کر کو پر ہنسنے یا سنسنے میں کیا چیز مانع ہے؟ کسی صاحبِ ایمان مسلمان کو ایسی جرات کا خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا البتہ حدیثِ رسولِ کریمؐ کے مطابق منافق ایسی حرکت سے باز نہیں رہ سکتا ہے۔ اور بعض علیؑ کو بھی وہ کلمہ کی آڑ میں ظاہر کرتا ہے۔ ایسے ہی منافقین و کفار کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ  
وَمَا لَهُمْ حِيَتُهُمْ وَأَبْسَىٰ إِلَيْهِمْ يُخْلَفُونَ بِاللَّهِ  
مَا قَالُوا وَلَقَدْ كَلِمَةٌ أَكْثَرُ وَيَكْفُرُوا بِالْعَدْلِ إِيَّاهُمْ وَهُمْ  
إِنَّمَا سَمِيعًا لَّهُمْ وَمَا تَقْصُرُونَ عَنْهُمْ وَاللَّهُ

وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبْا إِلَىٰ خَلِيلِكُمْ فَلَهُمْ  
 اِنْ يَتُوبَا اَعِزَّ بِهِمُ اللَّهُ عَذَابُ الْيَمِينِ ۚ فِي الدُّنْيَا وَ  
 الْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ نَاسٍ وَلَا نَصِيهٍ  
 (سورہ توبہ ۳۳-۳۴)

یعنی۔ اے نبیؐ! جہاد کرو (بالسنان) کفار سے اور (بالسان)  
 منافقین سے۔ اور ان پر سختی کرو۔ اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور  
 وہ بہت بُری جگہ ہے۔ یہ حلفیہ (خلا کی قسم اٹھا کر) کہتے ہیں کہ ہم کلمہ کفر نہیں کہا  
 حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر ضرور کہا اور اسلام کا دعویٰ کرنے کے بعد (اسلام لانے کے بعد  
 بوجہ کلمہ کفر) کافر ہو گئے۔ (کیونکہ) انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا جو  
 ان کے ہاتھ نہ لگی۔ (اور جن کو وہ چیز حاصل ہو گئی) ان سے صرف  
 اس وجہ سے انتقام لینے کی تدبیر بتائی کہ اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے  
 انہیں استغنا (دونوں جہانوں کی دولتوں پر تصرفِ اولیٰ) بخشا اپنے فضل  
 سے۔ (اور اب بھی موقعہ ہے کہ اس حسد و کینہ سے پُر کلمہ کفر سے توبہ کر لیں  
 کہ اسی میں ان کی غیر ہے۔ اور ولایت کو مان لیں (یتوبوا) ورنہ اس  
 کے انکار کی صورت میں خدا ان کو عذاب الیم میں مبتلا کرے گا اس دُنیا  
 میں بھی اور آخرت میں بھی۔ (اور اس وقت عذاب آنے کے بعد) پھر  
 روئے زمین پر کوئی ایسا نہ ہوگا جو ان کا "ولی" ہو۔ نصیر ہو۔

صاحبِ نیال کی لفظ کو ملحوظ رکھ کر "قال لا ینال عهد سی القالمین" سے ملا کر طعنت  
 حاصل کیجیے۔ (مجموعہ ۱۵)

قرآن حکیم کی ان دو پُر عجاز و واضح آیات کے بعد مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں رہتی ہے کہ اسلام لانے کے بعد انکار حق کرنا منافقوں کا طریقہ ہے۔ خدا نے اس انکار کو کفر کہا ہے۔ "علی ولی اللہ" حق ہے۔ اسی لئے رسولؐ نے خود پڑھا ہے۔ جیسا کہ محمد شفیع اردکانوی صلیٰ کی کتاب سفینہ نوح سے ثبوت پیش کیا جا چکا ہے۔ پس جو کلمہ خود آنحضرتؐ نے پڑھا ہے اس کا انکار منافقت نہیں تو اور کیا ہے۔ یقیناً۔ "علی ولی اللہ" کلمہ طیب ہے۔ اور بغض علیؑ سے کہا گیا ہر کلمہ غیر طیب بلکہ کلمہ کفر ہے۔

واضح ہو کہ یہ سورۃ التوہ کی آیات ہیں۔ اور یہ وہ سورہ ہے جس کی تبلیغ پر سے حضرت ابوبکرؓ کو معزول کر کے حضرت علیؑ کا تقرر رسول کریمؐ نے فرمایا تھا اور امام لسانی روایت لکھتے ہیں کہ بعد معزولی حضورؐ نے ابوبکرؓ کو فرمایا کہ سوا ایسے شخص کے جو میرے اہل سے ہو کوئی شخص امر تبلیغ کو ادا نہیں کر سکتا۔ "تر مذی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "میکر اور علیؑ کے سوا کوئی شخص امر تبلیغ کو ادا نہیں کر سکتا" چنانچہ لسانی کی روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ اہل بیت "میں سے نہ تھے اور تر مذی کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کے بعد سرچشمہ ہدایت و تبلیغ جناب امیرؓ ہی ہیں۔ جو کہ ان کی ولایت کی دلیل روشن اور برہان قاطع ہے۔

بس ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ایسے کلمہ سے جو مسلمان بنا کر

کافر بنادے اور عذاب شدید کا موجب بنے۔ اور اس "کلمہ کفر" کا اقرار صرف اُسی صورت میں ممکن ہوگا جب کہ ولایت امیر المومنین کا انکار کریں۔ پس یہی خوف ہے کہ ہم اللہ و رسول کے ذکر کے ساتھ ذکر ولایت علی کو ضروری سمجھتے ہیں کہ کہیں اس غفلت و انکار کی پاداش میں ہمیں بددعا سے رسول کا نشانہ نہ بن جانا پڑے اور عذاب کا سامنا ہو۔ اور کہیں معاذ اللہ ہمارا بھی ایسا ہی حشر نہ ہو کہ ارض خدا میں کوئی ولی اور مددگار نصیب نہ ہو۔

## علی ولی اللہ کلمہ کو طیب و افضل الذکر بنانا ہے

ہم نے پیچھے ثابت کیا کہ سالکانِ رب والا کلمہ جس میں علی کی عداوت ہے۔ نہ ہی بارگاہ رسالت میں منظور ہے اور نہ ہی بارگاہ خداوندی میں لیکن یہی کلمہ اگر ایمان ولایت سے تلاوت کیا جائے تو طیب بھی ہے اور افضل الذکر بھی۔ کیونکہ سورہ توبہ کی منقولہ آیات کے مطابق خدا نے بتایا کہ کلمہ کفر بقتل خدا پڑھنے والوں نے اس وجہ سے اسلام سے ہاتھ دھوئے کہ انہوں نے حسداً و اتقافاً ولایت کو نہ مانا جو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے صاحبان ولایت کو بخش کر عنی کیا۔ پس معلوم ہوا کہ ولایت فضل ہے۔

اور صاحب ولایت افضل -

افضل کا ذکر افضل الذکر - لہذا ثابت ہوا کہ "علی ولی اللہ"



اگر کلمہ میں ذکر کیا جائے تو کلمہ افضل الذکر ہے۔ بصورت دیگر اگر بغض علیؑ سے پڑھا جائے تو ”کلمہ کفر“۔

## کلمہ طیب فوزِ عظیم ہے

کلمہ طیبہ شرک، کفر اور نفاق سے پاک کرتا ہے جو کامیابی و کامرانی کی ضمانت دیتا ہے۔ اور سالکان کا بیان کردہ کلمہ اعلانیہ اقرار کے باوجود نہ تو ذبیوی تحفظ مہیا کرتا ہے۔ اور نہ ہی اخروی نجات اس لئے کہ اس میں ولایت کا اقرار موجود نہیں ہے کہ جو دین کا اہم ترین حکم ہے۔ اسی لئے بقول مولوی عمر اچھر وی اس کلمے کا اعتبار نہیں جس کو محبت علیؑ کے بغیر پڑھا جائے اور اس کلمہ میں احتمال یہ رہتا ہے کہ اس کے پڑھ لینے کے باوجود ”حالتِ ایمانی“ اس وقت تک مصدقہ نہیں ہوتی جب تک کسوٹی نفاقِ ایمان، شہنشاہِ ولایت، علی ولی اللہؑ سے شناخت نہ ہو جائے۔ پس حیبِ ولایت کے ایمان کے ساتھ کلمہ پڑھا جائے گا تو اس مومن کے لئے فوزِ عظیم ہے جیسا کہ سورہ توبہ ہی میں ہے کہ :-

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ان میں سے بعض کے بعض اولیاء ہیں۔ جو معروف باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ اور منکرات سے روکتے ہیں۔

صلواتِ ہدایت کا امر دیکھتے ہیں۔



نماز کو قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور اطاعت کرتے ہیں۔ اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ اور اُن پر اللہ ضرور اپنی رحمت کرے گا۔ بے شک اللہ عز و جل حکیم ہے۔

اللہ نے وعدہ کر لیا مومنین و مومنات سے ایسے باغات کا جس کے نیچے سے نہریں جلتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور طیب مکانوں کا جو کہ جنتِ عدن میں ہیں۔ اور خدا کی رضا اُن سب سے بڑی شے ہے۔ یہی تو فوزِ عظیم (سب سے بڑی کامیابی) ہے۔ (سورہ توبہ ۷۲)۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ فوزِ عظیم اور جنت کا وعدہ اُن مومنین سے ہے جو بعض کو بعض پر اولیا مانتے ہیں کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے منصب پر فائز ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ پس اللہ اپنی رحمت سے اُن کو جنت میں داخل کرے گا۔

چنانچہ ابن مردویہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے ابو ہریرہ سے فرمایا۔

”تحقیق اللہ عز و جل نے مجھ سے علیؑ کی نسبت عہد کیا ہے کہ وہ ”سرایت الہدای“ (یعنی ہدایت کا علم) مناسرا الایمان (ایمان کا نشان بلند) اور ”امام الاولیاء“ (اولیاء کا امام) ہے۔“

پس رايت الہدی، مناسرا ایمان اور امام الاولیاء کو چھوڑ کر کوئی دعویٰ ایمان نہیں کر سکتا اور جب وہ مومن ہی نہیں تو جنت کیسی۔ اور

کامیابی کس طرح ؟ جس طرح کلمہ بغیر ایمان ولایت علیؑ کے مقبول نہیں اسی طرح نمازیں، زکوٰۃ، حج اور دیگر عبادات جن میں قتل بجاقت ظلم و جفا بھی شامل ہیں۔ بغیر ولایت علیؑ کوئی درجہ نہیں رکھتی ہیں چنانچہ مشہور علامہ اہلسنت دلمی اپنی کتاب فردوس الاخبار میں حدیث رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ:

”مروء عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر کوئی خدا کا بندہ خدا سے عز و جیل کی اتنی عبادت کرے کہ جس قدر نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں قیام فرما کر کی ہے۔ اُحد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ ستر ہزار سال کی عمر اس قدر دراز ہو کہ پاپیادہ ایک ہزار حج کرے۔ اور پھر صفا و مروہ کے درمیان مظلوم قتل کیا جاوے پھر بھی۔

یَا عَلِیؑ ! اگر تیری ولایت نہ رکھتا ہو۔ تو وہ جنت کی بو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ اور نہ اُس میں داخل ہو سکے گا۔“

(بحوالہ راجح المطالب مولوی سہیل امیر تشریفی مثنیٰ المذہبؒ)

پس نبی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو ٹوک فیصلہ فرما دیا کہ فوز عظیم حاصل کرنے اور جنت کے باغات میں طیب مکان حاصل کرنے کی واحد سبیل یہ ہے کہ ولایت علیؑ سے انکال نہ کیا جائے کلمہ طیبہ ”علیؑ اولی اللہ“ سے عداوت کہہ کے مقام ”فوز عظیم“ سے محرومی کی تدبیر نہ کی جائے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازیں پڑھے صلا کروڑوں روپے زکوٰۃ دے۔

ہم اس اظہارِ تعجب کو بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ وہ کلمہ جو جنت کے دروازے پر سونے کے حروف میں تحریر کیا ہے اُسے ایک درسی کتاب میں پڑھنا یا دیکھنا یا سُنانا جو لوگ گوارہ نہیں کر کے وہ باغِ جنت میں کیسے جائیں گے۔ جب کہ اُس کے دروازے پر یہ کلمہ دیکھنا پڑے گا پڑھنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے وہاں بھی شیعہ دشمنی سے کام لیں اور درِ جنت کو دروازہٴ امام باڑہ سمجھ کر واپس پلٹ کر اپنے انجام کو پہنچیں۔

## اضافہ کے بار میں شبہات کا ازالہ

قرآن مجید ایک الہامی کتاب ہے۔ اس کی کسی آیت میں قطعِ برید کرنا لفظی یا معنوی تحریف کرنا یا خدا کے کلام میں کسی دوسرے کے کلام کو شامل کر کے خدا کا کلام ظاہر کرنا وغیرہ کا قرآنہ افعال ہیں۔ کیوں کہ ایسے کبار سے صحت کتاب مشکوک ہو جاتی ہے۔ البتہ تشریحاتِ تفسیرات الگ سے جانتے ہیں۔ اور اگر مذہبِ شیعہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کا بنیادی منشور یہی ہے کہ ”دین میں تحریف و تفریق“ نہ ہونے دی جائے۔ چنانچہ اسی موضوع پر ہماری جانب سے التحریف والتفریق فی الاسلام نامی ایک کتاب مرزا محمد سلطان آغا علی اللہ مقامہ نے تحریر فرمائی جو عام دستیاب ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے تمام اختلافات کا مرکز ہی چیز ہے

اب جبکہ مذہب شیعہ تحریف و تفریق و اضافہ دین میں برداشت نہیں کر سکتا اس مذہب کے پیروکاروں پر ایسا غلط الزام لگانا بالکل سفید جھوٹ ہے۔ مخالفین شروع سے ہمیں بدنام کرنے کی نئی نئی راہیں پیدا کرتے رہے ہیں اور اپنے ہاں کی ساری غلطیتیں ہمارے دروازے پر ڈھیر کرتے رہے ہیں۔ اور ہم شروع سے ان کی صفائی کرتے رہے ہیں لہذا چودہ سو سال بعد آج ہم پر یہ الزام ہے کہ ہم نے کلمہ میں اضافہ کیا۔ دشمنان اسلام جب اسلام کے خلاف کچھ نہہرا لگتے ہیں تو ثبوت کے لئے وہی سرمایہ اکٹھا کرتے ہیں جو مخالفین کی کتب میں محفوظ ہے۔ مخالفین کو چونکہ باب مدنیۃ العلم سے عداوت ہے اور ولایت کی شراب طہور کو جائز نہیں سمجھتے اس لئے اپنی علمی حفاظت نہیں کر پاتے اور بالآخر کوئی نہ کوئی حیدری متوالا ڈھال بنکر ناموس اسلام کی حفاظت کرتا ہے۔

عماد الدین نامی ایک عیسائی پادری نے ایک کتاب ”ہدایۃ المسلمین“ نامی تحریر کر کے مسلمانوں کی غیرت کو لکھارا اور قرآن مجید اور اسوۂ رسول کریم پر کڑی نکتہ چینی کی۔ لیکن علمائے مسلمین جو گھر میں شیر بنکر گیدڑ بھبھکیاں لگایا کرتے تھے ایسے خاموش ہوئے کہ ان کے سر پر کوئی پرندہ بیٹھا ہے۔ چنانچہ ایک گوشہ نشین حیدری میدان میں آیا اور اس نے کلیسائی تابوت میں ”تمیزہ الفرقان“ کی آخری کیل لگائی۔

ایک ہندو پنڈت راج پال نے ”رنگیلا رسول“ نامی کتاب شائع کر کے مسلمانوں کو آئینہ دکھلایا، لیکن وہ اپنا سامنہ لیکر رہ گئے بہر حال

ایک عاشق رسولؐ نے اُسے جہنم رسید کیا لیکن قلم کا جواب قلم سے بن نہ پڑا۔  
 بہر حال ضبط شدہ کتاب کے جوابات شافی ہماری ہی جانب سے شائع ہوئے  
 ہمارے مخالفین شاید اس علیٰ غروی کی وجہ سے کسی غیر مسلم کا علم  
 دین میں مقابلہ نہیں کر سکتے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ نالی میں پھینکی گئی اینٹ  
 کے پھینٹے اُن ہی پر پڑیں گے۔

لیکن حسد و عداوت علیؑ کے تحت وہ اپنے گھر میں خوب گر جتے ہیں۔  
 دشمن اُسے کتراتے ہیں لیکن اپنے مسلم بھائیوں سے نہر آزار پہنے کے لئے  
 ہر وقت موقعہ کی تلاش جاری رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حبیب وہ علم  
 کے ہر میدان میں ہم سے شکست کھا گئے تو اپنی بھڑاس نکالنے کے  
 لئے عدالت میں چل دئے۔ حالانکہ وہ اپنی معاملات میں بڑی سے بڑی  
 عدالت کو بھی برا اختیار نہیں ہے کہ حکم خدا اور رسولؐ کے خلاف کوئی فیصلہ  
 صادر کر سکے۔ محزون علم و حکمت منارا ایمان سے دُوری کی وجہ سے نوا  
 کی جہالت کا یہ علم ہے کہ کہتے ہیں کہ شیعوں نے کلمہ میں اضافہ کیا ہے  
 چونکہ صفائی کا حق ہر کوئی استعمال کر سکتا ہے۔ اس لئے ہم نے ضروری  
 سمجھا کہ اس اعتراض و الزام کا واضح جواب دے دیں تاکہ عوام الناس  
 کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ یہ رائے قائم نہ کرے کہ جو مذہب دین میں  
 شریعت و اضافہ کا سخت مخالفت ہے وہ کلمے میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

چنانچہ عرض یہ ہے کہ شیعوں نے کسی کلمہ میں کسی قسم کا نہ تو کوئی

اضافہ کیا اور نہ ہی تحریف۔ بلکہ حکم رسولؐ کے مطابق شیعہ اقرار ولایت کے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔ جس کی ضرورت و اہمیت پر ہم نے گذشتہ اوراق میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ علیؑ کو ولی یا امام یا خلیفہ ماننا اسی طرح ضروری ہے جس طرح توحید و رسالت کا کیونکہ دین کا مل کا یہ آخری حکم ہے کہ بعد از رسولؐ حضرت علیؑ علیہ السلام کو مولا مانا جائے۔ چونکہ اس حکم رسولؐ خدا کا نفاذ آپؐ کی رحلت کے بعد سے فی الفور شروع ہو جاتا ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس حکم کی سجاوڑی کرے۔ ہمارے نزدیک اقرار ولایت جزو کلمہ نہیں بلکہ شرط ایمان ہے۔ اور قرآن مجید سے ہم نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ محض کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے یعنی صرف۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

کہہ کر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضرت امیرؑ کی ولایت پر ایمان نہ رکھے۔ اس ایمان کے اظہار کے لئے ہم اعلانیہ ولایت کا اقرار کر کے حکم رسولؐ کی اتباع کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارا کلمہ مستند و معتبر ہو اور اسے شرف قبولیت حاصل ہو کیونکہ ہمیں قرآن نے سبق دیا ہے کہ محض کلمہ مذکورہ بالا کے اقرار سے بعض اوقات منافق ہونے کا شبہ بھی ہو سکتا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ کلمہ پڑھتے ہی ہم منافقت کا سر بھی قلم کر دیتے ہیں۔

واضح ہو کہ تحریف دو طرح کی ہوتی ہے لفظی یا معنوی کسی کلمہ کے

اصل الفاظ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا لفظی تحریف ہوتا ہے اور کسی کلمے کے مفہوم میں رد و بدل کرنا معنوی تحریف کہلواتا ہے۔

لیکن کسی کلمہ کو اپنی جگہ پر مینے دینا کبھی بھی تحریف نہیں ہے۔ مگر افسوس بغض علیؑ نے کیا کیا گل کھلائے ہیں کہ بغیر کسی تبدیلی کے ہی ہم پر کلمہ میں تبدیلی کا الزام ہے بنیاد عائد ہے۔ کیا کوئی شخص ثابت کر سکتا ہے کہ کوئی شیعہ کلمہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

نہیں پڑھتا یا ان الفاظ میں کوئی تبدیلی کرتا ہے۔ یا ان الفاظ کے معنی میں کوئی رد و بدل کرتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس دو کلموں کے مجموعہ کلمہ میں کوئی تبدیلی لفظی یا معنوی شیعوں کے ہاں موجود نہیں ہے۔ البتہ اسی کلمے کو جامع بالوضاحت و تشریح کرنے کے لئے ہم اقرار ولایت کرتے ہیں اور اس کے لئے عموماً ہم :-

عَلِيٌّ وَلِيُّ اللَّهِ، وَصِي رَسُولِ اللَّهِ وَخَلِيفَةُ بِلَا فَضْلٍ

کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ جس سے نہ ہی خدا کی توحید کے مفہوم میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے اور نہ ہی رسالت محمدیہ میں۔ بلکہ دونوں باتوں کی اہمیت و راسخ اور نمایاں ہو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں خدا کی توحید اور رسول کی نبوت کو ولایت سے مستند کر کے اللہ کی حاکمیت اور رسول کی وصیت کی تشریح کر دیتے ہیں) یہ کلمہ نہ تو اقرار توحید کے منافی ہے اور نہ ہی اقرار رسالت کے خلاف ہے۔ بلکہ اس اقرار سے یہ کلمہ



۲۰۷

طیب و ارفع ہو جاتا ہے اور مقبول خدا اور رسول بن جاتا ہے۔ کسی کلمے کی ایسی "تشریح" مانع کلمہ نہیں ہوتی ہے جس سے معنی و مفہوم میں کوئی تبدیلی نہ ہو بلکہ مطالب کی وضاحت ہو۔

مثلاً اگر کوئی شخص یوں پڑھتا ہے یا لکھتا ہے کہ :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

سائلانِ دین کے مطابق یہ کلمہ میں اضافہ ہوگا۔ مگر کوئی مسلمان بھی اُن کی اس توضیح کو نہیں مانے گا۔ بلکہ کہے گا کہ بسم اللہ شریف سے کلمہ پڑھنے میں اور ثواب ہے۔ حالانکہ بظاہر ایک اور کلمہ کا اضافہ ہو چکا ہے۔

تو پھر غلامِ نقطہ بائے بسم اللہ یہاں کہے گا اگر تلاوتِ بسم اللہ مانع کلمہ نہیں تو ذکرِ نقطہ بائے بسم اللہ سے آخر کیا دشمنی ہے۔ ۹۔

اللّٰهُ اللّٰهُ بائے بسم اللہ پدر

معنی ذبحِ عظیم "آمد سپر" (اقبال)

اسی طرح حکمِ شریعت یہ ہے کہ جب بھی حضور کا اسم مبارک آئے۔

قاری، سامع ناظر سب پر واجب ہے کہ آپ پر درودِ شریف پڑھیں۔ پس میں نے جب کلمہ پڑھا تو کہا :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم



کیا کوئی صاحب ہوش مسلمان میرے پڑھے ہوئے درود کے کلمے کو مانع کلمہ تسلیم کرے گا ؟ بلکہ میرا درود نہ پڑھنا معیوب ہو گا اور حکم یہ ہے کہ حضورؐ پر پورا درود پڑھا جائے کیونکہ ادھر درود الپس لوٹا دیا جائے گا یعنی قبول نہ ہوگا۔

اب اگر درود مانع کلمہ نہیں ہے تو پھر صاحب درود سے آخر کیا عداوت ہے ؟ کیا حضرت علیؑ پر درود نہیں ہے ؟

اہل سنت کے امام الائمہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ  
یا اھل بیت رسول اللہ جبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ  
کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لا صلوة لکم  
اے اہل بیت رسول تم سے محبت رکھنا اللہ نے قرآن میں  
جو اس نے نازل کیا ہے فرض قرار دیا ہے تمہاری عظمت و شان کیلئے  
یہی بات کافی ہے جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی قبول نہیں  
ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جس طرح تلاوت بسم اللہ شریف و درود شریف  
مانع کلمہ نہیں ہے۔ اسی طرح اقرار ولایت شاہ نجف اثر کلمہ میں نہ  
ہی کوئی اضافہ ہے اور نہ ہی کسی بھی قسم کی کوئی تحریف۔

یاد رکھیں۔ اگر مخالفین ایسے اچھے بہکندے استعمال کر کے  
اتحادِ ملت کا شیرازہ بکھیرنے کی ناپاک کوشش کریں گے تو خود ہی  
اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں گر جائیں گے۔ تحریف و اضافہ کی بات  
چھیڑنے سے پہلے اُن کو اپنے گریباؤں میں خوب جھانک لینا چاہئے۔

ہم نے اوپر بیان کیا کہ قرآن میں ایک لفظ کا اضافہ بھی اگر کوئی اپنی طرف سے کرے گا تو وہ تحریف ہوگی لہذا سورہ فاتحہ کی تلاوت میں ”آمین“ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ورنہ قرآن مجید میں اس لفظ کو دکھا دیجئے۔ یا پھر کسی اور دعائیں اس بقاعدگی سے ”آمین“ کا رواج ثابت کر دیجئے۔ یہ تو سچی آپ کے اضافہ کی ایک معمولی جھلکی اور حذف کا یہ عالم ہے قرآن میں سوائے سورہ توبہ کے ہر سورہ میں بسم اللہ شریف کی تحریر ہے لیکن آپ کے ہاں اکثر و بیشتر اسے اڑا دیا جاتا ہے۔ ذرا شرعی حکم تو دکھا دیجئے۔ کلمہ تو قرآن کی دو آیات کا مجموعہ ہے اور پورا کلمہ کسی ایک آیت میں نہیں۔ لیکن آپ تو ماشار اللہ کتاب خدا کی تلاوت کرتے وقت پوری آیت غائب کر دیتے ہیں یا اپنے الفاظ کو خدا کے کلام میں ملا لیتے ہیں۔ فافہم رٹ میں آپ نے کلمہ اور نماز دونوں کو برابر کے ستون بتایا ہے۔ اب ذرا یہ فرمائیے۔ کہ ثنا و تشهد کے الفاظ زمانہ رسولؐ میں کہاں تھے؟ اگر حضورؐ کے زمانے میں کسی نے پڑھے ہوں تو کسی متواتر حدیث کا حوالہ دیجئے یا قرآن مجید سے ثابت کیجئے۔

معلوم یہی ہوتا ہے کہ اپنے عیب چھپانے کی خاطر نئی نسل کی توجہ اس سے ہٹائی جا رہی ہے کہ اگر کہیں بہ بچے شیعہ دینیات جان گئے تو برسوں کے جمع شدہ جھوٹے الزامات کی قلعی کھل جائے گی۔ لیکن اگر آپ کو اپنا بھرم ہی رکھنا ہے تو ٹھیک ہے اپنے بچوں کو ہماری دینیات نہیں پڑھوائیے ہم یا حکومت کو نسا آپ پر جبر کر رہے ہیں جو ہر شناس

خود ہی میرے شناخت کر لیں گے !  
 علیٰ ہذا البیان ہم نے مکمل ثابت کر دیا کہ مکے میں اقرارِ ولایت علیؑ  
 نہ ہی کوئی بدعت ہے اور نہ ہی یہ کسی بھی لحاظ سے مانع کلمہ ہے۔ اس لئے  
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ  
 عَلِيُّ وَلِيُّ اللَّهِ وَصِي رَسُولِ اللَّهِ وَخَلِيفَةُ بِلَا فَصْل  
 الکلمہ طیبہ ہیں یہ کلمہ مستند ہے کلمہ مقبول ہے۔ ضامنِ ایمان ہے۔  
 افضل الذکر ہے۔ اور فوزِ عظیم ہے۔

## مولوی دوست محمد قریشی کے اعتراضات

مولوی دوست محمد قریشی صاحب نے ایک رسالہ موسومہ ”جلالہ  
 الافہام“ مکتبہ المسنّت کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ کم ذریعے شائع  
 کیا ہے۔ اس میں شیعوں سے ایک سو سوالات کے جوابات طلب  
 کئے ہیں۔ ان میں اعتراض ۷۶ تا ۷۹ کلمہ سے متعلق ہیں۔ لہذا ان کا جواب  
 لکھ دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔  
 اعتراض ۷۶۔ اہل سنت جو کلمہ پڑھتے ہیں وہ آپ کے نزدیک پورا  
 ہے یا ادھورا۔

جواب :- چونکہ اہل سنت ولایت علیؑ کے منکر نہیں ہیں، اس

صلہ ”سوسنار کی ایک لہار کی“ انہی اعتراضات کا جواب ہے۔

نئے اُن کے کلمے کے بارے میں کوئی شیعہ یہ گمان نہیں کرتا کہ اہلسنت اپنا کلمہ پورا نہیں پڑھتے۔ ہاں اگر کوئی نام نہاد سنی بغضِ علیؑ کے ساتھ اہلسنت والا کلمہ پڑھتا ہے تو وہ کلمہ نہ ہی پورا ہے اور نہ ادھورا بلکہ اذروئے قرآن کلمہ کفر ہے۔ سورہ توبہ ملاحظہ فرمائیجئے۔

اعتراف ۵۷ :- اگر پورا ہے تو اعلان فرما دیجئے تاکہ اہل سنت کے کلمہ کے متعلق شبہات دور ہو جائیں۔

جواب :- شیروں کیلئے گڑ پڑا ہے۔ لیکن چونکہ ولایتِ علیؑ سے مستند نہیں ہوتا ہے اس لئے شبہہ نفاق رفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ سورہ منافقون میں اس اقرار کو اللہ نے ثمراتِ قبولیت نہیں بخشا اور ایمان و نفاق کی کسوٹی اذروئے قرآن و حدیث و ولایتِ علیؑ ہے اس لئے ضروری ہے کلمہ میں ذکرِ علیؑ کمر کے اپنے آپ کو نفاق سے بری الزمہ ظاہر کر دیا جائے۔ تاکہ شرک، کفر اور نفاق کے تینوں شبہات دور ہو جائیں۔

اعتراف ۵۸ :- اگر ادھورا ہے تو حیاتِ القلوب میں ملا باقر مجلسی نے یہ لکھا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر نبوت پر اہلسنت والا کلمہ ہے۔

جواب :- ہر نبوت پر ولایتِ "علی ولی اللہ" کے درخشندہ قدموں کے نشانات دیکھ کر بھی قریشی صاحب ایسا سوال پوچھ رہے ہیں۔ علیؑ کے پیروں کی خاک یہ جواب دے رہی ہے کہ وہ کلمہ حق ہے۔

سبیلِ سکینہ

اور علی ولی اللہ خود حضورؐ نے پڑھا اور اللہ نے درجنت پر لکھا جسے ضعیف اور اہلسنت دونوں پڑھتے ہیں۔

**اعتراض ۹ :-** غزوات حیدری کے ص ۱۹ سطر ۱۱ میں ہے کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں تو وہی کلمہ حضور علیہ السلام نے پڑھایا جو اہلسنت پڑھتے ہیں۔ فرمائیے حضرت خدیجہ کے ایمان کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے۔

جواب :- حضرت خدیجہ ولایت علیؑ کی مُنکر نہ تھیں۔ حالانکہ ایمان ولایت کا حکم دین کا آخری حکم ہے اور اس کا لغاؤ بعد از رسولؐ ہے۔

چونکہ حضرت اُم المؤمنین حضرت علیؑ کی والدہ کی حیثیت رکھتی تھیں لہذا ماننا پڑتا ہے انہیں علیؑ سے کوئی بغض و دشمنی نہ تھی۔ پس اُن کی مثال سے کلمہ کا سوال کرنا معقول نظر نہیں آتا۔ وہ کل ایمان کی صلہ تھیں نئی دُعا ہجر سے قبل ہوئی اور اُس وقت دین مکمل نہیں ہوا تھا۔ اگر اُن کی مثال لیں ولایت کے اقرار کو غیر ضروری قرار دیا جائے تو پھر ثابت کریں کہ اُن کا نماز جنازہ نہ پڑھایا گیا تو آج سب مسلمانوں میں نماز جنازہ فرض کفایہ کیوں ہے؟

پس ان جوابات سے نتیجہ یہ اخذ ہوا کہ کلمہ کو کلمہ مقبول بنانے کے لئے بعد از رسولؐ ہر امتی پر ضروری ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو "ولی اللہ" ماننے وہ نہ اس کا کلمہ پورا یا ادھورا ہونا تو درکنار قابل اعتبار ہی نہ رہے گا قریشی صاحب اپنے دوست عمر اچھروی صاحب سے بے شک پوچھ لیں۔

مانتے تو قریشی صاحب آپ بھی ضرور ہیں مگر پتہ نہیں کلمہ کے ساتھ اس کا

۲۱۳

ذکر کرنا کیوں گوارہ نہیں سمجھتے۔

چلے خدا کی قسم اگر آپ اخبار میں چھپوا دیں کہ  
”دوست محمد قریشی علیؑ کو اللہ کا ولی اور رسول کا خلیفہ تسلیم  
نہیں کرتا۔“

تو اشتہار کی اجرت میں اپنی گرہ سے دوں گا۔  
مگر اللہ آپ ایسا کبھی بھی نہیں کر سکتے۔ دل سے مانیں گے مگر  
زبان سے نہیں کہیں گے۔

مجلس تحفظ حقوق المسئمت ملتان کی یادداشت  
برائے

ممبران قومی اسمبلی و سینیٹ پر تبصرہ

اسلام دینِ حریت ہے۔ جو غلامیوں سے نجات دلا کر صرف اطاعت  
خداوندی جو دراصل اطاعتِ رسولؐ ہے کی پابندی عائد کرتا ہے۔  
اس میں بھی کسی فرزندِ آدم پر ”جبر“ کرنے کی اجازت نہیں دیتا  
کہ کسی قسم کا دباؤ یا تشدد بردہ کے کار لا کر اُسے حلقہ بگوشِ اسلام  
کیا جائے۔ آزادی رائے، حریتِ ضمیر اور کشادہ فکری انسان کے بنیادی  
حقوق ہیں اور اسلام ان کے تحفظ کا ذمہ دار ہے۔ اسی لئے اسلامی معاشرہ  
میں زحیٰ اور مسلمان دونوں کو مساوی اور آزادانہ حقوق حاصل ہیں۔

ذمیوں کے حقوق کا تحفظ اُن کی ملکیت اسلامیہ سے وفاداری کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اسلام کسی شہری کی کسی قسم کی آزادی نہیں چھینتا ہے۔ تاقتیکہ ایسی آزادی معاشرے کے اخلاقی حُسنات چھیننے کے درپے ہو۔ خصوصاً تبلیغِ دین کے سلسلے میں لا اکل لا فی العین کا لازمی قانون موجود ہے کہ دینی معاملات میں نہ ہی کوئی جبر ہے اور نہ ہی دھونس بازی۔ لیکن اسلام تبلیغ و اشاعت کے حُسنات سے بھی غافل نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے مواعظِ منہ کی عمدہ ماہِ تعلیم دیتا ہے۔

”دعوتِ دین“ ایک طرف ہر دیندار کا فرض ہے دوسری طرف اس پر عمدہ طریقہ تبلیغ و عدم تشدد کی پابندیاں ہیں۔ کیوں کہ یہی متوازن راہ دوسروں کو راہِ راست پر لانے کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کو تعلیم ہے کہ وہ علم و اخلاق کے ہتھیاروں سے غیر مسلموں کے دل فتح کریں نہ کہ تلوار و طاقت کا استعمال کر کے زبردستی لوگوں کو اپنے دین میں داخل کریں۔ کیوں کہ اسلام نزاکتِ فطرت کا مزاج شناس ہے اُسے معلوم ہے کہ تلوار کی فتح دائمی نہیں ہو سکتی۔ آج ہماری تلوار تیز ہے کل دوسرے کی ہو سکتی ہے اور پھر جبری مسلمان کبھی بھی خلص نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے اسلام کی تسلیم یہ ہے کہ کسی کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کے لئے عمدہ و خوبصورت علمی مناظرہ اور بہترین نمونہ اخلاق پیش کیا جائے۔

جب غیر مسلموں کے لئے اسلام زبردستی پسند نہیں کر سکتا تو پھر



مسلمانوں کے اندرونی اختلاف عقائد میں کس طرح اس راہ متشامہ کو گوارہ کر سکتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں دینی عقائد کا تحفظ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ البتہ بشرط وہی ہے کہ ہندو وعظ پُر چار ایسے خوبصورت انداز سے کئے جائیں کہ فریقِ مخالفت کی اخلاقی و معاشقہ دل آزاری نہ ہو۔ اور یہ بات قابلِ فہم ہے کہ جب بھی کسی اختلافی پہلو پر گفتگو ہوگی تو فریقِ مخالفت پر تنقید کا ہونا ناگزیر امر ہے لہذا صحت مند تنقید کو گوارہ کرنا فراخ دلی اور کٹاوتہ فہمی کی دلیل ہے جس کو اسلام پسند کرتا ہے۔ اور اسوۂ رسولؐ سے یہ بات مکمل طور پر ثابت ہے۔ اب اگر کوئی شخص صحت مند تنقید کو ذاتیات و اندھی عقیدت کے پیشِ نظر بُرا جانتا ہے تو اس کی دوہی بڑی وجوہات ہو سکتی ہیں اول یہ کہ اس کا موقف اتنا کمزور ہے کہ اسے اپنی علمی لیاقت سے تقویت نہیں پہنچا سکتا۔ لہذا خدا اُسے سننا گوارہ نہیں کرتا اور دوم یہ کہ ایک طرفہ برٹ دھرمی کا عادی ہے۔ اور یہ دونوں صورتیں اخلاقیات میں عیوب شمار ہوتی ہیں۔

مثلاً یہ کہ اسلام کے دو بڑے فرقے ہیں سنی اور شیعہ۔ ان میں سب سے بڑا اختلافی مسئلہ ”ولایت و امامت“ کا ہے چونکہ سنی حضرات اس اصل کو اپنے عقائد اسلام میں تسلیم نہیں کرتے اس لئے اُن کو یہ ہر ملاحق حاصل ہے کہ اُن وجوہات کو بالوضاحت بیان کر سکیں کہ اسباب کی بنا پر یہ عقیدہ اُن کے ہاں تسلیم نہیں کیا جاتا اب ظاہر ہے اس کی تفصیل میں وہ ایسی بحث جرح کریں گے جو شیعوں



کے عقائد کے خلاف ہوگی۔ اب اس پر اگر شیعہ یہ شور مچا دیں کہ سنی اپنی صفائی کیوں بیان کر رہے ہیں تو برائے خدا اس واویلا کی مذمت کرے گا۔ اسی طرح شیعوں کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ ثابت کریں کہ کس اساس پر ان کے اس عقیدے کی بنیادیں استوار ہیں۔ اور جب وہ اپنی صفائی میں دلائل پیش کریں گے تو ضروری ہے کہ مسلکِ سنیہ کے خلاف ہونگے لیکن رواداری کا تقاضا یہ ہوگا کہ ان کی تردید پیش کی جائے نہ کہ ان کی زبان و قلم پر پھرے بھادے جائیں۔ اور ان کی اظہارِ رائے سلب کر لی جائے۔

اگر صاف ستھرے، محققانہ اور غیر متعصبانہ ماحول میں ایسے علمی مناظرے، فہمی تنقید اور ستھری وکالت و صحافت جاری رہے تو یقیناً عوام الناس کے لئے فائدہ مند ہوگی اور ایک دوسرے کے خیالات سمجھ کر اپنی آزادانہ رائے قائم کر سکیں گے۔ جو شہریت کے اصول میں مشن ہے۔ اظہارِ رائے پر پابندی دنیا کے کسی قانون میں بنظرِ تحسین نہیں دیکھی جاتی چہ جائیکہ اسلام جیسے عالمگیر نظام کو اس سے متہم کیا جائے۔ اگر ایسی آزاد صحافت، بے باک وکالت اور بے لاگ خطابت کو خلوص نیت سے پروان چڑھایا جائے تو صدیوں پرانے اختلافات از خود مٹ سکتے ہیں۔ اور ملت کا اتحاد و منظم دستِ حکم ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اس راستے میں تعصب، جانبداری اور اندھی عقیدت کے پتھر اڑا دئے جائیں تو یہ لاوا اندر ہی اندر پک کر کسی بھی وقت پھٹ کر شدید تباہی کا سبب ہو سکتا ہے۔

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں آباد مسلمانوں کی اکثریت کا مذہب اہل سنت والجماعہ ہے۔ اور اس کے بعد دوسرا فرقہ بلحاظ آبادی شیعان اہلبیت رسولؐ کا ہے۔ باقی سارے گروہ بعد کی پیداوار ہیں۔ ان دونوں فرقوں میں عقائد و فقہ کے کچھ اختلافات ہیں جو تیرہ چودہ سو سال سے جوں کے توں چلے آ رہے ہیں۔

اسلامی تاریخ سے واقف بشرخص یہ جانتا ہے کہ جب کبھی بھی ان اختلافات کو علم کی بجائے طاقت سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج ناخوشگوار موصول ہوئے۔ کیونکہ جنگ و جدل مسائل کا حل نہیں ہوا کرتے۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس کے قوانین جامع و اٹل ہیں۔ اس کا قانون ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان یکساں ہو کر بھی کسی ایک فرد غیر مسلم کو بزورِ شمشیر زبردستی مسلمان نہیں بنا سکتے۔ تو پھر کسی اسلامی ریاست میں ایک اکثریتی فرقہ کو کس قانونِ اسلامی کے مطابق یہ حق حاصل ہے کہ وہ دوسرے اسلامی فرقہ کو جس کی تعداد اس سے کم ہے۔ زبردستی اپنے عقائد کی تسلیم پر مجبور کرے۔ کم سے کم اس جارحانہ مطالبہ کو دینِ اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

دینی معاملات میں کثرت و قلتِ تعداد کو کسی طرح کا کوئی مقام حاصل ہی نہیں ہے تو پھر اکثریت کی بناء پر استحقاق کیسا؟ اگر کثرت و قلت کو بنیاد بنا کر دینی مسائل کا حل تلاش کرنا شروع کر دیا جائے تو پھر

تو شاید ہی کوئی دینی حکم ایسا رہ جائے جو باقی بچے۔ مثلاً یہ کہہ مسلمانوں کی اکثریت کا یہ حق ہے کہ وہ کہہ سکے کہ ہم بے نمازی تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور تم نمازی آٹے میں نمک ہو۔ اس لئے تم بھی نماز نہ پڑھو۔ ہمارے نزدیک کوئی مسلمان اس توضیح کو تسلیم نہیں کرے گا۔ بلکہ یہی کہے گا کہ نماز دین کا رکن ہے۔ بنیادی جمہوریت کا الیکشن نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ نفرتی کثیر آبادی قلیل کی بنیاد پر دین میں استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ ہاں جائز شہری معاشرتی حقوق میں البتہ اس حق کو مانا جاسکتا ہے۔ لیکن ”دین و ایمان“ کے معاملے میں یہ سہمیا رزنگ آلودہ اور کند ہے۔

قرآن مجید کے اس حکم کے بعد کہ :-

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (سورہ کافرون)

یعنی تمہارے لئے تمہارا دین میرے لئے میرا دین ہے۔ کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کسی کو اس کے دین کے معاملے میں اکثریت کی دھونس سے ہراساں کرے۔ یہی قاعدہ مذہب کے متعلق ہے۔

دستور معاشرت یہ ہوتا ہے کہ اکثریت ہمیشہ اقلیت کے مفادات کے تحفظ کی حامی ہوتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کسی مملکت میں ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ محافظین ہی اپنی ذمہ داری سے غافل ہو کر تشدد و پراثر آئیں۔ اولاً تو یہ بات ہی عجیب نظر آتی ہے کہ اکثریتی جماعت حامل حکومت ہونے کے باوجود اپنے سے کہیں چھوٹی جماعت سے حقوق طالب کرے۔ اور اگر کوئی دریافت کرے کہ بھائی وہ کیا حق ہے جو آپ مانگ رہے ہیں

تو جواب یہ ملے کہ جماعت قلیل کی زبان بندی کر دی جائے، اپنی مائے اُن پر مسلط کی جائے۔ اُن کو دین و عقائد سے زبردستی ہٹایا جائے اور مجبور کیا جائے کہ وہ ہمارا دین قبول کر لیں۔ اور اپنا دین دفن کر دیں کہ ہماری متعصب طبائع متحمل نہیں ہو سکتی ہیں کہ اُن کا دین پھیلے پھولے۔

اگر ایسے مطالبات جو ایک اکثریتی جماعت ایک چھوٹے گروہ سے طلب کر رہی ہے کسی بھی صاحبِ انصاف شخص کے سامنے رکھے جائیں تو سُسرور رہے بغیر نہ رہ سکے گا۔ چنانچہ ایسے ہی مطالبات کی ایک یادداشت انجمن حقوق اہلسنت پاکستان (ملتان) نے عمران قومی اسمبلی و سینٹ کی خدمات میں پیش کی ہے۔ جس کی خاص خاص باتیں اپنے تبصرہ کے ساتھ ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔ لیکن ملتان کی یادداشت پر غور فرمائیں لکھتے ہیں :-

۱۔ ”ہم پاکستان کی عظیم اکثریت اہلسنت کی طرف سے آپ کی توجہ ایک ایسے اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتے ہیں۔ جس سے صرف نظر کرنا اور اس کے متوقع نتائج کو نظر انداز کرنا پاکستان کے لئے بوجہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ حضرات نے شاید اس مسئلہ کو اتنا اہم نہ سمجھ کر اس کا نوٹس نہیں لیا۔“

تبصرہ :- عظیم اکثریت کے بل بوتے پر ایسا جادو خانہ اور دھمکی آمیز اندازِ گفتار ملک کے خلافت اندرونی سازش کی عکاسی کر رہا ہے۔ اگر مسئلہ دینی و مذہبی ہوتا تو قرآنی حکم ”لا اکسر لافى الدین“ کی ہدایت کے مطابق مواعظِ حسنہ والی گفتار ہوتی۔ مگر دین کی آڑ میں سیاسی ہتکار ہو رہا ہے۔

۲۔ اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی بھی تشکیل کی گئی تھی جس میں شیعہ اور سنی علماء کو برابر نمائندگی دی گئی تھی (حالانکہ اس وقت اہلسنت کی طرف سے شدید احتجاج کیا گیا تھا۔ کہ ملک کی عظیم اکثریت اور معمولی اقلیت کو برابر نمائندگی دینا شدید انصافی ہے۔ اور اسی طرح شیعہ نمائندگان کا چناؤ شیعہ جماعتوں سے کرنا اور سنی حضرات کے نمائندگان کو حکومت کی طرف سے نامزد کر دینا بھی سنی اکثریت کے ساتھ ظلم ہے) تبصرہ :- ملکی آئین کے مطابق ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے دینی عقائد کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ لیکن چند متعصب و شہریر عناصر نے مسلمانوں کی ایک جماعت شیعانِ حیدرؑ کو ان بنیادی حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کی۔ لہذا حفاظتِ دین و عقائد کی خاطر قلیل جماعت نے کثیر جماعت سے یہ مطالبہ کیا کہ آئین ملکی اور قانونِ اسلامی کے مطابق ان کا جائز حق محفوظ کیا جائے۔ اس مطالبہ پر کئی سال غور و خوض ہوتا رہا حالانکہ یہ مطالبہ بالکل آئینی، فطری اور اسلامی تھا۔ پھر بھی کچھ ناگفتہ بہ وجوہات کے باعث اس مطالبہ کو التوا نہیں رکھا گیا۔ اس دوران ملک دشمن لوگ اشتعال انگیز کارروائیاں کرتے رہے تاہم کثیر جماعت کی حکومت کو خدا نے ایمان و انصاف کی راہ دکھائی چنانچہ انہوں نے اپنی جماعت اور مطالبہ کنندگان کے گروہ سے اکابرین کی ایک کمیٹی بنائی۔ چونکہ دینی معاملہ تھا لہذا کثرت و قلتِ مصل سے ناگزیر عقل و انصاف کے خلافت تھا۔ اور پھر دستورِ مملکت کی خلاف ورزی

محاط سے بھی فریقین کی حیثیت مساوی ہو اگرتی ہے۔ حکومت جماعت کثیرہ نے برابری کی بنیاد پر فریقین کو نمائندگی دیکر انصاف کا تقاضا پورا کیا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو حکومت پر جانبداری کا الزام آجاتا۔ چونکہ حکومت جماعت کثیرہ ہی کی ہے لہذا اسے جماعتی حق تھا کہ وہ اپنے معتمد نمائندے منتخب کرتی۔ اگر حکومت جماعت کثیرہ کے خلاف نظریات کے حامل افراد کا چناؤ کرتی تو بلاشبہ قصور وار ہوتی۔ پس حکومت نے نہ ہی اپنی جماعت کثیرہ کے ساتھ کوئی ظلم کیا اور نہ ہی بے انصافی واضح ہو کہ یادداشت میں "اقلیت" کا لفظ انتہائی رکیک مفہوم سے تحریر کے محرکین نے شیخان حیدر کمرار کے جذبات ایمانی کو حرکت دی ہے۔

”اقلیت“ کا اس ملک میں اصطلاحی مطلب ”غیر مسلم“ ہے جیسا کہ حال ہی میں احمدیوں کو اقلیت قرار دیا گیا ہے۔

لیکن ملکی اصطلاح کے مطابق شیخان آل محمد قطعاً اقلیت میں شمار نہیں ہوتے بلکہ دیگر مسلمانوں کی اکثریت میں شمار کئے جاتے ہیں اقلیت کا اطلاق محض عقائد کے اختلاف پر ہمارے خلاف استعمال ہوگا تو جماعت کثیرہ کی بھی تقسیم ہو جائیگی اور پھر یہ اکثریت والا عزور بھی خاک میں مل جائے گا۔ محرکین یادداشت بخوبی واقف ہیں کہ پھر ان کے تعداد ایک فیصد سے بھی کم رہ جائے گی۔ کیونکہ جماعت کثیرہ عقائد کے لحاظ سے بے شمار جماعتوں میں تقسیم ہے۔ مثلاً مقلد، غیر مقلد، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، دیوبندی، اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی، تفسیلی، معتزلی، قدری، چکوالوی، پروینوی، اہل قرآن، ناصبی وغیرہ وغیرہ۔

اور ان سب سے زیادہ، بڑی جماعت بریلوی ہے۔ جن کے عقائد شیعوں سے کچھ ملتے جلتے ہیں۔ اگر آپ کہیں کراؤں کے طریقے مہائے جیسے ہیں تو پھر ہم کہیں گے کہ مرزائیوں کے سارے اعمال و عبادات بھی آپ ہی کی طرح تھے جو کافر قرار دئے جا چکے ہیں۔ یہی ہی جماعت کی مختلف العقائد کا ارتکاب اس لئے چونکہ آپ کو اکثریت حاصل نہیں رہتی اور آپ کی تحریک کی بنیاد صرف اکثریت یہ ہے لہذا اسے واپس لے لیجئے۔ ورنہ اکثریت ثابت کر دیجئے۔

۳۔ ”اس کمیٹی نے بھی شاید مسئلہ کے اس پہلو پر غور کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ آیا شیعہ سنی نصاب و دنیا کی علیحدگی کے منفی اثرات کیا ہیں گے۔ اس کا ایک مثبت فائدہ تو ان کے پیش نظر تھا کہ شیعوں کا ایک دیرینہ مطالبہ پورا ہو جائے گا۔ اور وہ مطمئن ہو جائیں گے خواہ اس کے لئے اہلسنت کے جذبات کا ٹھون کرنا پڑے اور باوجود اکثریت کے ان کے حقوق کو پامال کیا جائے۔ اور خواہ باقی اقلیتیں بھی آئندہ اس فیصلے کی روشنی میں یہ مطالبہ کرنے لگیں کہ ہمارے بچوں کے لئے بھی علیحدہ اساتذہ رکھے جائیں۔ اور ان کے لئے بھی نصاب و دنیا کی علیحدہ مرتب کیا جائے لیکن یہ منفی اثرات شاید ان کی نظروں سے اوجھل رہے جن کی طرف ہم آپ کی توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ ردِ عمل کے طور پر ہمیں اہلسنت کے مطالبات آپ کے سامنے رکھنے چاہئیں تھے لیکن ہم ملکی سالمیت کے پیش نظر مثبت تجاویز آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں۔



اور یہی اسکا سبب ہے کہ آپ ان پر انتہائی سنجیدگی سے غور کریں گے۔“  
**تقریر :-** جماعت کثیرہ کی حکومت کا شکریہ کہ انہوں نے چھوٹی جماعت کا دیرینہ جائز مطالبہ کسی حد تک پورا کر دیا۔ لیکن محرکین یا دواشت کے جذبات کا خون ہو گیا۔ ان کے حقوق یا مال ہو گئے۔ اگر ان کے جذبات یہی ہیں کہ اسلام کے حکم کے خلاف کسی مذہبی عقائد میں طاقت استعمال کر کے رکاوٹ ڈالی جائے تو یہ جذبات لائق تعزیر ہیں۔ اور ایسے خود ساختہ حقوق جو تشدد کی بنیاد پر قائم ہوں اور ان کا مقصد ایک کمزور جماعت کی مذہبی آزادی چھین کر اپنے عقائد کی زنجیریں زبردستی پہنا نا ہوں تو ان حقوق کو نام حق دینا ہی حق کے خلاف بات ہے۔ دنیا کا کوئی قانون کسی اکثریتی جماعت کو یہ حق ادا نہیں کرتا ہے کہ وہ اپنے سے کہیں چھوٹی جماعت کے حقوق کو غصب کرنا لوٹنا اور یا مال کرنا اپنا حق سمجھے۔ خود ہی ایک حق کو تسلیم کر کے چھوٹی جماعت کو دیکر بھر زبردستی دھونس دالیں لے۔ اگر ایسے عزم کو حقوق کہا جائے تو ان کو با مال کرنا تو درکنار انہیں حقوق کہنا جرم قرار دیا جانا چاہیے۔

باقی رہ گیا اقلیتوں کے آئندہ مطالبے کا سوال تو اس کا جواب ہم نے پہلے ہی دے دیا ہے۔ تاہم حکومت جماعت کثیرہ کا آئینی فرض ہے کہ اقلیتوں کے مذہبی و مدنی مفادات کا تحفظ کرے اور عوام جماعت کثیرہ کی دینی و آئینی ذمہ داری ہے کہ ان کے بنیادی حقوق کی پاسداری و حفاظت کرے۔ کسی مسلمان کو یہ قطعی اختیار حاصل نہیں ہے کہ کسی غیر



مسلم کو اس کے عقائد کے مطابق تعلیم دین حاصل نہ کرنے سے۔  
 اقلیت کا اطلاق چونکہ غیر مسلمان پر ہوتا ہے اور پاکستان کا سرکاری  
 مذہب اسلام ہے اس لئے اُن کا یہ مطالبہ کہ اُن کے دین کو سرکاری دین کا  
 درجہ دیا جائے بلاشبہ ناجائز ہوگا۔ لیکن چونکہ آئین پاکستان میں  
 اُن کو مذہبی آزادی حاصل ہے لہذا اُن کے عقائد میں جبری مداخلت  
 نہ صرف قانوناً درست نہیں بلکہ خلاف شرع عہدی بھی ہے۔ اور شیعوں  
 کا مطالبہ جو کہ اقلیت نہیں ہیں بس یہی ہے کہ اُن کو بھی دینی تحفظ دیا جائے  
 اور اُن کو زبردستی خلاف عقائد تعلیم نہ دی جائے۔

ملکی سالمیت جس درجے آپ کو عزیز ہے اس کی پورسی عکاسی  
 آپ کی یادداشت سے ظاہر ہو رہی ہے اور ”رد عمل کے مطابق جو  
 مطالبات آپ نے اہلسنت کے درپردہ رکھے ہیں“ اُن سے ہم بخوبی واقف  
 ہیں۔ اور آپ ہماری تاریخ کا مطالعہ کر کے بخوبی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ  
 ہم حیدر کمار کے مانتے والے ہیں جو غیر فرامین ہیں۔ ہماری داستان  
 میں اگر صبر حسن و صلح جناب شہر کا اسوہ حسنہ موجود ہیں تو مگر کہ بلا  
 میں شجاعت حسین، وفائے عباسی، ایشاد اکبر، قربانی اصغر، اور  
 حوصلہ زینبیر بھی موجود ہے۔

ہمارے ۲۴ حسینیوں نے نیردلوں کی حکومت جماعت کثیرہ کی بنیادیں  
 اس طرح بنائی ہیں کہ اُن کے جھٹکے آج بھی محسوس ہو رہے ہیں۔ قلیجو  
 رد عمل تم تار ہے ہو ہمارا آئے مایا ہوا ہے۔ اور یاد رکھو تم نے ہمیں

۱۰ نام نیرد داخل دشنام ہو گیا اور لشکر نیرد کثرت تعداد کے یا وجود ملعون ہو گیا۔

ہرمیدان میں، ہر آزمائش میں جانچا پرکھا ہے۔ اور آزمائے ہوئے  
کو آزمانا بے وقوفی ہے۔

## شیعہ سنی نصاب کے منفی اثرات

اور

ہماری رائے (یادداشت)

آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ گزشتہ سال پاکستان میں  
مرنائیوں کے خلاف جمہور تحریک چلی تھی اور جس کے نتیجے میں قومی اسمبلی  
نے کافی بحث و تجویز اور غور و خوض کے بعد ان کو غیر مسلم اقلیت قرار  
دے دیا تھا اور جس میں سنی مسلمانوں کی مشغولیت کی وجہ سے شیعہوں  
نے اپنا مطالبہ تیز کر کے حسینی محاذ لگانے کی دھمکی دیکر فائدہ اٹھایا  
اس کی بنیاد کیا تھی؟ اس کی بنیاد یہی تھی کہ مسلمانوں نے یہ محسوس  
کر لیا تھا کہ مرزائی جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں ان کے عقائد  
اسلام کے خلاف ہیں۔ اور عملاً وہ مسلمانوں سے ایک الگ گروہ ہیں۔

ان کے غلط عقائد کی وجہ سے ان کے خلاف نفرت کے شدید جذبات  
پیدا ہو چکے تھے اور مسلمان ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے ہر  
قسم کی قربانی دینے پر تیار تھے۔ حالانکہ بظاہر وہ مسلمانوں جیسا ہی  
کلمہ پڑھتے تھے۔ اذان مسلمانوں کی دیتے تھے نماز ان کے طریقے کے مطابق

پڑھتے تھے اور کبھی بھی انہوں نے حکومت سے یہ مطالبہ نہ کیا تھا کہ ان کی دینی تعلیم مسلمانوں سے الگ کی جائے تو اب آپ بتائیے کہ:-

اب جب کہ ایک فرقہ جو اقلیت میں ہے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتا ہے اپنے ہی مطالبے پر اپنی دینیات (یعنی دین کے بنیادی اصول) الگ کر دیا رہا ہے۔ جس کا کلمہ مسلمانوں سے مختلف ہے۔ جس کی اذان عام مسلمانوں سے مختلف ہے جس کی نماز مسلمانوں کی نماز سے جدا ہے۔ جس کے بنیادی اصول دین عام مسلمانوں کے اصولوں کے مطابق نہیں تو کیا اس فرقہ کے خلاف مسلمانوں کے دلوں میں نفرت پیدا نہیں ہوگی اور یہ نفرت مستقبل میں ملکی سالمیت کے لئے نقصان دہ نہ ہوگی؟

**ہماری رائے** | مرزا یوں کے علاوہ ختم نبوت کی تحریک شیعہ سنی مشترکہ کوششوں سے کامیاب ہوئی۔ اس تحریک سے قبل شیعہ مطالبات کیٹی حقوق طلب کرتی رہی۔ سنیوں کی مشخوویت سے فائدہ اٹھانا پُر فریب بات ہے ملک کے تمام اخبارات اس بات کے گواہ ہیں۔ مرزا یوں نے ختم نبوت سے انکار کیا۔ لہذا کافر قرار دئے گئے۔

دراصل چونکہ وہ جماعت کثیرہ ہی میں سے پیدا ہوئے۔ اور ان کا جھوٹا نبی کبھی جماعت کثیرہ کا مستند مولوی و عالم تھا لہذا ان کے تمام ارکان اسلام اسی روایتی انداز میں قائم رہے۔ جماعت کثیرہ کے عقائد ہی کی تاویلات سے اُس نے جھوٹا نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اور جماعت کثیرہ کی کثیر تعداد نے اسے تسلیم کر لیا۔

جس بات کی دلیل ہے کہ اہل جماعت کثیرہ کے عقائد میں ایسی لچک موجود ہے۔ چونکہ مرزائیوں اور اہل جماعت کثیرہ کی دینیات ایک ہی تھی اس لئے اُن کی جانب سے مطالبہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اہل جماعت کثیرہ اور مرزائیوں میں اگر فرق تھا تو صرف یہ کہ "فتم نبوت" کے معنی دونوں فرقے جدا جدا لیتے تھے۔ اور یہی ایک اختلاف وہ اپنی الگ تبلیغی انجمنوں کے ذریعے جماعت کثیرہ کی کتابوں ہی سے ثابت کرتے تھے۔ لہذا یہ معاملہ جماعت کثیرہ کا داخلی معاملہ ہے۔ ذرا غور کر لیں۔ کہ مرزائیت کی پیدائش کے اسباب کیا تھے۔ ۹

آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ شیعہ کی بنیادی اصول اور عبادات آپ سے جدا ہیں۔ (اور مرزائیوں کی طرح آج کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ صدیوں سے ایسا ہی چلا آ رہا ہے۔) اس لئے ہم یہ حق رکھتے ہیں کہ اپنے بنیادی اصول و عبادات و عقائد کا تحفظ طلب کریں۔ اور اے صاحبان حکومت آپ پر دینی و قانونی فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ ہمارا مطالبہ پورا کریں کہ اس کا تعلق صرف ہماری جماعت سے ہے۔ ہم یہ کبھی بھی مطالبہ نہیں کرتے ہماری دینیات آپ بھی پڑھیں۔ صرف اپنا یہ حق ماننے ہیں کہ ہمیں ہماری دینیات پڑھنے دیجئے۔ اور بے شک محبت و پیار سے اپنی دینیات ہمیں پڑھا دیجئے۔ مگر تشدد سے نہیں۔ جبر سے نہیں۔ اگر ہم متعصب ہوتے تو ابتدا میں مڈل تک آپ کی دینیات کیوں پڑھتے؟ حالانکہ ابتدائی

اثرات اکثر دائمی ہوا کرتے ہیں۔ مگر آپ اکثریت کے نشہ میں اس قدر جوڑ میں کہ دین و دنیا کے سب قوانین کے خلاف ہمارا بنیادی حق چھین رہے ہیں۔

باقی رہ گئی نفرت والی بات تو یہ تو آپ کی گھٹی میں ہے۔ اور آپ کس پیش کردہ یادداشت اس کی آئینہ دار ہے۔ ہر سستی اور شیعہ واقف ہے کہ دونوں کی دنیات جدا ہے یہ کوئی ایسی نئی بات پیدا نہ ہوگی جو باعث نفرت ہو۔ البتہ آپ کے قابل نفرت خیالات مسلمانوں کے دو بھائیوں میں ضرور منافرت پھیلا رہے ہیں۔ اور یہ کوئی تازہ بات نہیں ہے۔ آپ کے عزائم ہمیشہ نفرت اھیز رہے ہیں۔

۲۔ رجب سکولوں میں شیعہ و سنی طلباء کی کلاسیں الگ ہوں گی۔ وہ دنیاوی مضامین پڑھنے کے لئے تو اکٹھے ہی بیٹھا کریں گے۔ لیکن جب مذہبی تعلیم (دینیات) کا پیرا آئیگا تو کلاسیں جدا ہو جائیں گی۔ استاذ الگ ہوں گے تو طلباء کے ذہنوں میں یہ بات نہ آئے گی۔ کہ شیعوں کا مذہب الگ ہے اور پھر شیعہ طلباء کی انتہائی قلیل تعداد دیکھ کر سنی طلباء کے ذہنوں میں یہ بات نہیں آئے گی کہ مرزائیوں کی طرح یہ بھی ایک اقلیتی فرقہ ہیں اور ہمارے مذہب کے خلاف ہیں۔

آخر وہ کون سا طریق کار ہوگا جس سے ان طلباء کے ذہنوں میں یہ بٹھایا جائے گا۔ کہ وہ بھی مسلمان ہیں اور تم بھی مسلمان ہو۔ تمہارا مذہب اسلام ہے۔ آپس میں محبت اور پیار سے رہو اور متحد ہو کر قوم و ملک کی

خدمت کرو۔“

ہماری رائے

معلوم ہوتا ہے کہ محرکین کو کبھی سکول یا کالج میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع حاصل نہ ہو سکا۔

اور ان کی درس گاہ کوئی تحفیدہ خانہ ہے کہ جہاں سازشیں جنم لیتی ہیں اور فتنے مرنے کا لہجہ ہیں۔ اگر انہوں نے کسی اسکول یا کالج میں داخلہ لیا ہوتا تو ایسا بے لگا۔ تاثر کبھی مرقب نہ کرتے۔ حالانکہ سکولوں اور کالجوں میں اکثر مضامین اختیار کی کلاسیں جدا ہوا کرتی ہیں اور طلباء اپنے اپنے اختیار کردہ مضامین اپنی اپنی کلاس میں پڑھتے ہیں۔ اور اس وقت کبھی کسی طالب علم کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوتا ہے کہ امجد اور رشید نے انگریزی ایک ہی ساتھ ایک ہی استاد سے پڑھی ہے۔ لیکن امجد معاشیات کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے پروفیسر سلیم کی کلاس میں چلا گیا ہے اور رشید شہریت پڑھنے کے لئے لیکچرار دین محمد کی جماعت میں آ گیا ہے۔ نہ ہی امجد کے ذہن میں کوئی ایسا خیال آئے گا اور نہ ہی رشید یہ سوچے گا کہ ہم میں جدائی کیوں ہوئی کیوں کہ جانتے ہیں کہ دونوں کے مضامین الگ ہیں۔

اسی طرح ملک میں اردو میڈیم اور انگریزی میڈیم کے طریقے رائج ہیں۔ لہذا ایک ہی مضمون دو مختلف زبانوں میں پڑھنے کے لئے الگ الگ کلاسیں ہوتی ہیں مگر ایسے تاثرات جو محرکین کے ذہن کی اختراع کبھی پیدا نہیں ہوتے۔

ایسے تعجب و نفرت کے خیالات اسی وقت جنم لیتے ہیں جب ذہن میں بغض و عناد پہلے سے موجود ہو۔ اور امر معلوم پر تعجب و نفرت پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیوں کہ یہ تو ہر ایک بچہ جانتا ہے شیعہ دینیات اور سنی دینیات میں اختلاف ہے۔ اور شیعہ آبادی تھوڑی ہے۔ سنی زیادہ ہے۔ لہذا اخلاقاً زیادہ تعداد والے کو چاہیے کہ تھوڑی تعداد والے کے مفادات کی حفاظت کرے نہ کہ مہجلی کی طرح بڑی چھوٹی کو نکل جائے۔

مذاہبوں کے بارے میں ایسا کوئی خیال ہی نہ کرے گا کیوں کہ ان کی دینیات اور اہل جماعت کثیرہ کی دینیات میں کوئی فرق نہیں ہے وہ تو اب بھی جماعت کثیرہ کی دینیات ہی پڑھ رہے ہیں۔

اور محبت و اتحاد کا طریقہ یہی ہو گا۔ کہ چھوٹی جماعت کے مطالبات تسلیم کر لینے پر بڑی جماعت کی قدر چھوٹی جماعت کی نگاہوں میں بڑھ جائے گی وہ دونوں ایک دوسرے کے بھائی بھائی بنکر اپنے عقائد کے مطابق خدمت دین و وطن کریں گے۔ ورنہ چھوٹی جماعت والے ہمیشہ بڑی جماعت والوں کو غاصب سمجھیں گے اور آئندہ تاریخ انہیں ظالم و حق تکف جماعت سے یاد کریں گی، بالفرض اگر بزرگ و بزرگ شیعہ دینیات نصاب سے خارج کر کے صرف سنی دینیات رہنے دی جائے۔ تو بھی محرکین کا لگان نفرت قائم رہتا ہے کیوں کہ شیعہ اپنی نماز الگ طریقے سے پڑھیں گے، روزے اپنے طریقے سے اقطار کریں گے۔ عزاداری سید الشہداء کی رسومات ادا کریں گے جس سے صاف ظاہر ہو گا کہ دونوں کی دینیات



الگ ہے۔ اور اُس صورت میں نفرت اور زیارہ ہوگی خصوصاً شیعہ قوم جماعت کثیرہ کو غاصب و ظالم سمجھے گی۔

پس محبت و پیار اور اتحاد اس کا تقاضا کرتے ہیں کہ طاقتور جماعت اپنی انفرادی قوت کا ہاتھ حق تلفی سے دور رکھے۔

۳ ”جب طلباء کے اندر تحسب پیدا ہوگا کہ شیعہ اور سنی دینیات میں کیا فرق ہے؟ پہلی دینیات میں کونسی ایسی باتیں تھیں جن سے شیعوں کے جذبات مجروح ہوتے تھے، جس کی وجہ سے انہوں نے نصاب کی علیحدگی کا مطالبہ کیا تھا اور وہ اپنے اساتذہ سے دریافت کریں گے۔ اپنی مسجدوں کے آئمہ اور علماء سے دریافت کریں گے اور پھر یہ معلومات حاصل کر کے شیعہ طلباء سے بحث و مباحثہ کریں گے جس میں نہایت باتھاپائی تک پہنچ سکتی ہے تو کیا تعلیمی اداروں میں پیدا ہونے والی یہ فضا ملکی سالمیت اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے مفید ثابت ہوگی یا مضر۔ ہمارے طلباء میں تحسب و تحقیق کے رجحان کا جنم لینا خوش آئند بات ہے۔ اگر جماعت کثیرہ کو اطمینان ہے کہ ان کی دینیات مستند اور صحیح ہے تو پھر اس بات کا انہیں کوئی اندیشہ ہی نہ ہونا چاہیے کہ شیعوں کے جذبات کسی غلط وجہ سے مجروح ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ تو ان کے تبلیغ دین کی بڑی آسان راہ ہوگی کہ شیعہ سنی دینیات کا موازنہ کر کے وہ آخرت کے لئے صحیح راستہ منتخب کر سکیں گے۔ چونکہ دین اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دین حق کی دعوت خالص صورت طریقہ اور محبت پیار سے دو



۱۲۳۲

اگر آپ کا مذہب یہی تعلیم دیتا ہو گا تو بحث و مباحثہ میں کبھی بھی غیر صحت مند ماحول پیدا نہ ہو سکے گا۔ اور اگر آپ کے مذہب کی تعلیم ایسی ہی ہے جیسی کہ یادداشت سے ظاہر ہے تو سمجھنا دار طلباء اس کو خیر باد کہہ دیں گے۔

فرقہ دارانہ فسادات و دنیاویات کے نصاب میں شامل ہونے کے بغیر بھی آپ لوگوں کی مہربانی سے ہوتے ہی رہے ہیں اور جب تک قوم پرست آپ کا سایہ موجود ہے حسبِ عادت آپ اس سے باز نہیں رہ سکتے۔ لیکن اب عوام بے دار ہو چکے ہیں۔ وہ آپ کے ایسے ہوائی قلعے کبھی تمیز نہیں ہونے دیں گے۔

بلکہ جب طرفین کو دونوں نظریات کا علم حاصل ہو گا ان کی علمی غرور و فخر میں اضافہ ہو گا۔ باہمی گفت و شنید سے ایک دوسرے کے خلاف غلط فہمیاں دور ہوں گی۔ فرقہ وارانہ کشیدگی کا امکان کم سے کم ہو گا کیوں کہ یہ فسادات اکثر و عموماً قلتِ علم کی وجہ سے جاہل طبقہ ہی شریروں کے ملاؤں کے کہے میں آکر برپا کرتا ہے۔ کبھی تعلیم یافتہ حضرات اس میں ملوث نہیں ہوتے ہیں۔

سپس ملکی سالمیت اور فرقہ دارانہ ہم آہنگی کے لئے اس سے بہتر اور مفید کوئی طریقہ نہیں ہے کہ جماعت کثیرہ اپنے وعدہ پر قائم رہے۔ اور ہمارے بچوں پر یہ زبردستی نہ کرے کہ وہ ان کی دنیاویات کی تعلیم ہی حاصل کریں اور اپنی دنیاویات نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہم یہ یا سکل نہیں کہتے ہیں کہ جماعت کثیرہ ہماری دنیاویات کی تعلیم ضرور حاصل کرے۔ (اور آخر ہمارے

۲۳۳

اس مطالبہ کو تسلیم کرنے میں کیا چیز حارِج ہے؟ شاید وہی جو ہم آگے بیان کریں گے۔

۴۔ اور جب یہ معاملات تعلیمی اداروں سے نکل کر طلباء کے ذریعے ان کے والدین اور خاندانوں تک پہنچیں گے تو پھر فرقہ وارانہ منافرت میں اضافہ ہوگا۔ یا باہمی محبت و الفت پیدا ہوگی۔ ظاہر ہے کہ نتیجہ نفرت و عداوت ہی میں نکلے گا۔

**ہماری رائے** شیعہ دینیات کا مطالبہ اہل جماعت کثیرہ کی موجودہ حکومت نے تسلیم کیا ہے۔ جبکہ اس سے پیشتر ایسا تھا۔ لیکن ہماری تاریخ گواہ ہے کہ ابتدا سے آج تک ہمارے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا رہا ہے۔ ہمیشہ نفرت و عداوت کا برتاؤ ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ ہم شیعہ کیوں ہیں؟

جب اہل جماعت کثیرہ کی نیت ہی بغض، نفرت اور عداوت پر منحصر ہے تو اس میں دینیات کے مسئلہ کا موجود ہونا یا نہ ہونا براہِ بظہر لیکن اگر اہل جماعت کثیرہ میں ذرا بھی کوئی شرافت کا مادہ ہے اور وہ قرآن کے اس حکم کو تسلیم کرتے ہیں کہ لا اکساک فی الدین "تو ان کو ایسی فرقہ وارانہ منافرت کے اضافہ کا احتمال نہیں ہوتا۔ ان کو ایسی فرقہ وارانہ منافرت کے اضافہ کا احتمال نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ مواظبت کے نتائج کا اُپیدوار ہونا چاہیے۔

یاد رکھیں! کہ نفرت و عداوت کا بیج ہمیشہ کمزور کی حق تلفی کر کے

۲۳۴

بویا جاتا ہے۔ فالہم۔ اگر اہلسنت کی حق تلفیاں نہ کی جاتیں تو فرقمہ ہی نہ بنتے۔

۵۔ پھر یہی طلباء جب اسکولوں اور کالجوں سے فارغ ہو کر ملازمتوں کے لئے کوشش کریں گے۔ مختلف اداروں میں جائیں گے اور ان کے ذہن میں موجود ہوگا کہ اسکول میں شیعہ طلباء کی تعداد کتنی تحلیل تھی اور وہ آبادی کے لحاظ سے کتنی معمولی اقلیت ہیں تو وہ لازماً یہ مطالبہ کریں گے کہ شیعوں کو آبادی کے تناسب سے ہر ادارہ میں ملازمت دی جا۔

اس لئے کہ پہلے تو سب مشترکہ طور پر تعلیم حاصل کرتے تھے اور ان کے ذہنوں میں یہ مذہبی تعصب نہیں تھا کہ کون شیعہ ہے اور کون سنی ہے؟ پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں۔ اور اب تو ان کے ذہن میں یہ بات اچھلی ہوئی کہ شیعہ کوئی الگ چیز ہیں ان کو الگ ہی رہنا چاہئے۔

اور یہ مطالبہ تو ایسے بھی ان کا جائزہ حق ہے کہ اقلیت کو ملازمتوں وغیرہ میں اکثریت کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر نشستوں پر قبضہ نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اپنی آبادی کے لحاظ سے نشستیں حاصل کرنی چاہئے۔

ہماری رائے | چونکہ آپ کی خود ساختہ دینیات کی تعلیم ہی یہ ہے کہ کمزور پر تلوار چلاؤ اور شاہ زور کے مقابلے میں میدان چھوڑ دو۔ جیسا کہ آپ کی اس یادداشت کے طرز تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔

اس لئے اگر جماعت کثیر کے بچوں کو اللہ نے توفیق دے دی اور ہماری دینیات انہوں نے پڑھ لی تو اولاً تو آپ کی کثرت الشارح اللہ قلت میں بدل جائے گی۔

۲۱۵

کہ چاہ کن را چاہ در پیش ! شاید یہی حفظِ مآلِ تقدیم ہے جو آپ ملازمتوں کے حصول کی بات کر رہے ہیں۔ بصورتِ دیگر اگر بڑی آپ اپنے ہماری دینیات سے اپنے بچوں کو درہی رکھنا چاہتے ہیں اپنی آبادی کے مطالب کو منطوق ہوگا۔ کیونکہ اس وقت ہمیں آبادی کے لحاظ سے کسی بھی جگہ نمائندگی حاصل نہیں ہے۔ مگر ہاں ایسی صورت میں آپ کو توسعت نقصان دہیگا کیونکہ جماعت کثیرہ میں آپ کا حصہ ایک فیصد کے بھی کم ہے۔ ہندوکانِ خدا عقل سے کام لیں۔ کبھی اکثریت نے بھی اقلیت سے حقوق مانگے ہیں جبکہ حکومت بھی جماعت کثیرہ کی ہو۔

آپ کو آپ کی اکثریت مبارک رہے۔ ہمیں دینی نیچ کر نوکریوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ایسا موقع آگیا تو بے شک ہماری آبادی کے لحاظ سے ہمیں نشستیں دے دینا۔ مگر ہم نوکریوں کے لئے مذہب نہیں بھیجیں گے۔

اے طاہر لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اور ایسا وقت تو شاید نہ آئے۔ لیکن یہ زہر جو آپ پھیلا رہے ہیں

اُس کا اثر ملاحظہ فرمائیے۔ شاید کچھ عبرت حاصل ہو جائے۔

یہ بیان اشرف علی صاحب سکرٹری جنرل تنظیم اہلسنت و جماعت

لاہور کا ہے۔

”پاکستان ایک خطہِ ارضی ہی نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ (والہ) سلم

کی نظرِ عنایت اور علماء و مشائخ کی گمراہی ہمارے قریبوں کا شاہکار ہے۔

اس خطِ ارضی کو کانگریسی مولوی اپنے بند و آقاؤں کی طرح اپنی ناکامیوں کا زندہ نشان سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس ملک کو تباہ کرنے کے لئے مسجدوں، مزاروں اور گلی کوچوں میں تفرقہ بازی کی مذموم فضا قائم کر رہے ہیں۔ مذکورہ بالا گستاخانِ رسولؐ، وطن دشمن عناصر (دیوبندی و ہابی) نے ایک سازش کے ذریعے محکمہ اوقاف پر قبضہ جمارکھا ہے جس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

- ۱۔
- ۲۔ والس چانسلر، علما، اکیڈمی
- ۳۔ ڈائریکٹر، علما، اکیڈمی
- ۴۔ صوبائی خطیب پنجاب
- ۵۔ ناظم مساجد پنجاب
- ۶۔ ڈسٹرکٹ خطیب لاہور
- ۷۔ ڈپٹی سیکریٹری محکمہ اوقاف
- ۸۔ ناظم تبلیغ اوقاف
- ۹۔ خطیب شاہی مسجد لاہور

اھد دیگر انتظامیہ کے استی فیصد حکام دیوبندی، دہابی ہیں۔ ان کی عید آسامیوں پر یہ دیوبندی و دہابی لوگ فائز ہو کر دیوبندیت کا تعین پھیلا رہے ہیں۔ صرف لاہور میں تیس مساجد اوقاف پر دیوبندی قابض ہیں۔ اگر اس سیلاب کو نہ روکا گیا تو وطن عزیز میں سنّی عقائد کا رقیع الشان محل

۲۳۷

پیونڈ مین ہو جائے گا۔ اس لئے متحد ہو کر دیوبندیوں و ہابیوں کے اس سیلاب کو روکا جائے۔

”بیکریہ عظیم“ کراچی کچوالہ پندرہ روزہ امن ”کھوٹی رتہ“ ۲ فروری ۱۹۷۷ء

اب بتائیے چاہ کن راجہ درپیش - جیسی کرنی دل - جرن -  
 پھر یادداشت میں ہے کہ ”خدا نخواستہ جب یہ حالات پیدا ہو جائیں گے (اور اگر اس فیصلے کو بدلانہ کیا تو لازمی طور پر یہ حالات پیدا ہونگے) تو نفرت تو عداوت زور پکڑے گی۔ اس وقت پھر اہلسنت اکثریت پر غلبہ کی افتراق اور انتشار کی ساری تہمتیں لگا دی جائیں گی۔ اسی لئے ہم اہلسنت کی طرف سے ابھی ان خطرات کی نشاندہی کر کے اپنا فرض پورا کر رہے ہیں۔“  
 جواب :- اللہ نہ کرے کہ آپ کے نایاک ارادے پورے ہوں اور اگر بالفرض محال آپ نے خود ایسے ہی حالات پیدا کر دے تو انتشار اللہ العزیز دونوں جہانوں میں آپ کا حشر نیک نہیں ہوگا۔ اور ایسی صورت میں آپ کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ جس کی معمولی جھلکی ادھر آپ کو دکھلا دی ہے۔ اگر یہ عبرت کے لئے کافی نہ ہو تو پھر کبھی بھی آپ کو افتراق و انتشار کے الزامات سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکے گا۔ و ما علینا الا البلاغ۔

سید سکینہ  
 حیدر آباد الیف آباد، یوٹ ۱۹۷۷ء

# نصاب میں شیعہ دینیات کیوں گوارہ نہیں ہے؟

اس لئے کہ جو ممتدّوں سے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات شیعان علی پر لگاتے چلے آ رہے ہیں ان کی حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ اور ان کی نسل مذہب محمد و آل محمد علیہم السلام کے محاسن کا مطالعہ کرے گی تو اسے عقل و نظر کے عین مطابق پائی گئی۔ لہذا صدیوں کا بھرم چند سالوں میں تارتار ہو جائے گا۔ شیعوں سے نفرت کوئی اب کی بات نہیں ہے جب میں نے ایک سنی گھرانے میں آنکھ کھولی تو مشاہدہ کیا کہ متعصب غیر شیعہ بچپن ہی سے اپنی اولاد کو شیعوں سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ حضرات بھی جانتے ہوئے بچوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے ان کے ذہنوں میں یہ خوف بٹھایا جاتا ہے کہ شیعہ لوگ بچے اغوا کر لیتے ہیں اور دسویں محرم کے دن اُس کے خون سے گھوڑے کی چادر رنگ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ شبیہ ذوالجناح پر رنگین چادر دیکھتا ہے تو معصوم ذہن یقین کر لیتا ہے کہ واقعی شیعہ ایسے ہی ظالم و سفاک ہوں گے۔ پھر حبیب ذرا ادب نچا ہوتا ہے شیعوں سے متنفذ کرنے کے لئے اس کو یہ جھوٹ پڑھایا جاتا ہے کہ عید غدیر اور شام غریبا کا قتل مجالس میں معاذ اللہ شیعہ لوگ رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ کبھی یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ ان کا مذہب جھوٹ ہے جسے یہ تقیہ کہتے ہیں۔ کبھی اس طرح گمراہ کیا جاتا ہے

۲۳۹

کہ یہ زانی گروہ ہے جس کا نام انہوں نے متبرک رکھ لیا ہے۔ ان کی نذر و نیاز نہیں کھائی جاسکتی۔ کیونکہ اس میں یہ گھوڑے کا پیشاب ملا ہے ہیں۔ سیدھے سادے مسلمانوں کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ ان کی مجلسیں سننا حرام ہے۔ یہ تبرک کرتے ہیں اور اصحاب رسولؐ کو محاذ اللہ گالیاں دیتے ہیں۔ ان کا گھوڑا دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ علیؑ کو خدا کہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وحی محمدؐ کی بجائے علیؑ پر آنا تھی اور جبریلؑ بھول گئے یہ عبداللہ بن سبا یہودی منافق کو نبی مانتے ہیں۔ انہوں نے خود آئمہؑ کے ساتھ ظلم کیا اور اب روتے پٹتے ہیں۔ جب یہ مرتے ہیں تو گڑھ پھرتا ہے۔ الغرض ایسی ایسی جگہ ہودہ اور لغو باتیں کر مہ کر سنائی جاتی ہیں کہ وہ شیعہ کا نام سننا بھی گوارہ نہیں کرتا۔ اور اگر کبھی اُسے یہ شوق پیدا ہو جائے کہ شیعہ میں دلچسپی لینا شروع کر دے اور ان کے خیال کا اثر قبول کرنا شروع کر دے تو پھر یوں بات بناتے ہیں کہ یہ اپنا اصل مذہب کسی کو نہیں بتاتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اب جب شیعہ دینیات عام ہو جائے گی تو خود بخود ہر چیز نکھر کر سامنے آئے گی اور ان کی صدیوں کی محنت اکارت ہو جائے گی۔ شیعہ کبھی بھی یہ اعتراض نہیں کرتا ہے کہ اُس کے بچے کو سستی دینیات نہ پڑھائی جائے۔ بلکہ اول تو ہر سال شیعہوں کو پڑھنے پڑھانے افراد جماعت کثیرہ سے ہی حاصل ہو جاتے ہیں ورنہ ہر شیعہ سستی دینیات کو اپنی دنیا سے زیادہ بہتر طرح سمجھتا اور پڑھتا ہے۔ اسکولوں میں بھی اور عام زندگی میں بھی۔



ایک وجہ تو یہ ہے کہ سارے شیعہ جھوٹوں سے پردہ اٹھ جائیگا اور دوسرا خدشہ یہ ہے کہ اہل جماعت کثیرہ کی دینیات کا جب شیعہ دینیات سے تقابل ہوگا تو کثیر تعداد میں طلباء مذہب محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کو قبول کر لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان کے وہ سارے شبہات دور ہو جائیں گے جو اُپر بیان کئے گئے۔ مثلاً

**توحید :-** جب ان کو معلوم ہوگا شیعہ اللہ کو معبود مانتے ہیں اور اس کے سوا کسی کو لائق پرستش و عبادت نہیں سمجھتے۔ اُس کی صفات کو عین ذات مانتے ہیں اور ہر حدیث سے منزعہ سمجھتے ہیں۔

پھر ان کا یہ شبہ جاتا رہے گا کہ شیعہ خدا کو نہیں مانتے یا حضرت علیؑ کو خدا سمجھتے ہیں۔

۲- جب وہ اپنی کتاب بخاری شریف میں اللہ میاں کے پیر کو دوزخ میں دیکھیں گے اور عرش پر مکرسی کی چوچیا ہٹ معلوم کریں گے تو

ان کے ذہن میں سوال اٹھے گا کہ وہ کیسا اللہ ہے جس کو نہ کُرسی کا اندازہ ہے نہ جہنم کا۔ کُرسی کی چوچیاں ہلا رہی ہیں اور جہنم جو بدکاروں کا ٹھکانہ ہے وہاں اپنا بیڑا ل کر خود دوزخی بن رہا ہے لہذا کُرسی پیدا ہوگا۔

اور

جب شیعہ دینیات میں ایسی چیزیں نہ مل سکیں گی، بلکہ توحید مفصل

پڑھیں گے۔ تو شبلی نعمانی کی طرح تسلیم کرے گا کہ ابوحنیفہ کی امام جعفر صادق سے کمالیت تمام علوم تو اہلبیت ہی کے گھر سے نکلتے ہیں۔

(سیرت النعمان)

عدل :- جب ایمان مفصل میں پڑھے گا خیر بھی اللہ کی طرف سے ہے اور شر بھی تو یقیناً عقل شر کو نشان اہل کے خلاف سمجھے گی۔

لہذا

خدا نے عادل کی عدالت پر ایمان لے آئے گا۔ کہ خدا وہی ہو سکتا ہے جو عدل کرے۔ ظالم ہونا صفتِ بد ہے جس کا اطلاق اللہ پر نہیں ہو سکتا۔

رسالت :- جب اپنا عقیدہ رسالت مطالعہ کرے گا تو رسولؐ کو اپنے جیسا خاطی سمجھے گا۔ بخاری شریف میں جو نبی کا قصہ پڑھیں گے۔ قرآن کو بھولنا اور وہ ساری باتیں جو زکیلا رسولؐ لکھنے والے نقل کی تھیں تو اس عقیدہ سے ہر جھوٹے نبی کو ماننے میں کوئی وجہ انکار پیش نہ کر سکے گا جیسا کہ مرزا غلام احمد اور اس کے پیروؤں نے کیا۔

لیکن

اگر شیعوں کی دینیات میں نبیؐ کا معصوم محفوظ عن الخطا والہو ہونا جان لے گا تو ہر جھوٹے نبی کو کوئی بھی عیب تسلیم نہ کر سکے گا۔

امامت | جب نبیؐ کو معصوم مانے گا تو وارث رسولؐ کی ضرورت

محسوس ہوگی۔

لہذا اسی شخص کو ”ولی“ تسلیم کرے گا جو معصوم ہو۔ کیوں کہ عقل ہر جہت سے گنہگار پر بے گناہ و بے عیب کو ترجیح دیتی ہے۔ اور جب ہر فرد میں عصمت و طہارت کو تلاش کرے گا تو آلِ محمد کے سوا کسی دوسری جگہ نہ پاسکے گا۔ اور جب جماعت کثیرہ میں ملوکیت دیکھے گا تو امامت کی طرف جھک کر فوراً کہیگا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل

قیامت :- جب طالب علم قیامت کے عقائد کی گہرائی میں جا کر ”لا تدرکنا الا بصار“ کے قرآنی حکم کے خلاف ”ویدار خداوندی“ کا عقیدہ دیکھے گا تو موتی کی کن ترائی پر غور کرے گا اور اللہ یا کا ایمان میں پُرل معلوم کرے گا تو ایسے غیر معقول ادہام کی تحقیق کرے گا اور جب اس کو شیعہ دینیات سے تشفی قلب ہوگی تو قیامت تک دشمن علی پر لعنت کرے گا۔ قرآن :- جب اسے معلوم ہوگا کہ شیعہ بھی وہی قرآن پڑھتے ہیں جو سنی پڑھتے ہیں تو اپنے علماء پر جھوٹ کی وجہ سے ناراض ہوگا کہ وہ تو کہتے ہیں شیعوں کے قرآن کے ..... چالیں پائے ہیں۔ اور اگر کہیں بی بی عائشہ کی بکری کا قرآن کھانا اس نے حدیث میں پڑھ لیا تو پھر سمجھ جائے گا کہ اپنا الزام شیعوں کے سر تھوپا گیا ہے۔

لہذا تحقیق مزید کا شوق ہوگا۔ جب حدیث ثقلین پڑھے گا کہ قرآن

۲۴۳

والہبیت ہی دو ثقل ہیں جن سے تمسک کرنے کے بعد ہر گمراہی سے نجات  
میل جاتی ہے تو ایمان لے آئے گا۔ اور اطاعت رسول کے  
مطابق جام ولایت نوش کرے گا۔

اور بھریہ حقیقت بھی جان جائے گا ”صرف قرآن کافی کہ کثرت  
اہلبیت“ اور ”حدیث“ کے انکار کرنے کی روایت کس بزرگ نے قائم  
کی تھی۔

پس

فتنہ انکار حدیث کا سبب معلوم کر لیا گا۔ اور اس گروہ کو اہل  
قرآن ”چکڑالوسی“ پر دینی“ وغیرہ کے القابوں سے جماعت  
کثیر ہی میں پائے گا۔

حدیث :- تعلیم حدیث میں جب طالب علم دیکھے کہ کتب صحیحین میں  
ایسی ایسی لغو روایات موجود ہیں کہ جن کو پڑھ کر ایمان متزلزل ہو جاتا  
ہے تو خدا کی پناہ مانگے گا۔ اور اس بات پر یقیناً تعجب کرے گا  
کہ علیؑ اور اولادِ فاطمہؑ سے آخر کیوں کم سے کم روایات لی گئیں۔  
پھر اگر شیعہ احادیث پڑھے گا تو ہر حدیث کسی معصوم ہستی سے

روایت ہوگی۔ اور جو موضوع حدیث ہوگی از خود شناخت ہو جائیگی۔ پس  
عقل و مشاہدہ کے مطابق گمراہوں کی بات کا اعتبار کرے گا جو ہمیشہ ساتھ  
رہے اور جن کی صداقت کی گواہی خدا و رسولؐ نے آیتِ تطہیر اور آیت مباہلہ  
میں بھی دی۔

۲۴۴

حج :- جب اس کو حج کے احکام شیعہ دینیات میں نظر آئیں گے تو شیعوں پر حج نہ کرنے کا جو الزام بے بنیاد ہے۔ وہ جھوٹ ظاہر ہو جائیگا۔ زکوٰۃ و خمس بڑے دونوں مسائل کے مسائل سے واقفیت ہوگی۔ خمس کی چوری معلوم ہوگی۔

روزہ :- جب قرآن میں آیت پڑھیں گے کہ ”پورا کرو روزہ رات تک“ تو اسے اپنا روزہ دن میں کھولنا خلافت قرآن معلوم ہوگا۔ تشریح پڑھنے پر جو احادیث مولوی بتائیں گے وہ خلافت قرآن قرار پائیں گی لہذا

تسلیم کرے گا کہ شیعہ اپنی افطاری قرآنی وقت پر کرتے ہیں۔ نماز :- جب امام شافعی کا قول پڑھے گا کہ اُس وقت تک نماز نہیں ہو سکتی جب تک اہل بیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ تو اہلبیت کی عظمت و اہمیت کا احساس کر کے ان کے مذہب کی جانب متوجہ ہوگا۔ اور جب تحقیق کرے گا کہ شیعہ نماز کُرتبِ سنہ سے پوری طرح ثابت

ہے اور اہل جماعت کثیرہ کا ایک ٹولہ مالی آج بھی ہاتھ کھول کر ہی نماز پڑھتا ہے۔ تو وقتِ سلام قبلہ سے منہ نہیں موڑے گا۔ کیوں کہ سلام نماز کا حصہ ہے اور نیت میں اُس نے منہ کعبہ شریف کے کہا ہے لہذا جب تک نماز مکمل نہ ہو کعبہ سے منہ پھیرنا درست نہ سمجھے گا۔ کلمہ :- جب یہ معلوم کر لیگا کہ احمدی کلمہ اور جماعت کثیرہ کا کلمہ ایک

ہونے کے باوجود کفر و اسلام کی خلیج ہے اور قرآن مجید نے اس کلمہ کو بغیر ولایت کے تسلیم نہیں کیا ہے تو مولوی محمد شفیع اوکاڑوی کی کتاب سفینہ نوح میں جنت کے دروازے پر سونے سے لکھا ہوا کلمہ پڑھے گا جو کلمہ طیبہ ہے کہ اقرار ولایت علی کے ساتھ ہے۔ لہذا پڑھیں گا

## لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلَىٰ وَلِيِّ اللَّهِ

### وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل

قصہ مختصر:- یہ کہ جو جو نئی نسل کا نوجوان دین میں لچپی لیکر مطالعہ دین کو وسعت دے گا تو اُسے معلوم ہو جائے کہ مذہب شیعہ کا ہر عقیدہ و عبادت کتب السنن سے پوری طرح ثابت ہے اور سارے جھوٹے الزامات غلط ہیں کہ ان کا کہیں وجود بھی نہیں۔ پھر مولوی صاحب کے پاس وضاحت کیلئے آئے گا تو اب پھر مولوی پہلے کہے گا کہ یہ کتابیں سنیوں کی نہیں۔ اگر طالب علم ہوشیار ہو گا تو وہ تو شیخ علماء بھی پیش کرے گا۔ اب جو کوئی جواب نہ بن پڑے گا۔

تو ایک اور جھوٹ تراش کر اپنے اسلٹ کی توہین پر اتر آئیں گے کہ اے میاں صاحب زادے یہ سب کتابیں، بلکہ سارا ہی اسلامی لٹریچر شیعوں کا لکھا ہوا ہے۔

زمانہ عقل و دانش کا ہو گا طالب علم فوراً جھوٹ کے پیر

۲۴۶

اکھڑتے تاڑے گا اور کہیگا حضرت مولانا قرآن مجید کے بارے میں  
کیا خیال ہے۔

تو مولوی صاحب بڑی ثقیل مذہبی عبارت میں کہیں گے کہ اللہ  
کا کلام ہے۔ لیکن ہم تو ترجمہ قرآن کو مانتے ہیں۔

پس ایک نیا مذہب جماعت کثیر ہی سے پیدا ہوگا جو تمام اسلامی  
لٹریچر کو خرافات کہہ کر ٹھکرا دے گا۔ اور ترجمہ قرآن اور مستشرقین  
کی اتباع کو دین سمجھے گا۔

لیکن اگر طالب کی ذہنیت میں نفرت و تحصب نہ ہوگا تو یقیناً  
ہماری طرح ”علی ولی اللہ“ کی ولایت کا عقیدہ اصولی  
مان لے گا۔ اور اطاعت رسول کی پابندی کرے گا۔ تو

فوراً علی کو ولی اللہ ”خلیفہ رسول اللہ“  
”اولی الامر“ ”مولا“ اور سید المطاع  
مان کر کلمہ کے ساتھ اعلانیہ اقرار ولایت کرے گا تاکہ یہ ذکر بلند  
ہو کر الکلمہ الطیب بن جائے کہ :-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ  
عَلِيٌّ وَلِيُّ اللَّهِ وَصِي رَسُولِ اللَّهِ  
و خَلِيفَةُ بِلَا فَصْل

پس اے ناظرین گرامی قدر ! اس کے علاوہ جماعت کثیرہ

کوشیہ دینیات کی علیحدگی سے اور کوئی خوف نہیں ہے۔ ورنہ عیسائی مشنریاں۔ اشتر کی جماعتیں، بہائی وغیرہ سب اپنے مذہب کا پرچار پاکستان میں کر رہے ہیں۔ لیکن ہم سے ہی کوئی خاص بغض و عداوت و نفرت ہے کہ ہمارے جائز حق دین کو بھی چھیننے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اور یہ شہر سندی صرت ایک مخصوص گروہ کر رہا ہے۔ ہم ہر پاکستانی محب وطن سے ہمدردانہ اور مخلصانہ گزارش کرتے ہیں۔

ایسے فساد پر درعناصر کو ستر اٹھانے سے قبل ہی کچل دیں۔ اگر وہ واقعی دین سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی نیت نیک اور مقاصد اسلامی ہیں تو تحریر سے، ابلاغ عامہ کے ذریعے مواعظ حسنہ سے تبلیغ تاکہ تحقیق حق اور الباطل باطل ہو سکے۔

سجل پکنسٹان  
حیدرآباد

## نتائج

اول نتیجہ کلام یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت پر ایمان اسی طرح ضروری ہے جس طرح توحید خداوندی اور رسالت محمدی پر کیوں کہ اس کے بغیر دین و ایمان دونوں کے مشکوک رہنے کا قوی اندیشہ ہے یہ دعویٰ کتاب خدا قرآن مجید احادیث رسول کریم اور تعلیمات اصحاب رسول و علمائے امت مسلمہ سے مکمل طور پر ثابت ہے۔

(۲) کلمہ علیؑ ولی اللہ و صی رسول اللہ و خلیفہ تبارک و تعالیٰ



۲۴۸

کلمہ تو حیدر رسالت کو مستند و مقبول بنا کر کلمہ طیبہ بناتا ہے اور از رو  
قرآن مجید یہی الکلمہ الطیب "فوز عظیم" ہے۔

۳۔ اقرارِ ولایت علی علیہ السلام نہ ہی کلمہ میں کوئی اضافہ  
ہے اور نہ ہی تحریف۔

(۴) اس کی مخالفت، خدا، رسول، اہلبیت طاہرین، اصحاب کبار  
تابعین، تبع تابعین، علمائے کرام کی مخالفت ہے۔

(۵) شیعہ سنی نصابِ دینیات کی علیحدگی دونوں فرقوں کا بنیادی  
حق ہے کیونکہ حکم قرآن مجید کے مطابق کسی کو زبردستی اپنے عقائد  
خلاف کوئی تعلیم نہیں دی جاسکتی۔ ایسا کرنا اسلام کے صریحاً

(۶) شیعوں کو محض اکثریت کے بل پر ان کے خلاف عقائدِ نظریات  
کی زبردستی تعلیم دینا ایک طرف کھلی بے انصافی و جارحانہ کوشش  
ہے دوسری طرف ملک کی سلامتی اور اتحادِ اسلام کی بنیادوں کو کمزور  
کر دیتا ہے۔

(۷) شیعیان اہلبیت کی دینیات کو نصاب میں شامل کرنے کی مخالفت  
صرف اس لئے کی جا رہی ہے کہ شیعوں پر صدیوں سے عائد کئے گئے  
بے بنیاد الزامات کی قلمی نئی نسل پر کھل جائے گی اور وہ سارے  
سفید جھوٹ سامنے آجائیں گے جن کے سہارے شیعوں کو بدنام کیا  
جاتا رہا ہے۔

## انتباہ

شیعیان علی اپنے عقائد کے تحفظ و تقدس کی خاطر ہر دیوار

۲۴۹

”نعرہ حبیب رسی“ کی ضربت سے گرا دیں گے۔ خواہ اس کے لئے کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینا پڑے۔ ہم پھر یاد کراتے ہیں کہ ہم آزمودہ کار ہیں۔ اکثریت و حکومت کے مظالم برداشت کرنا ہماری روایات میں شامل ہے اور تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ ہم نے میدان قربانی میں ہمیشہ اپنی استقامت و صداقت کا سکہ جھلایا ہے۔ سر (S/R) نہیں کہا ہے۔ کہ بلا میں دائمی فتح پائی ہے۔ و بار عیش و عشرت میں ہتھیار نہیں ڈالے ہیں۔ اگر ایسے آزمائش کردہ میں پھر داخل ہونا پڑا تو انشا اللہ کسی جہت سے بھی ہمارے پاؤں میں لغزش نہیں آئے گی کیوں کہ ہم تو غیر فرار کی ولایت کے معتقد ہیں اور سمجھا گئے والوں سے بے زاری اختیار کرنے والے ہیں۔

میں اپنی قوم کے ہر فرد سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ جہاد اپنا مولو بنالے کہ :-  
 ”ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے“  
 اور محبت اہلبیت وہ اجر رکھتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :- ”جو آل محمد کی محبت میں مرا وہ شہید مرا“

والسلام

طالب دعا :-  
 عبد الکریم مشتاقی

یکم جمادی الاول ۱۴۲۹ھ  
 ۲۰ - مئی ۱۹۶۶ء بروز اتوار